

عمران سیریز جلد نمبر  
25

# آدھا تیتھر آدھا بٹیر

ابن صفی

کچھ کتابیں آفسٹ پر چھپائی تھیں۔ لیکن مشرقی پاکستان کا قضیہ اٹھ کھڑا ہوا تھا، اور کاغذ کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی تھیں۔ مجبوراً پھر لیتھو ہی کی طرف واپس جانا پڑا تھا۔

”تین سکی“ کا پیٹرس دیکھ کر ایک پڑھنے والے نے ازراہ عنایت بھنا کر لکھا ہے۔ ”کیا چونی چونی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ لیجئے پورا روپیہ پیٹنگی“ اور سچ سچ ایک روپے کا نوٹ خط کے ساتھ نتھی کر دیا ہے۔ بہت بہت شکریہ بھائی صاحب! لیکن آپ نے اپنا پتا نہیں لکھا۔ پتا لکھ بھیجئے۔ اسی میں آسانی رہے گی۔ اس طرح ہر بار روپیہ بھیجنے میں لفافے کے بیس پیسے مزید خرچ ہو جائیں گے۔ لہذا کیوں نہ میں خود ہی حاضر خدمت ہو کر آپ سے روپیہ وصول کر لیا کروں۔

## پیش رس

”آدھا تیر“ بھی ملاحظہ کیجئے! تین چوتھائی کہانی لکھ لینے کے بعد محسوس ہوا تھا کہ محاورہ مکمل کئے بغیر کام نہیں چلے گا۔ لہذا ”آدھا ٹیر“ بھی ضروری ہے۔

آدھا تیر، آدھا ٹیر۔ تب بات بنے گی۔ اس کہانی میں آپ آدھے تیر سے ملاقات کیجئے! آدھا ٹیر خود بخود کو دکر سامنے آئے گا۔ لیکن کسی قدر انتظار کے بعد!

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ”آدھا ٹیر“ آدھے تیر سے بقدر چونی مہنگا بھی ہوگا۔ مہنگا اس لئے کہ کھانے کے علاوہ لڑانے کے کام بھی آتا ہے۔ جی ہاں۔ اس ناول کے بعد سے چونی کا اضافہ اس لئے ناگزیر ہو گیا ہے کہ بکرے کا گوشت! نہیں بھائی وہ محض یونی چھیڑ چھاڑ تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ ہی کے اصرار پر یہ قدم اٹھانا پڑ رہا ہے۔ آپ کو کتاب کی چھپائی پسند نہیں ہے کیونکہ آپ آفسٹ چھپائی کے دور سے گزر رہے ہیں اور میری کتابیں دقیانوسی طرز طباعت (لیتھو) کے پیچاک سے ابھی تک نہیں نکل سکیں۔ اس بار ہمت کی تھی

ابن صفحہ

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۵ء

اول درجے کے قدامت پسند تھے۔

بہت پہلے سے کوٹھی میں قریبی اعزہ کا جماؤ ہو گیا تھا اور چیز کی تیدیاں زور و شور سے جلدی تھیں۔ آج عمران نے بھی اپنی شکل دکھائی تھی اور رحمان صاحب تک پہنچنے سے پہلے ہی کزنس نے اُسے لپک لیا تھا۔ کھینچتی ہوئی اس کمرے میں لائیں جہاں لڑکیاں چادروں اور میز پوشوں پر کشیدہ کاری کر رہی تھیں۔

”ہائیں.....!“ تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ مجھے کشیدہ کاری بھی آتی ہے۔!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”کام جلدی بنانا ہے....!“ کسی بستِ عم نے کہا۔ ”آپ بھی بس بیٹھ ہی جائیے بھائی جان۔!“ ”ضرور..... ضرور.....“ ہاں اُس کو نے پرا بھی کام نہیں ہوا۔ ڈیزائن کھینچا ہوا ہے۔ لانا ادھر بڑھانا سوئی اور تار کشی۔!“

اور وہ سچ مچ بڑی سنجیدگی سے کشیدہ کاری میں ”جتلا“ ہو گیا تھا۔ ”سابھائی جان..... ڈاکٹر شاہد سچ مچ چنگیزی ہیں۔!“ کوئی کزن بولی۔

”اچھا.....!“ عمران چونک کر بولا۔ ”ب کی بات ہے.....؟“ ”کیا مطلب.....!“

”پہلے جہاں رشتہ ہونے والا تھا وہاں خود کو نو شیرواں کی اولاد بتاتا تھا۔!“ ”کیوں ہوائی چھوڑ رہے ہیں۔!“ ”یقین کرو.....!“

”اچھا بھائی جان..... یہ نو شیرواں کیا نام ہوا بھلا.....!“ دوسری بولی۔

”نام نہیں..... رتبہ ہے..... اس کے پاس نو شیر داناں تھیں۔ اس لئے نو شیرواں کہلایا۔ نہیں سمجھیں؟ نو بیویاں تھیں۔ بیوی اس زمانے میں شیر دانی کہلاتی تھی۔!“ ”پھر اڑانے لگے.....!“

”سنجیدگی سے سنو.....! علمی باتیں ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے چونکہ نو عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بھی کافی شیر تھا۔ اس لئے نو شیرواں کہلاتا تھا۔ آج کل تو ایک ہی بیوی والا بھیڑ ہو کر رہ جاتا ہے۔!“

”بس کیجئے..... اتنے بڑے بادشاہ میں کیڑے ڈال رہے ہیں۔!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ایک عادل بادشاہ گزرا ہے۔!“



یادش بخیر..... عمران کی ایک بہن بھی ہوا کرتی تھی جس کا نام ثریا تھا۔ کزنس تو تین چار تھیں جن کے دم سے گھر کی رونق تھی۔

تو ہوا یوں کہ بلا آخر رحمان صاحب کو ایک ”چنگیز خانی“ مل ہی گیا۔ یعنی چنگیز خان کی نسل کا ایک کینڈیڈیٹ..... پتا نہیں خود اس کے سہرے کے پھول کھلنے کی گھڑی آگئی تھی یا ثریا ہی کی قسمت نے یادری کی تھی۔ ویسے سی۔ آئی۔ بی کے ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی کے لئے رشتوں کی کمی نہیں تھی۔ لیکن قصہ تھا خاندانی روایات کا۔ خود چنگیزی تھے۔ اس لئے عمران کی اماں بی بھی چنگیز خانی تھیں۔ ظاہر ہے کہ عمران اور ثریا نجیب الطرفین ٹھہرے۔ لہذا انہیں ایروں غیروں کے سر کیسے مارا جاسکتا تھا۔

اسے رحمان صاحب کا اقبال ہی کہنا چاہئے کہ یہ چنگیز خانی جو ثریا کے لئے منتخب ہوا تھا۔ آلو چھولے نہیں بیچتا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر تھا اور ڈاکٹر بھی کیسا جسے وزیر اعظم کا معالج ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ڈاکٹر شاہد چنگیز نے بہت جلد ترقی کی ساری منزلیں طے کر لی تھیں۔ نوجوان ہی تھا اور سر جری میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان پانچ ڈاکٹروں میں شامل تھا جو صدر اور وزیر اعظم کے معالجین میں سرفہرست تھے۔

بہر حال رحمان صاحب کی کوٹھی میں شادی کی تیاری کا ہنگامہ برپا تھا اور سب کچھ روایتی انداز میں ہو رہا تھا۔ رحمان صاحب باہر سے خاصے ماڈرن نظر آرہے تھے لیکن اندرونی طور پر

”اس کا کریڈٹ بھی بیویوں ہی کو جاتا ہے۔ نو بیویوں کے درمیان انصاف کرتے کرتے عادی منصف ہو گیا تھا۔ اس کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور دوسری گھاٹ والے گھائے میں رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کے خلاف داستان امیر حمزہ لکھوا دی تھی۔“

”بہت نہ چکے.... آپ بھی پھنسنے والے ہیں۔!“

”خدا کی پناہ....!“

”ڈاکٹر شاہد چنگیزی کی بہن ڈاکٹر مہ لقا چنگیزی کی بھی ابھی شادی نہیں ہوئی۔!“

”یقین نہیں کر سکتا۔ کوئی مہ لقا ہرگز چنگیزی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ چنگیز خان چینی ناک والا ایک منگول چرواہا تھا۔!“

”شرم نہیں آتی اپنے جد امجد کو چرواہا کہہ رہے ہیں۔!“

”شاید گھاس کھا گیا ہوں....!“

”ہاں تو بھائی جان نوشیرواں....!“ دوسری بولی۔

”بھائی جان نوشیرواں ہونے سے پہلے ہی مر جانا پسند فرمائیں گے۔!“ عمران نے بُرا مان کر کہا۔

”ارے کیا وہ آیا ہے....؟“ دروازے کی طرف سے اماں بی کی آواز آئی۔

سانا چھا گیا اور عمران جو بوکھلا کر چادر سمیٹتا ہوا اٹھتا ہے تو کسی کی انگلی میں سوئی اتر گئی۔ وہ چیخی تو دوسروں نے بھی ہلڑ مچا دیا۔

”آخر ہو کیا رہا ہے....!“ اماں بی بھلا کر بولیں۔

”کک.... کشیدہ کاری....!“ عمران ہلکایا۔

”خواہ مخواہ ہر کام میں ٹانگ اڑا بیٹھے ہیں۔!“ ایک کزن نے تنک کر کہا۔

عمران نے چور چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

”اتنے دنوں بعد آیا ہے.... اور یہاں بیٹھ گیا....!“ اماں بی بولیں۔

وہ چپ چاپ کمرے سے نکل کر ان کے پیچھے چلنے لگا۔ راہداری میں رک کر وہ مڑی تھیں۔

”تو نہ آتا تو میں خود تیرے پاس آتی....!“ انہوں نے کہا۔

”کوئی خاص بات اماں بی....؟“

”خدا خدا کر کے یہ دن آیا تھا.... لیکن....!“

”لیکن کیا....؟“

”میں نہیں جانتی.... بھئی ہو گی کوئی وجہ.... آدمی نہیں جانتا کہ کب کیا ہو جائے گا۔ اس

پر اتنا چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔!“

”آخر ہوا کیا....؟“

”چل میرے کمرے میں بتاتی ہوں۔!“ وہ پھر آگے بڑھ گئیں۔

کمرے میں پہنچ کر وہ بولیں۔ ”بیٹھ جا چین سے.... بتاتی ہوں۔!“

عمران سامنے والی کرسی پر مودبانہ بیٹھ گیا۔

”ڈاکٹر شاہد نے استعفیٰ دے دیا ہے۔!“

”اے استعفیٰ نہیں بھاگ کھڑا ہونا کہتے ہیں اماں بی....!“

”کیا بکواس کر رہا ہے....!“

”آپ یہی کہنا چاہتی ہیں تاکہ اُس نے منگنی توڑ دی ہے۔!“

”کیا مجھے ان پڑھ سمجھتا ہے۔ اُس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔!“

”تو پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔!“

”مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن وہ آپ سے باہر ہو رہے ہیں۔!“

”ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”خدا خدا کر کے اپنے کفو کا ایک آدمی ملا تھا....!“

”ارے تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ کوئی بڑا نپلان ہو گا سامنے۔ اس لئے دے دیا استعفیٰ، ماہر

سرجن ہے، اپنا ہسپتال قائم کر کے لاکھوں کمائے گا۔!“

”استعفیٰ ابھی منظور نہیں ہوا.... وزارتِ صحت کے سیکریٹری کے پاس ہے۔ اس نے

تمہارے باپ کو اطلاع دی ہے۔ خود ڈاکٹر شاہد نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ مہ لقا تک

نہیں جانتی۔!“

”مہ لقا....!“

”ڈاکٹر شاہد کی بہن.... وہ بھی ڈاکٹر ہے۔ پریویٹ پریکٹس کرتی ہے۔!“

”چنگیزی ہی ٹھہرے.... چیر پھاڑ والا پیشہ نہ اختیار کریں گے تو کیا کریں گے۔!“

”فضول باتیں نہ کر.... انہیں کسی طرح ٹھنڈا کر۔!“

”کہاں ہیں....؟“

”لابریری میں....!“

”اچھی بات ہے.... لیکن ثریا راضی ہے اس رشتے پر....!“

”ہاں..... ہاں..... دونوں ایف۔ ایس۔ سی میں کلاس فیلو تھے۔“

”تب تو ٹھیک ہے.....“ عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا۔

رحمان صاحب کوئی کتاب دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر سکون طاری تھا۔ مرفروختگی کا دور دور تک چٹا نہیں تھا۔

”کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں!“ عمران نے کھڑک کر پوچھا۔

رحمان صاحب چونک پڑے۔ کتاب میز پر رکھ دی اور اُسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ”او۔“

عمران قریب پہنچ کر کھڑا رہا۔

”بیٹھ جاؤ.....!“ انہوں نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بیٹھ جانے پر

سوال کیا۔ ”تین ماہ سے کہاں تھے؟“

”آؤر لیتا پھر رہا تھا۔ یورپی ممالک سے۔ جھپک بھائی ایکسپورٹرز نے اپنا ٹریولنگ ایجنٹ مقرر

کر دیا ہے۔ کمیشن کے ایک لاکھ پچپن ہزار ہیں گے۔“

”میں تمہاری مالی پوزیشن نہیں معلوم کرنا چاہتا۔“

”مجھے شادی کا معلوم ہوتا تو فری پورٹس سے جیز کا سامان بھی خرید تالاتا۔“

”شکریہ..... اس کی ضرورت نہیں۔“ وہ خشک لہجے میں بولے۔

”وہ کچھ استغنیٰ کی بات سنی ہے۔“

”ہاں..... اگر اس نے استغنیٰ واپس نہ لیا تو یہ شادی بھی نہ ہو سکے گی۔“

”اگر فیصلے میں جلدی نہ کی جائے تو بہتر ہے۔“

”استغنیٰ ابھی منظوری کے لئے پیش نہیں کیا گیا.....!“

”بس تو پھر مجھے تھوڑا وقت دیجئے.....!“

”تم کیا کرو گے.....؟“

”بوکھلا کر استغنیٰ واپس لے لے گا۔“

”کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت بھی پسند نہیں کروں گا۔“

”کس کی.....؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”تمہاری.....!“ وہ اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

”جب سے ٹریولنگ ایجنسی سنبھالی ہے.....!“

”فضول باتیں نہ کرو.....!“

”جی بہتر.....!“

”اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں ہے کہ اس نے استغنیٰ دیا ہے حتیٰ کہ بہن کو بھی میرے ہی توسط سے اس کا علم ہوا ہے۔“

”اچھا..... وہ کیا نام ہے..... ڈاکٹر لقا..... لا حول..... مہ لقا۔“

رحمان صاحب نے اُسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”اس نے پوچھا تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتا ہے کہ میں نے تو ایک ہفتے کی چھٹی کی

درخواست دی ہے اور یہ وقفہ شہر سے باہر گزارنا چاہتا ہوں۔“

”جھوٹ بھی بولتا ہے۔“ عمران نے پر تاسف لہجے میں کہا۔

”تم اس وقت یہاں کس لئے آئے ہو.....؟“ رحمان صاحب غرا کر بولے۔

”خیریت دریافت کرنے آیا تھا..... لل..... لیکن.....!“

”اب جاسکتے ہو.....!“ رحمان صاحب نے کتاب اٹھاتے ہوئے کہا۔

”سلام و علیکم.....!“ عمران نے مودبانہ کہا اور اٹھ کر لائبریری سے نکلا چلا آیا۔ اس کے بعد

سیدھا ٹریا کی طرف گیا تھا۔ اُسے دیکھ کر وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

”وعلیکم السلام.....!“ کہتا ہوا وہ بیٹھ گیا۔ حالانکہ ٹریا نے سلام نہیں کیا تھا۔

”کیسے یاد آگئے ہم لوگ.....؟“ ٹریا بولی۔

”تم کھڑی کیوں ہو..... بیٹھ جاؤ..... ڈاکٹر شاہد میں کیڑے نکالنے نہیں آیا۔ نیک نام آدمی

ہے۔ فدوی قسم کا شوہر ثابت ہو گا۔“

”شکریہ.....!“ ٹریا نے جلتے جلتے لہجے میں کہا۔

”اور تمہیں اس کا بھی علم ہو گا کہ.....!“

”مجھے معلوم ہے.....!“ عمران کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑی۔

”کیا خیال ہے.....؟“

”میں کیا جانوں.....!“

”استغنیٰ دینے کے باوجود بھی وہ فقیر تو ہو نہیں جائے گا۔“

”ظاہر ہے.....!“

”لیکن نادر شاہی کا خیال ہے کہ استغنیٰ ہو جانے کی صورت میں وہ دامادی کے قابل نہیں

رہے گا۔“

”ڈیڈی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔!“

”اچھا تو پھر میں ڈاکٹر شاہد کو جواب دے آتا ہوں۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”ارے.... ارے....!“

”پھر تم کیا چاہتی ہو....؟“

”میں کیا بتاؤں....!“ ثریا نرم پڑتی ہوئی بولی۔

”وہ خود ڈاکٹر سے نہیں پوچھیں گے کہ اس نے استعفیٰ کیوں دیا ہے۔!“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔!“

”اس لئے یہ میرا فرض ہو جاتا ہے۔!“

”لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ استعفیٰ کو چھپایا کیوں جا رہا ہے۔!“

”کیا تمہ لقا سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔!“

”ہوئی تھی.... لیکن وہ کچھ نہیں جانتی۔!“

”وہ ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست....!“

”تمہ لقا ہی سے معلوم ہوا ہے۔!“

”ان محترمہ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ فی الحال براہ راست ڈاکٹر شاہد سے گفتگو کرنا

نہیں چاہتا۔!“

”اس وقت اپنے کلینک میں ہوگی۔ اتوار کو ایک بجے تک بیٹھتی ہے۔ شام کو کلینک بند رہتا ہے۔“

”مطلب یہ ہے کہ میں ایک بجے کے بعد کلینک ہی میں اس سے مل لوں۔!“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔!“

”ارے تو چہرے پر یہ اتنی فضا کیوں طاری کر رہی ہے۔ تیرا بھائی تو نہیں مر گیا۔!“

”خدا نہ کرے....!“ ثریا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالی۔

”پگلی کہیں کی.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب نادر شاہی نہیں چلے گی۔!“

”ڈیڈی سے نہ اُلجھے گا....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“ عمران بولا۔ ”اچھا بس ہر وقت مسکراتے رہنے کا وعدہ کرو پہلے۔!“

وہ زبردستی مسکرا دی۔

”ٹھیک ہے.... میں چلا.... فکر کی کوئی بات نہیں۔ اماں بی سے کہہ دینا ڈیڈی سے اس

سلسلے میں کوئی بات نہ کریں۔!“

ثریا نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

تھوڑی دیر عمران کی ٹو سیٹر ڈاکٹر مہ لقا کے کلینک کی طرف جا رہی تھی۔ اُس نے گھڑی

دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے اور عمران کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔ کیونکہ اُس نے اس سے

پہلے کبھی ڈاکٹر مہ لقا کو نہیں دیکھا تھا اور یہ نام مہ لقا تو بچپن ہی سے اس کے لئے سوہان روح رہا

ہے۔ جس سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اُس کی ہیڈ مسٹر لیس کا نام بھی مہ لقا تھا۔ بڑی

خوں خوار اور خاصی بھاری بھر کم عورت تھیں۔ اس کی ماتحت استانیاں انہیں مہ لقا کی بجائے

”فل پاپا“ کہا کرتی تھیں۔

خوں خوار عورت تھیں اور عمران کم از کم ہفتے میں دوبار اُن کے ہاتھ سے ضرور پٹتا تھا۔

مہ لقا رچرڈ سن تھیں۔ لیکن عمران انہیں مہ لقا چیر پھاڑ کھن کہتا تھا۔ ساقی بچے شکایت

کر دیتے اور پھر ہوتی پٹائی۔!

بہر حال اس نام پر عمران کے ذہن میں انہیں کا چہرہ مہرہ ابھرتا تھا۔

گاڑی اس نے کلینک کے سامنے روکی۔ کئی گاڑیاں اور گھڑی ہوئی تھیں وہ سیدھا اندر چلا گیا

اور ایک نرس سے ڈاکٹر مہ لقا کے بارے میں استفسار کیا۔

”وہ.... باہر جا رہی ہیں۔!“ نرس نے کہا۔

عمران نے مڑ کر دیکھا۔ ایک دیسی عورت ایک غیر ملکی سفید فام عورت کے ساتھ چلی

جا رہی تھی۔ دونوں کی پشت اسی کی طرف تھی۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا تھا اور ٹھیک اس وقت ان کو جالیا تھا جب وہ ایک گاڑی میں بیٹھ

رہی تھیں۔

”معاف کیجئے گا۔!“ عمران نے بوکھلائے انداز میں کہا۔ ”میں آپ سے ملنے آیا تھا۔!“

”تو تشریف رکھئے.... میں ابھی آتی ہوں.... ایک مریض کو دیکھ کر۔!“

”جی بہت اچھا....!“

سفید فام لڑکی نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عمران کھڑا دیکھتا رہ گیا۔ نئے

ماڈل کی شاندار مرسیڈیز کار تھی۔

وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتا ہوا انتظار گاہ میں آیا تھا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اونگھنے لگا تھا۔

آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن ڈاکٹر مہ لقا کی واپسی نہ ہوئی۔ ذرا ہی سی دیر میں عمران نے اس کا

تفصیلی جائزہ لے لیا تھا۔ وہ اس کی تصوراتی مہ لقا سے بالکل مختلف تھی۔ نہ بھاری بھر کم اور نہ

بد صورت۔ آواز میں بھی نرمی تھی۔

مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ وہ کلینک کے عملے میں بھی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ معاملہ تھا آدھے دن کی چھٹی کا.... اور اب دو بجنے والے تھے۔ قاعدے سے ایک ہی بجے کلینک کو بند ہو جانا چاہئے تھا۔

عمران اٹھ کر ڈسپنری کی طرف چلا گیا۔

کمپاؤنڈر ایک نرس سے کہہ رہا تھا۔ ”کیسے کلوز کر دوں..... گاڑی تو چھوٹ گئی ہے۔ مجھے رکنا پڑے گا۔ تم لوگ جاؤ۔“

”کیا ہمیشہ اسی طرح چلی جاتی ہیں....؟“ عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”آپ کون ہیں جناب....؟“ کمپاؤنڈر نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”مجھے بٹھا کر گئی ہیں.... ان سے ملنے آیا تھا۔“

”کچھ کہا نہیں جاسکتا کب آئیں گی۔“

”میں قیامت تک انتظار کروں گا۔“

”آپ ہیں کون....؟“

”ایک مریض....؟“

”وہ مردوں کو نہیں دیکھتیں....؟“

”نہ دیکھنا ہوتا تو.... مجھے بٹھا کر کیوں جاتیں....؟“

”میں نہیں جانتا.... بیٹھے....؟“

”کیا کوئی بہت پرانا مریض ہے....؟“

”ہرگز نہیں....؟“ نرس بولی۔ ”میرے علم میں تو کوئی انگریز مریض کبھی نہیں رہا۔“

”مریضہ ہوگی۔ مردوں کو کہاں دیکھتی ہیں۔“ عمران نے کمپاؤنڈر کو آنکھ مار کر کہا اور وہ

اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

”جی نہیں.... کوئی غیر ملکی مریضہ بھی نہیں ہے.... اور اس لڑکی کو میں نے یہاں پہلی بار

دیکھا ہے۔“

”آخر گئی کہاں ہیں....؟“

”کسی کو بھی بتا کر نہیں گئیں کہ کہاں جا رہی ہیں۔“

”بڑی مصیبت ہے.... میں بکروں کے ریٹ لایا ہوں۔“

”بکروں کے ریٹ....؟“

”جی ہاں.... اپنا بکرا خود ذبح کریں گی۔ قصابوں نے دھاندلی پجار کھی ہے۔“

”مجھ سے تو نہیں کہا....؟“ نرس بولی۔

”کلینک میں نہیں ذبح کریں گی۔“

”آپ جتنا نہیں کیسی بات کر رہے ہیں جناب....؟“ سیاہ فام کمپاؤنڈر نے لال لال آنکھیں

نکالیں۔

”آپ نے ڈاکٹر زیدی کے کمپاؤنڈروں کو دیکھا۔“ عمران نے نرس سے پوچھا۔

”جی نہیں....؟“

”ایک سے ایک گلفام اور گوگھریالے بالوں والا ہے اور ایک یہ ہیں....؟“ عمران نے کمپاؤنڈر

کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آپ کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“ کمپاؤنڈر بھنکا کر بولا۔

عمران نے اس کی طرف توجہ دے بغیر نرس سے کہا۔ ”گوشت کی پرابلم کا واحد حل یہ ہے

کہ کچھ لوگ مل کر ایک تندرست اور توانا بکرا خریدیں اور ذبح کر کے آپس میں تقسیم کر لیں۔

ریفریجریٹر تو قریب قریب سبھی رکھتے ہیں۔ نہیں بھی رکھتے تو پڑوسی پر پڑوسی کا حق بہر حال

ہوتا ہے۔ جب گوشت ختم ہو جائے تو پھر بکرا خرید لائیں۔ خرید کہاں سے لائیں مجھ سے معاملہ

حل کریں۔ بازار سے سستا اور اچھا گوشت نہ ملے تو یہ دھندا ہی چھوڑ دوں گا۔“

”آپ تشریف لے جایئے.... ہمیں نہیں چاہئے بکرا کر....؟“ کمپاؤنڈر چڑچڑایا۔

”دکرا تو میں خود بھی آپ کو نہیں دوں گا۔ ڈاکٹر اور کمپاؤنڈروں کے بس کا روگ نہیں۔“

”یہ دکر کیا ہوتا ہے جناب....؟“ نرس نے مسکرا کر پوچھا۔

”کمپاؤنڈر صاحب جانتے ہیں....؟“

”میں صاحب نہیں چمار ہوں.... آپ تشریف لے جایئے۔“

”اپنی زبان سے تو نہ کہئے....؟“

”آپ چلے جایئے یہاں سے....؟“

”کیسے چلا جاؤں.... ڈاکٹر ملے لقا بٹھا کر گئی ہیں۔“

”تو جا کر بیٹھے انہی کی کرسی پر....؟“

”آئیئے.... آئیئے.... میرے ساتھ آئیئے....؟“ نرس دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

عمران اس کے پیچھے انتظار گاہ میں آیا۔  
 ”یہاں بیٹھے.... وہ بد دماغ ہے۔ ذرا سی دیر ہو گئی ہے تو پاگل ہوا جا رہا ہے۔“ نرس نے کہا۔  
 ”ایسے حالات کا عادی نہیں معلوم ہوتا۔“  
 ”جی نہیں.... ڈاکٹر بہت با اصول ہیں۔ مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ ایسا پہلے کبھی ہوا ہو۔ یقیناً وہ قریب ہی ہوں گی اور دس پانچ منٹ کی بات رہی ہوگی۔ ورنہ وہ صاف انکار کر دیتیں۔“  
 ”ایسا نہ کہئے.... معاملہ ایک انگریز لڑکی کا تھا۔“  
 ”آپ شاید ڈاکٹر کو اچھی طرح نہیں جانتے، انہوں نے خود بھی انگلستان ہی میں تعلیم حاصل کی ہے اور سفید فاموں سے قطعی مرعوب نہیں ہیں۔“  
 ”تب تو بڑی اچھی بات ہے....!“  
 ”اسی لئے مجھے تشویش ہے اسی کی گاڑی پر گئی ہیں کہیں ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا۔“  
 ”ارے نہیں.... ایسا نہ سوچئے....!“  
 ”سوچنا پڑتا ہے.... اگر کوئی وجہ ہوتی تو یقیناً فون کر دیتیں کہ ان کا انتظار نہ کیا جائے اور کلینک بند کر دیا جائے۔“  
 ”اگر یہ بات ہے تب تو سوچنا پڑے گا۔“ عمران نے کہا اور ذہن پر زور دینے لگا۔ نئے ماڈل کی مرسیدز تھی.... اور نمبر.... نمبر اس نے غور سے دیکھے تھے اور اگر یادداشت دھوکا نہیں دے رہی تھی تو ذہن میں نمبر محفوظ بھی تھے۔ ایکس وائی زیڈ تین سو گیارہ (XYZ 311)۔  
 ”آپ گھر پر تو فون کیجئے....“ عمران نے کہا۔  
 ”جی ہاں.... میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔  
 ”وہ چلی گئی تھی اور عمران سوچ میں گم رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔  
 ”کوئی میسج نہیں ہے جناب....!“ اس نے اطلاع دی۔  
 ”کیا فون پر ڈاکٹر شاہد تھے۔“  
 ”نہیں جناب....! ملازم تھا۔ ڈاکٹر شاہد تو گیارہ بجے ہی کہیں باہر چلے گئے تھے۔“  
 ”باہر چلے گئے تھے....؟“  
 ”جی ہاں....! وہ ڈاکٹر کو اپنی روانگی کی اطلاع دینے یہاں آئے تھے۔ لیکن شاید ڈاکٹر نہیں چاہتی تھیں کہ وہ باہر جائیں۔“  
 ”یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔“

دونوں میں خاصی دیر تک بحث و تکرار ہوتی رہی تھی پھر وہ چلے گئے تھے اور در تک ڈاکٹر کا موڈ خراب رہا تھا۔  
 ”بڑی عجیب بات ہے....!“  
 ”اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔“  
 ”چار بجے تک انتظار کر کے پولیس کو فون کیجئے گا اور کسی ذمہ دار آدمی کی موجودگی میں کلینک بند کر کے گھر چلی جائیے۔“  
 ”اور گاڑی....؟“  
 ”میرا مطلب تھا کسی پولیس آفیسر کی موجودگی میں یہ کارروائی ہونی چاہئے اور گاڑی بھی اس کے سپرد کیجئے۔“



بات بڑھ گئی تھی۔ ڈاکٹر نہ لٹا کی واپسی آٹھ بجے تک نہیں ہوئی تھی۔ اس دوران میں عمران نے مرسیدز گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے حوالے سے خاصی معلومات فراہم کر لی تھیں اور اپنے ماتحتوں کو ان سے متعلق ہدایات دینے کے لئے ایکس ٹو والے فون کا ریسپور اٹھایا ہی تھا کہ سٹنگ روم والے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ ریسپور رکھ کر سٹنگ روم میں آیا۔ کال ریسپو کی۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔  
 ”کیا تم آج نہ لٹا کے کلینک گئے تھے....؟“  
 ”جی ہاں.... اور ڈھانکی بجے تک ان کی واپسی کا انتظار کرتا رہا تھا۔“  
 ”کمپاؤنڈر نے اپنی رپورٹ میں تمہارا ذکر ایک مشتبہ آدمی کی حیثیت سے کیا ہے۔“  
 ”کمپاؤنڈر کی مرضی....!“  
 ”اپنی اور تمہاری پوری گفتگو کا حوالہ بھی دیا ہے۔“  
 ”دیا ہو گا جناب....! اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ میں اپنا تعارف ڈاکٹر شاہد کے ہونے والے سالے کی حیثیت سے کر دیتا۔“  
 ”بکواس مت کرو....!“  
 ”جی بہت اچھا....!“  
 ”فوراً گھر پہنچو....!“



”بہت بہتر.....!“

ریسیور رکھ کر وہ پھر دوسرے کمرے میں پہنچا اور ایکس ٹو والے فون پر صفدر کے نمبر ڈائل کئے۔

”ہیلو.....!“ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

”ایکس ٹو.....!“

”لیس سر.....!“

جولیا کی رپورٹ کی مطابق وہ گاڑی کسی غیر ملکی ڈیوڈ ہملٹن کے نام پر رجسٹر ہوئی تھی۔ جو گیارہویں شاہراہ کی عمارت سام بلڈنگ کے ساتویں فلیٹ میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات.....!

”بہت بہتر جناب.....!“

”دوسری بات.....! آج بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر اس گاڑی کو ایک سفید فام لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ جس کے بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں عمر میں، پچیس سال کے درمیان، اوپری ہونٹ پر بائیں جانب ابھرا ہوا سرخ تل ہے۔ بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر وہ ایک لیڈی ڈاکٹر مہ لقا کو اپنے ساتھ لے گئی تھی کسی مریض کو دکھانے کے لئے۔ ڈاکٹر مہ لقا کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی۔ میرا مطلب ہے آٹھ بجے تک۔ اب آٹھ بج کر سترہ منٹ ہوئے ہیں۔ انوکا کیس بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ لڑکی بھی اسی فلیٹ میں رہتی ہے یا نہیں۔!“

”بہت بہتر جناب.....!“

”وٹس آل.....!“ یہ کہہ کر عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ سلیمان سے ٹڈ بھیڑ ہو گئی۔

”کبھی فرصت بھی ملے گی آپ کو.....!“ اس نے کہا۔

”فرصت ہی فرصت ہے..... کیا تکلیف ہے تمہیں.....؟“

”میری مونچھ کے دو بال سفید ہو گئے ہیں۔!“

”الحمد للہ..... بقیہ کب تک سفید ہو جائیں گے۔!“

”آپ سنجیدگی سے میری بات سن لیجئے.....!“

”اسی وقت.....؟“

”اسی لئے پہلے ہی پوچھ لیا تھا کہ فرصت ہے یا نہیں.....!“

”مونچھ کے دو عدد بالوں کے لئے قطعی فرصت نہیں.....!“

”وہ کالیا کہہ رہا تھا کہ تیسرا بال بھی سفید ہو جائے تو پھر شادی نہیں ہوتی۔!“

”جو ف کہہ رہا تھا تو پھر ٹھیک ہی ہو گا۔ نہ مجھے سفید بالوں کا تجربہ ہے اور نہ شادی کا۔!“

”آپ مجھے چند روزہ دن کی چھٹی دیں گے۔!“

”جب تیسرا بال سفید ہو جائے گا۔ چل ہٹ سامنے سے۔ گھر میں طلبی ہوئی ہے۔!“

”گھر میں طلبی ہوئی ہے۔!“ سلیمان نے حیرت سے کہا۔

”اے ہاں..... وہ اما کی لونڈیا گھر خ ہے ناں اس کی شادی کا چکر چل رہا ہے۔!“

”کس سے.....؟“

”قادر سے..... لیکن قادر اُسے پسند نہیں ہے۔!“

”ارے میری شکل اُسے یاد ہے یا نہیں.....!“

”کوئی تازہ تصویر لا دے..... صورت بھی یاد آ جائے گی۔!“

”تو گویا ابھی منجائش ہے.....!“

”بالکل..... بالکل گل رخ کی پسند کا معاملہ ہے۔!“

سلیمان قریب قریب دوڑتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا تھا اور واپسی میں بھی دیر نہیں لگائی

تھی۔ پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”تازہ ترین تصویر ہے۔!“

عمران ہی کا کوئی سوٹ پہنے ٹو سیٹر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

”اچھا تو یہ عیاشیاں ہوئی ہیں میری عدم موجودگی میں۔!“ عمران نے تصویر کو غور سے دیکھتے

ہوئے کہا۔

”آپ ہی کے نام پر مرتا ہوں۔ لوگ دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کون صاحب

ہیں۔ ارے جانتے نہیں.....! عمران صاحب کے خانساں چوہدری سلیمان صاحب ہیں۔!“

”چوہدری بھی ہیں.....!“

”ٹو سیٹر ڈرائیو کرنے والا لوہار تو کہلائے گا نہیں.....!“

”ٹھیک کہتا ہے..... ایک کو ٹھی بھی تیرے نام کرا دوں گا۔!“

”کون سی کو ٹھی.....؟“

”شہر کی جس کو ٹھی کی طرف بھی اشارہ کر دے گا۔ آخر خانساں چوہدری سلیمان صاحب

ہی کا تو عمران صاحب ہوں۔!“

”دیکھئے بات پکی ہی کر کے آئے گا.....!“

”اور تیرا یہ حق بھی محفوظ رکھوں گا کہ مجھے کچی روٹیاں کھلاتا رہے۔!“  
 ”رات کا کھانا بھی وہاں ہی کھا لیجے گا۔!“ سلیمان نے خوش ہو کر کہا۔

”ظاہر ہے مرغ تو صرف اپنے ہی لئے لایا ہو گا۔!“

”بڑا دالامی نہیں.....!“

”اچھا..... اچھا..... اب ہٹ جا سامنے سے.....!“

”تصویر تو لیتے جائیے.....!“ سلیمان سامنے سے ہٹا ہوا بولا۔

”زبانی بتا دوں گا کہ اپنا سوٹ پہنے اپنی ٹو سیٹر سے ٹیک لگائے کھڑا رہتا ہے چوہدری۔ تصویر

میں وہ دونوں بال صاف نظر آرہے ہیں۔!“

سلیمان کھڑا سو رہا تھا اور وہ فلیٹ سے باہر نکل آیا۔!

گھر پہنچا تو رحمان صاحب لان ہی پر ٹہلے ہوئے مل گئے۔

”پہلے کنگٹن اسٹریٹ کے تھانے جاؤ..... پھر یہاں آنا.....!“ انہوں نے کہا۔

”تت..... تھانے.....!“ عمران ہکلا دیا۔

”ایک مرسڈیز ملی ہے جسے ایک غیر ملکی لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ اُسے روک لیا گیا ہے۔ تم شناخت کر سکو گے۔!“

”جی ہاں..... کیا کپاؤنڈ اور نرس بھی.....!“

”میں نہیں جانتا..... تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم جاؤ.....!“

”بہت بہتر.....!“ عمران نے کہا اور واپسی کے لئے مڑا۔

کنگٹن کا تھانہ وہاں سے قریب تین میل کے فاصلے پر تھا۔ ٹو سیٹر تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی اور پھر وہ تھانے کے سامنے ہی روکی گئی تھی۔ قریب ایک مرسڈیز بھی کھڑی نظر آئی۔ لیکن وہ گاڑی ہرگز نہیں تھی جس پر وہ لٹالے جائی گئی تھی۔ اس کارڈ جسریشن نمبر پانچ عدد کا تھا اور سیریل بھی وہ نہیں تھا۔

وہ تھانے میں داخل ہوا لڑکی انچارج کے کمرے میں موجود تھی اور صد فیصد وہی لڑکی تھی جو وہ لٹالے گئی تھی۔ ڈاکٹر مہ لٹا کپاؤنڈر بھی موجود تھا۔

عمران کو دیکھتے ہی بول پڑا۔ ”یہی صاحب تھے بکرے بیچنے آئے تھے۔!“

عمران نے اپنا کارڈ انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا اور

کھڑا ہو گیا تھا۔

”مجھے افسوس ہے جناب.....!“ اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا معاملہ ہے۔!“

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے..... میں ہی تھا اپنے ایک دوست کی بیوی کے لئے وقت لینے گیا تھا۔“ عمران نے کہا اور اس کی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی ماحول سے لا تعلق نظر آرہی تھی۔

”کیا آپ نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے کیوں روکا گیا ہے.....؟“ عمران نے انسپکٹر سے پوچھا۔

”نہیں جناب..... وہ کہیں فون کرنا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اجازت نہیں دی۔ دراصل

سی آئی بی کے کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کی شناخت کے لئے کسی

کو بھیج رہے ہیں۔!“

”ٹھیک ہے..... یہی لڑکی تھی.....!“ عمران بولا۔

”کپاؤنڈر نے بھی شناخت کر لیا ہے۔!“

”لڑکی نے فوراً اعتراف کر لیا کہ وہ ڈاکٹر مہ لٹا کو لے گئی تھی۔!“

”کلینک سے صرف ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر رہتی ہوں۔“ اس نے کہا بھی یہی ہوا تھا۔

”قریبی کلینک وہی تھا میں سیدھی وہیں گئی تھی۔!“

اور ڈاکٹر مہ لٹا کو اپنی ہی گاڑی پر کلینک بھی واپس پہنچا دیا تھا.....؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔

”نہیں..... میں نے کہا تھا کہ پہنچا دوں..... لیکن اس نے کہا کہ فاصلہ زیادہ نہیں ہے اور

اسے راستے ہی میں کسی جگہ رک کر کچھ خریدنا بھی ہے۔ پیدل ہی واپس ہوئی تھی۔!“

انسپکٹر نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو۔ اسے بتا

دیجئے کہ مہ لٹا اب تک گھر نہیں پہنچی۔!“

انسپکٹر نے لڑکی کو اطلاع دی۔

”خدا کی پناہ..... تو اس لئے مجھے روکا گیا ہے۔ اب تو مجھے گھر فون کرنے دیجئے۔“ لڑکی نے کہا۔

انسپکٹر نے عمران کی طرف دیکھا۔ اب لڑکی بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

عمران کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ اس نے عمران سے کہا۔ ”شاید تم ہی

تو تھے جس نے چلتے وقت ڈاکٹر سے کچھ کہا تھا۔!“

”اسی قصور پر تو میں پکڑ بلوایا گیا ہوں۔!“ عمران کراہا۔

”سوال یہ ہے کہ اگر وہ غائب ہو گئی ہے تو میرا کیا قصور.....!“

”یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں..... مسٹر انسپکٹر..... براہ مہربانی ہم دونوں کو جانے کی اجازت

دبّجے۔ ہم بالکل بے قصور ہیں۔“

”ظاہر ہے.... ظاہر ہے....!“ انپکٹر سر ہلا کر بولا۔ ”آپ دونوں اپنے تحریری بیان دے کر جاسکتے ہیں۔“

”شکریہ....! لائے کاغذ....!“ عمران جیب سے کاغذ نکالتا ہوا بولا اور لڑکی سے کہا۔ ”تم بھی وہی لکھ دو جو ابھی کہا تھا۔“

”بالکل لکھ دوں گی....!“

دونوں نے اپنا اپنا تحریری بیان انپکٹر کے حوالے کر دیا تھا۔

”تو پھر جائیں ہم دونوں....!“ عمران نے احتقانہ انداز میں انپکٹر سے پوچھا۔

”ضرور.... ضرور....!“ انپکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ ”مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ دونوں کو زحمت ہوئی۔“

عمران اور لڑکی ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔

”کیسی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔“ لڑکی نے کہا۔ ”پاپا کو علم ہو گا تو ان کے مرض میں اضافہ ہو جائے گا۔“

”تخیر معده کا شانی علاج صرف یونانی طب کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس تو اس میں ناکام ہو چکی ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو.... پانچ سال سے مسلسل علاج ہو رہا ہے۔ وقتی طور پر افاقہ ہوتا ہے اور پھر وہی مصیبت....!“

”مجھے یونانی طریق علاج میں خاصا دخل ہے۔ اگر کہو تو میں دیکھ لوں تمہارے پاپا کو....!“

لڑکی نے غور سے اُسے دیکھا۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”چلو اچھا ہے تم اگر انہیں اس لیڈی ڈاکٹر کے سلسلے میں مطمئن کر سکو تو میرے لئے بہتر ہو گا۔ ظاہر ہے کہ جب میں اپنا تحریری بیان دے چکی ہوں تو آئندہ کارروائیوں میں بھی مجھ سے مزید پوچھ گچھ ہو سکتی ہے۔“

”ہاں یہ تو بات ہے....!“

”میں تم سے استدعا کرتی ہوں کہ ضرور چلو میرے ساتھ۔ میں سخت زورس ہو گئی تھی۔ یہ سن کر کہ وہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی۔ تم نے بڑا سہارا دیا۔ اگر تم دخل اندازی نہ کرے تو یہ آفیسر آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔“

”ہاں.... کم از کم رات بھر ضرور بند رکھتا۔“

”چلو میرے ساتھ.... اس کے بعد جہاں کہو گے خود پہنچا دوں گی۔“

”ضرور.... ضرور....!“

عمران اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔

”تم مجھے بہت شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ اُس نے کہا۔

”چاہئیں۔ میں تو نہیں جانتا۔“ عمران نے احتقانہ انداز میں کہا۔

”میرے پاپا ماہر ارضیات ہیں۔ تمہاری حکومت نے ان کی خدمات حاصل کی ہیں۔“

”اچھا.... اچھا.... میں ان کا علاج کر دوں گا۔“

”لیکن ہم لوگوں کے لئے یہ طریق علاج بالکل نیا ہو گا۔“

”بڑی لذیذ ادویات ہوتی ہیں۔ تم تو یہ چاہو گی کہ انہیں ٹوسٹ پر لگا کر کھا جاؤ۔“

”تب تو بڑی اچھی بات ہے۔ میری چھینکوں کا علاج بھی کر دینا۔ آتی ہیں تو آتی ہی چلی جاتی ہیں۔“

”چھینکنے سے پہلے ناک میں سرسراہٹ ہوتی ہے یا کان میں....!“

”اس پر تو غور نہیں کیا....!“

”اب غور کرنا....!“

”تو تم بھی ڈاکٹر ہو....؟“

”حکیم.... یونانی علاج کرنے والے حکیم کہلاتے ہیں۔“

”کیا اس لیڈی ڈاکٹر سے تمہاری دوستی ہے۔“

”نہیں.... پہلی بار گیا تھا۔ ایک دوست کی بیوی کے لئے وقت لینے۔ جو یونانی طریق علاج پر یقین نہیں رکھتے۔“

”لذیذ دوائیں اُسے پسند نہیں ہیں؟“

”خدا جانے.... ادھ معاف کرنا.... میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا۔“

”میرا نام ہے کہور نیلیا.... تم نیلی کہہ سکتے ہو۔“

”شکریہ.... میرا نام ہے عمران تم ران کہہ سکتی ہو۔“

”ہیلو ران....!“ وہ ہنس کر بولی۔

”ہیلو نیلی....!“

”اتنی ڈرا سی دیر میں ہم دوست بن گئے۔“ لڑکی پھر ہنس پڑی۔

اور عمران بھی احمقانہ انداز میں ہنس پڑا۔  
 ”میں نے محسوس کیا ہے کہ تمہارے یہاں لڑکے اور لڑکیاں الگ الگ رہتے ہیں۔!“  
 ”اور مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے۔!“  
 ”تمہاری کوئی گرل فرینڈ ہے....؟“  
 ”اسی لئے تو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔!“  
 ”میں کسی رہوں گی۔!“  
 ”تت.... تت.... تم بہت اچھی ہو....!“ عمران ہکھلایا۔  
 ”شکریہ....!“

گاڑی ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ خاصا کشادہ لان تھا اور روشنی کا بھی معقول انتظام تھا۔ گاڑی پورچ میں رکی تھی۔  
 ”تم انگلش کے علاوہ اور کون کون سی یورپی زبانیں بول سکتے ہو....؟“  
 ”کوئی بھی نہیں.... ہمارے یہاں صرف انگلش ہی عام طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ ہم پر انگریزوں ہی کی حکومت رہی ہے تا....!“  
 ”تمہاری انگلش بہت اچھی ہے۔!“  
 ”شکریہ نیلی....!“  
 ”میری مادری زبان جرمن ہے.... میرے باپ پچھلی جنگ عظیم میں ہجرت کر کے امریکہ آ گئے تھے۔!“

”تم مجھے جرمن سکھا دو....!“ عمران کھکھکیلا۔  
 ”بڑی خوشی سے....!“

وہ اسے اندر لائی تھی اور سیدھی لائبریری میں لیتی چلی گئی تھی۔ جہاں ایک ادھیڑ عمر کا دبلا پتلا آدمی آرام کرسی پر نیم دراز پاپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر سیدھا ہو بیٹھا۔  
 ”یہ مسٹر عمران ہیں پاپا۔“ وہ جلدی سے بولی۔ ”مجھے پولیس نے روک لیا تھا۔!“  
 ”کک.... کیوں....؟“

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ مسٹر عمران کی وجہ سے جلد گلو خلاصی ہو گئی ہے وہ جو لیڈی ڈاکٹر آئی تھی۔ غائب ہو گئی ہے۔!“  
 ”غائب ہو گئی ہے.... میں نہیں سمجھا....!“

”یہ مسٹر عمران اس وقت کلینک میں موجود تھے۔ جب میں اسے یہاں لائی تھی۔ تم تو بیہوش تھے اس نے انجکشن دیا تھا اور پھر جب میں نے اس سے کہا کہ چلو تمہیں کلینک تک چھوڑ آؤں تو اس نے کہا کہ پیدل ہی چلی جائے گی۔ اُسے راستے میں کچھ خریدنا ہے۔!“  
 ”اچھا تو پھر....!“  
 ”وہ اب تک نہ تو کلینک پہنچی ہے اور نہ گھر....!“  
 ”یہ تو بہت بُری خبر ہے.... بے بی.... لیکن تمہیں پولیس نے کیسے پکڑا....!“  
 ”کنکشن اسٹریٹ سے گزر رہی تھی کہ روک لی گئی۔ پھر یہ مسٹر عمران شاید میری شناخت کے لئے بلوائے گئے تھے۔!“

”اچھا.... اچھا....!“  
 ”اور میں نے پولیس آفیسر کا دماغ درست کر دیا....!“ عمران بولا۔  
 ”تمہارا بہت بہت شکریہ....! ہم یہاں اجنبی ہیں.... بیٹھ جاؤ کھڑے کیوں ہو.... بے بی ان کی مدد کرتا کرو۔!“  
 ”کیا پیو گے....؟“ نیلی نے پوچھا۔  
 ”چائے اور سادہ پانی کے علاوہ کچھ نہیں پیتا....!“  
 ”اچھا.... اچھا....!“ بوڑھا سر ہلا کر بولا۔ ”چائے ہی سہی....!“  
 نیلی چلی گئی.... اور عمران نے بوڑھے سے کہا۔ ”آپ کے مرض کے بارے میں معلوم کر کے سخت افسوس ہوا....!“

”کیا بتاؤں.... سارا قصور خرگوش کے گوشت کا ہے۔ پانچ سال پہلے ایک ایسے خطے کا سردے کرنا پڑا تھا جہاں خرگوش کے علاوہ اور کوئی جانور پایا نہیں جاتا۔ چھ ماہ تک اسی کے گوشت پر گزارا کرنا پڑا تھا اور یہ مرض مول لے بیٹھا تھا۔!“  
 ”اُسے خرگوش کیا.... طب یونانی تو ہاتھی تک کو مٹن بنا کر رکھ دیتی ہے۔!“  
 ”طب یونانی....؟“

”ہاں.... خرگوش کے گوشت کے مضر اثرات زائل ہو سکتے ہیں۔ امی کی چٹیاں اس کے پیٹ میں بھر کر ابال لو.... بے ضرر ہو کر رہ جاتا ہے۔!“  
 ”امی کی چٹیاں اگر اس علاقے میں دستیاب نہ ہوں تو....!“  
 ”گیلی مٹی کہاں نہیں ہوتی.... کھال اتار کر اور آلائش صاف کر کے گیلی مٹی میں دبا دو۔ تین

گھنٹے تک دبا رہے دو۔ پھر نکال کر دھو ڈالو۔۔۔۔۔ بس یہ سمجھ لو کہ اہلی کی پتیوں ہی والی کارروائی ہو گئی! کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ نیلی واپس آگئی اور بولی۔ ”اب کوئی پولیس آفیسر یہاں بھی آ پہنچا ہے۔!“

”آئے دو۔۔۔۔۔ اس کا بھی دماغ درست کر دوں گا۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ طب یونانی!“ بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور نیلی سے بولا۔ ”بہت بُرا ہوا بہت بُرا۔ ہم بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ بلاؤ اسے“

پھر کیپٹن فیاض عمران کی شکل ہی دیکھتا رہ گیا تھا۔ کیونکہ طب یونانی کے فضائل بڑی شد و مد سے بیان کئے جا رہے تھے اور وہ ایسا بن گیا تھا جیسے فیاض سے شناسائی تک نہ ہو۔ فیاض نے بھی شاید چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

لڑکی سے براہِ راست سوالات کرنے لگا تھا۔ عمران خاموش سنتا رہا بوڑھا بھی خاموش تھا۔ ”کیا کوئی ایسا گواہ ہے جس نے ڈاکٹر ملہ لقا کو یہاں سے پیدل جا۔ تہ دیکھا ہو۔!“ فیاض نے بالآخر اپنی دانست میں سب سے زیادہ خطرناک سوال کیا۔ لڑکی ہچکچاتی تھی۔ لیکن عمران تر سے بولا۔ ”ہے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ برابر والے بنگلے میں انٹرنیشنل بینک کا اسسٹنٹ منیجر صدیقی رہتا ہے اس نے دیکھا تھا۔!“

وہ تینوں ہی اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

”میں ابھی اُسے بلائے لاتا ہوں۔۔۔۔۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”جی نہیں آپ تشریف رکھئے۔۔۔۔۔!“ فیاض نے بھنا کر کہا۔

”ہاں! شاید ران ٹھیک کہتا ہے۔!“ لڑکی بولی۔

”ران۔۔۔۔۔!“ فیاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”میرا نام عمران ہے۔۔۔۔۔ یہ بے تکلفی میں ران کہتی ہیں۔ ہم پرانے دوست ہیں۔!“

فیاض نے طویل سانس لی اور شاید خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

”آپ اس وقت کلینک میں موجود تھے۔!“ فیاض نے کھٹکار کر کہا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ میں وہاں موجود تھا۔!“

”تعب ہے کہ آپ گاڑی میں نہیں بیٹھ گئے جب کہ پرانے دوست تھے۔!“

”یہ میں ہی جان سکتا ہوں کہ مجھے کب کیا کرتا ہے۔!“

”پھر آپ تصدیق کے لئے کیوں بلوائے گئے تھے جناب جب کہ پرانے دوست ہیں۔!“

”ہو بھی کمال ہے وہ پولیس آفیسر کیسے جان سکتا ہے کہ ہم پرانے دوست ہیں۔ کیا آپ کو معلوم تھا۔۔۔۔۔ میں نے ابھی بتایا ہے۔۔۔۔۔!“

اس کے بعد فیاض چند مزید اُلٹے سیدھے سوالات کرنے کے بعد رخصت ہو گیا تھا۔

”دیکھا اس کا بھی دماغ درست کر دیا نا۔۔۔۔۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔!“ بوڑھے نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ ”لیکن میرے پڑوسی بینک منیجر والی شہادت کی بات۔۔۔۔۔؟“

”وہ یہی کہے گا کہ اس نے لیڈی ڈاکٹر کو پیدل جاتے دیکھا تھا۔ میرا دوست ہے۔!“

”واہ۔۔۔۔۔ ران واہ۔۔۔۔۔ تم نے تھوڑی دیر پہلے کی دوستی کا حق ادا کر دیا۔!“ نیلی نے کہا۔

”لفظ دوستی کا تقدس اور احترام کوئی ہم مشرقیوں سے پوچھے۔!“

”میں تسلیم کرتا ہوں۔۔۔۔۔!“ بوڑھا بولا۔

پھر چائے آئی تھی اس کے بعد نیلی نے عمران سے کہا تھا کہ وہ جہاں کہے اُسے پہنچا آئے۔

”نہیں مجھے بھی پیدل ہی جانے دو۔۔۔۔۔!“ عمران نے کہا۔ ”تمہارے پڑوسی بینک منیجر سے

بھی تو بات پکی کرنی ہے۔ کل خود ہی ادھر آ جاؤں گا۔!“

باہر نکل کر وہ برابر والے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا اور برآمدے کی طرف چل پڑا تھا۔



آدھے گھنٹے بعد صدیقی کے بنگلے سے برآمد ہو کر فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ کسی ٹیکسی کا انتظار تھا۔ اپنی ٹو سیٹر تو کنگشن کے تھانے کے باہر چھوڑ آیا تھا۔

ٹیکسی جلد ہی مل گئی۔ ڈرائیور کو کنگشن اسٹریٹ چلنے کی ہدایت دے کر سیٹ کی پشت گاہ سے نکل گیا۔

پھر جلد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک گاڑی ٹیکسی کا تعاقب کر رہی ہے۔

”نہیں۔۔۔۔۔ کنگشن نہیں۔ پہلے مجھے سول لائسنس جانا ہے۔!“ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

”بہت اچھا جناب۔۔۔۔۔!“

گاڑی اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور منہ میں ایک پیس ڈال کر اُسے آہستہ سے کچلنے لگا۔ حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تعاقب کا مطلب یہ تھا کہ باپ بیٹی اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ یا پھر محض اس کے بارے میں پوری

معلومات فراہم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا گیا ہو۔

بہر حال اُسے رانا پیلس جانا تھا۔ رحمان صاحب سے ملاقات بھی ضروری تھی۔ لیکن وہ کم از کم اس وقت کسی قسم کا بھی رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔  
ٹیکسی اُس نے رانا پیلس کے سامنے رکوائی تھی اور تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

”ٹیکسی سے اتر کر اُس نے کرایہ ادا کیا اور پھانک کی طرف چل پڑا۔

یہاں بلیک زیرو رانا تہور علی کے سیکریٹری کی حیثیت سے مستقل طور پر مقیم تھا۔

پھانک پر پہنچ کر عمران نے چوکیدار سے کہا۔ ”رانا صاحب کے سیکریٹری کو فون کرو کہ عمران آیا ہے۔“

سیکریٹری کی اجازت حاصل کئے بغیر چوکیدار کسی کو کمپاؤنڈ میں قدم بھی نہیں رکھنے دیتا تھا۔ پھانک پر کھڑے ہی کھڑے عمران نے تعاقب کرنے والی گاڑی کی واپسی بھی نوٹ کی۔ گاڑی کی رفتار زیادہ تیز بھی نہیں تھی۔ شاید ڈرائیور اس عمارت کا محل وقوع اچھی طرح ذہن نشین کر لیتا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران عمارت کے ایک کمرے سے رحمان صاحب کو فون کرتا نظر آیا۔ بلیک زیرو اس کے قریب ہی مؤدب کھڑا تھا۔

”کیا بات ہے.... تم آئے کیوں نہیں....؟“ رحمان صاحب نے سوال کیا۔

”غالباً فیاض صاحب نے رپورٹ دے دی ہوگی۔“

”تمہاری یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”وہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے یہ بتائیے کہ معاملہ کنگشن تھانے سے اچانک آپ کے محکمے میں کیسے پہنچ گیا۔“

”مجھے حالات کا علم نہیں تھا۔ میں نے شام کو چھ بجے مہ لقا سے گھر پر بات کرنی چاہی تھی۔ وہاں پر نرس موجود تھی جس کے سامنے وقوعہ ہوا تھا۔ اُسی نے میری کال ریسیو کی اور بتایا کہ کنگشن کے تھانے میں رپورٹ درج کرادی گئی ہے۔ اس نے اس آدمی کا ذکر بھی کیا جو مہ لقا کے ہاتھ جبرے فروخت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فیاض کو ہدایت کی کہ وہ تھانے سے معلومات حاصل کرے۔“

”بہر حال....! میں چاہتا ہوں کہ آپ کا محکمہ اس معاملے کی طرف سے اپنی توجہ فوری طور

پر ہٹالے۔“

”کیا مطلب....؟“

”کھیل بگڑ جائے گا۔ اُسے فی الحال کنگشن کے تھانے ہی تک محدود رہنے دیجئے۔ لڑکی بلا شبہ وہی ہے لیکن مرسیڈیز وہ نہیں ہے۔ ہاں ڈاکٹر شاہد کا کچھ پتا چلا۔“

”کوئی نہیں جانتا ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔“

”مہ لقا کے اغواء کی داستان پریس میں جانے دیجئے۔ اس کی تصویر سمیت۔“

”کیوں....؟“

”شاہد کی واپسی کے لئے....!“

”ضروری نہیں ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ دونوں گمشدگیاں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔“

”آخر کس بناء پر....!“

”بناء ہی معلوم کرنے کے لئے شاہد کی فوری واپسی بے حد ضروری ہے۔“

”آخر تمہارے ذہن میں کیا ہے....؟“

”شاہد خائف تھا۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔“

”تو پھر اسے پریس میں جانے دیجئے۔“

”اچھی بات ہے....!“

”فی الحال صرف فون پر رابطہ رکھ سکوں گا۔“

”اچھا....! دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

سائڈس ڈس بج گئے تھے۔ عمران نے اس کے بعد اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ سلیمان نے کال ریسیو کی۔

”تیرے لئے سنہرا موقع ہے۔“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”کیا بات کہی ہو گئی جناب عالی....! سلیمان کی چکار سنائی دی۔“

”تھوڑی سی کچی ہے ابھی۔ دیکھ میرا سب سے اچھا سوٹ پہن اور ایک ٹیکسی کر کے کنگشن کے تھانے پہنچ جا۔ ٹوسیٹر باہر ہی کھڑی ملے گی۔ تجھے تو علم ہے کہ کنکیشن کی دوسری کنبی کس خانے میں چھپا کر رکھتا ہوں۔“

”اچھی طرح جناب عالی....!“

”بس تو پھر تو اُسے وہاں سے گیراج میں پہنچا دے۔!“

”کیا بات ہوئی....!“

”سوٹ اتار کر اُسے سلیقے سے پریس کرنا اور الماری میں لٹکا دینا۔!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صفدر نے رپورٹ دی ہوگی تو فون سے ایجنڈا ریکارڈر میں ریکارڈ ہوگی ہوگی اور اب اس کے لئے گھر ہی جانا پڑے گا۔ لیکن پھر اس نے میہیں سے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن جواب نہ ملا۔ لیکن دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد اس نے جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔

”ہیلو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ایکس ٹو....!“

”لیس سر....! وہ جناب میں نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔!“

”کیوں....؟“

”جزیرہ موبار سے صفدر کی کال آئی تھی۔ اس نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ گیارہ بجے وہ پھر کال کرے گا۔!“

”اس سے کہو کہ تین سات نوچھ پر مجھ سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اس وقت سے صبح پانچ بجے تک۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

”وہ جزیرہ موبار جا پہنچا ہے۔!“ عمران نے مڑ کر بلیک زیرو سے کہا۔

”ہو سکتا ہے کسی کا تعاقب کر رہا ہے۔!“

”یہی بات ہو سکتی ہے۔!“

گیارہ بج کر پانچ منٹ پر صفدر کی کال آئی تھی۔

”تفصیلی معلومات کا موقع ہی نہ مل سکا جناب....!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”ٹھیک پونے نو بجے

دونوں فلیٹ سے نکلے تھے اور اسی مرسیڈیز میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ میں نے

تعاقب ہی کرنا مناسب سمجھا....!“

”کن دونوں کی بات کر رہے ہو....!“

”ڈیوڈ ہملٹن اور وہ لڑکی....!“

”کون لڑکی....؟“

”وہی جناب جس کے اوپری ہونٹ پر سرخ تل ہے اور اتنا نمایاں ہے کہ دور سے بھی نظر آتا ہے۔ بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں۔!“

”اچھا آگے کہو....!“

”وہ بندر گاہ پہنچے اور اس بڑی اور تیز رفتار لانچ پر سوار ہو گئے جو قریبی جزیروں تک جاتی ہے۔ میں بھی اسی لانچ میں ان کے ساتھ موبار تک آ پہنچا اور اب وہ یہاں اس وقت بلیو بیون ٹائٹ کلب میں پاگلوں کی طرح رقص کر رہے ہیں۔!“

”لہذا تم ہوش مندوں کی طرح فوراً واپس آ جاؤ.... اور وہاں ٹھہرو جہاں انہوں نے بندر گاہ پر اپنی گاڑی پارک کی ہے۔ اس پر خاص طور پر نظر رکھنا کہ لڑکی بھی واپس آتی ہے یا نہیں۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”جلدی کرو....!“

”بہت بہتر....!“

عمران نے ریسپورڈ کریڈل پر رکھتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا۔ ”وہ پوری طرح ہوشیار ہیں اور انہیں بل بل کی خبر ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا جناب....!“

”لڑکی پونے نو بجے میرے ساتھ تھی اور وہ کہہ رہا ہے کہ پونے نو بجے سے وہ اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ وہ ڈیوڈ ہملٹن کے ساتھ ہے اور دونوں جزیرہ موبار کے ایک ٹائٹ کلب میں رقص کر رہے ہیں۔!“

”حیرت انگیز....!“

”قطعی نہیں....! جس لڑکی کے ساتھ میں تھا صفدر نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ سرخ تل بنا لینا مشکل نہیں اور یہ لڑکی کی آسان ترین شناخت ہے۔!“

”تب پھر یہ لڑکی دیدہ دانستہ کنکشن کے تھانے کے قریب سے گزری ہوگی تاکہ شے سے بالاتر ہو جائے۔!“

”ہو سکتا ہے لیکن یہ احمقانہ حرکت ہے۔ معاملات کو الجھانے کا ایک گھٹیا طریقہ۔ باخبر ضرور ہیں وہ لوگ لیکن زیادہ ذہین نہیں یا پھر بہت زیادہ ذہین ہیں اور ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ بالکل گھامڑ ہیں، آسانی سے پکڑے جائیں گے۔!“

”جی ہاں.....! دونوں ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔!“  
 ”خیر دیکھا جائے گا۔!“

عمران اُسی کمرے کے ایک صوفے پر لیٹ گیا تھا اور فون سرہانے رکھ لیا تھا۔

بارہ بج کر دس منٹ پر فون کی تھنٹی پھر بجی تھی۔ دوسری طرف صفدر ہی تھا۔

”میں بندرگاہ پر واپس آگیا ہوں جناب.....!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”لیکن گاڑی اس جگہ موجود نہیں ہے جہاں پارک کی گئی تھی۔!“

”گھر واپس آکر سو جاؤ..... مجھے بھی نیند آرہی ہے۔!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا اور روشنی بجھا کر لیٹ گیا۔



دوسری صبح کے اخبارات میں ڈاکٹر مہ لقا کے اغواء کی داستان چھپ گئی تھی اور ساتھ ہی تبصرہ بھی تھا کہ ماہر ارضیات ہانس پریسیا کی بیٹی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مہ لقا پیدل واپسی پر اصرار نہ کرتیں تو یہ واردات اتنی آسانی سے نہ ہو سکتی۔ انٹرنیشنل بینک کے اسٹنٹ منیجر مسٹر صدیقی نے مس کورنیلیا کے بیان کی تصدیق کی ہے کہ ڈاکٹر مہ لقا وہاں سے پیدل ہی روانہ ہوئی تھیں۔ مسٹر صدیقی مسٹر ہانس پریسیا کے پڑوسی ہیں۔

عمران نے اخبار بلیک زید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”جب اس لڑکی نے اعتراف کر لیا تھا کہ وہی مہ لقا کو لے گئی تھی تو پھر موبار والے ڈرائے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔!“

”آپ ہی نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بارے میں ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر نیکی کو شش کر رہے ہیں۔!“  
 ”فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔!“

فون کی تھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔  
 ”نئی خبر ہے جناب۔ ڈیوڈ ہملٹن نامی آدمی چھ ماہ قبل اس فلیٹ میں رہتا تھا اب وہاں ایک بوڑھی عورت رہتی ہے۔ پڑوسیوں نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔!“

”تو کیا وہ دونوں اس کے رشتہ دار تھے جن کے ساتھ تم موبار گئے تھے۔!“

”وہ کہتی ہے کہ میں یہاں تنہا رہتی ہوں اور کل تو کوئی آیا بھی نہیں تھا۔!“

”تمہیں یقین ہے کہ تم نے ساتویں ہی فلیٹ سے انہیں برآمد ہوتے دیکھا تھا۔!“

”جی ہاں..... مجھے یقین ہے.....!“

”گاڑی کہاں کھڑی کی تھی.....؟“

”عمارت سے دوڑھائی فرلانگ کے فاصلے پر۔ وہ دونوں وہاں سے پیدل گاڑی تک گئے تھے۔!“

”بوڑھی عورت کے بارے میں کیا خیال ہے.....؟“

”وہ ایک عیسائی عورت ہے۔ گرین ٹمپل گرلز ہائی سکول میں ہیڈ مسٹریس کے فرائض انجام دیتی ہے۔ پڑوسیوں سے معلوم ہوا ہے انہوں نے کبھی کسی مرد کو اس کے فلیٹ میں آتے نہیں دیکھا۔ عورتیں ہی آتی ہیں۔ بہر حال میں نے اس آدمی کا حلیہ بھی پڑوسیوں کو بتایا تھا لیکن جواب ملا کہ وہ ڈیوڈ ہملٹن نہیں ہو سکتا۔ ڈیوڈ ہملٹن ایک موٹا اور ادھیڑ عمر کا آدمی ہے۔ جوان اور اسرارٹ نہیں تھا۔!“

”ہوں..... اچھا..... دوسری ہدایات کا انتظار کرو۔!“ عمران نے کہہ کر ریسیور کرپڈل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے بلیک زید کو صفدر کی رپورٹ سے آگاہ کیا تھا۔

”کسی حرکت کا بھی مقصد سمجھ میں نہیں آرہا۔!“ بلیک زید بولا۔

”پوری پارٹی عمران معلوم ہوتی ہے۔!“ عمران بانئیں آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔

”میری دانست میں تو وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہماری تمام تر توجہ کورنیلیا ہی کی طرف رہے۔!“

”اور کورنیلیا کی بے گناہی کا ثبوت خود میں نے فراہم کر دیا ہے۔ وہ کیا غزل ہوئی ہے۔ مرزا غالب کے ابتدائی دور کی۔ مدعا عقاب ہے اپنے عالم تقریر کا..... اس بار میں نے خود ہی اپنے سر پر ڈنڈا سید کر لیا ہے۔!“

بلیک زید واسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

”سب سے زیادہ شاندار گاڑی گیراج سے نکلوا دو.....!“

”بہت بہتر جناب.....!“ بلیک زید اٹھتا ہوا بولا۔

اور تھوڑی دیر بعد ایئر کنڈیشنڈ امپالار اتاپیس کی کپاؤنڈ سے برآمد ہوئی تھی۔ عمران خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس کا اندازہ غلط نہ نکلا۔ تعاقب تو ہو ہی رہا تھا اور ایک گاڑی آگے بھی تھی۔

خود عمران کی گاڑی لاسکی آلات سے لیس تھی۔ اس لئے دونوں گاڑیوں کے درمیان لاسکی رابطے سے بھی لاعلم نہ رہ سکا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ”یہ اس وقت ادھر ہی جائے گا۔ لہذا تم اطمینان سے چلتے رہو۔!“

”کدھر جائے گا.....؟“ غالباً گاڑی سے پوچھا گیا۔

”پریسیا کی طرف.....!“ پچھلی گاڑی سے جواب ملا۔



”گفتگو انگریزی ہی میں ہو رہی تھی اور لہجے سے عمران نے ان کی قومیت کا اندازہ بھی لگا لیا تھا۔ شرارت آمیز مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر اٹھکیلیاں کرنے لگی۔ اُس نے راستہ بدل دید۔ اگلی گاڑی اُسی سڑک پر مڑ گئی تھی۔ جس سے گزر کر وہ ماہر ارضیات ہانس پریشیا کی کوٹھی کی طرف جاتا۔ لیکن عمران سیدھا چلتا گیا۔ پچھلی گاڑی اب بھی عقب نما آئینے میں نظر آرہی تھی۔ دفعتاً ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ شاید پریشیا کی طرف نہیں جا رہا۔“

گاڑی سیدھی جا رہی ہے۔ تم بھی پلٹ کر سیدھے ہی چلے آؤ۔۔۔۔۔!“

”بہت اچھا۔۔۔۔۔!“ جواب ملا۔

عمران نے سر کو جنبش دی تھی اور سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑے تھے۔ دونوں گاڑیوں کے درمیان میڈیم ویو پر رابطہ قائم تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی کے ٹرانس میٹر کے مائیکرو ویو کا مٹن دیا اور سائیکو مینشن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اپنے کسی ماتحت کو پچھلی دونوں گاڑیوں کی نگرانی پر مامور کرنا چاہتا تھا۔ رابطہ جلد ہی قائم ہو گیا اور وہ ایکس ٹو کی آواز میں احکامات جاری کرنے لگا۔

اب اُسے اُس وقت تک خواہ خواہ شہر کی سڑکوں کے چکر لگانے تھے جب تک اُس کے کسی ماتحت کی طرف سے اطلاع نہ مل جاتی کہ دونوں گاڑیاں اُس کی نظر میں آگئی ہیں۔



پچھلی رات رحمان صاحب دیر تک جاگے تھے اس لئے کسلندی کی وجہ سے انہوں نے آفس جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور فون پر ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کو اطلاع بھی دے دی تھی کہ وہ آفس نہیں آسکیں گے۔ انہوں نے صبح کے اخبارات دیکھے تھے جن میں یہ اتفاقاً لے کیس کی رپورٹنگ اسی طرح کی گئی تھی جس طرح انہوں نے چاہا تھا۔ اس رپورٹنگ کی روشنی میں ہانس پریشیا اور اس کی بیٹی فی الحال شہے سے بالاتر ہو گئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی عمران کا یہ ریمارک بھی ذہن میں کھٹک رہا تھا کہ لڑکی کی گاڑی بلاشبہ مرسیڈیز تھی لیکن وہ گاڑی نہیں تھی جس پر یہ اتفاق لے جانی گئی تھی۔

آخر عمران نے کس بناء پر یہ بات کہی تھی کہ گاڑی وہ نہیں تھی جس پر لڑکی کنگسٹن کے تھانے تک پہنچی تھی۔ کیا رجسٹریشن نمبر میں فرق تھا۔ ایسی صورت میں عمران کو چاہئے تھا کہ

انہیں اس گاڑی کے رجسٹریشن نمبر سے بھی آگاہ کر دیتا۔ اسی لوہڑ بن میں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ میز پر شیا کے علاوہ ان کی دونوں بھتیجیاں بھی تھیں۔ بیگم صاحبہ کبھی میز پر نہیں کھاتی تھیں۔ اس لئے ان کی عدم موجودگی غیر معمولی نہیں تھی۔ رحمان صاحب نے جیسے ہی اپنے سامنے والی قاب کا ڈھکن اٹھایا اچھل پڑے۔

”یہ کس کی بد تمیزی ہے۔۔۔۔۔!“ وہ دہاڑے تھے۔ لڑکیاں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور حیرت سے قاب کی طرف دیکھنے لگیں۔ کوئی مردہ پرندہ پروں سمیت قاب میں رکھا ہوا تھا۔ بغور دیکھنے پر تیز نظر آیا۔ آدھا تیز۔۔۔۔۔ ٹانگوں کے پاس سے آدھا غائب تھا۔

”کس نے میز لگائی تھی۔۔۔۔۔؟“ وہ پھر دہاڑے۔

”خانساں نے۔۔۔۔۔ یا شاید مجید نے۔۔۔۔۔!“ ثریا سہم کر بولی۔

”بلاؤ دونوں کو۔۔۔۔۔!“

”ایک بھتیجی دوڑ گئی۔“

”یہ آخر ہے کیا بلا۔۔۔۔۔!“ ثریا نے چنگی سے تیز کی چونچ پکڑ کر اسے قاب سے اٹھاتے ہوئے کہا اور رحمان صاحب کی نظر اس چھوٹے سے لفافے پر پڑی جو تیز کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں خانساں آگیا۔ رحمان صاحب نے لفافہ اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ ثریا نے تیز کو پھر قاب میں رکھ دیا اور خانساں کی طرف دیکھنے لگی۔

”یہ کیا ہے۔۔۔۔۔؟“ رحمان صاحب قاب کی طرف اشارہ کر کے دہاڑے۔

”یہ۔۔۔۔۔ صص۔۔۔۔۔ صاحب۔۔۔۔۔!“ خانساں ہکلا یا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

”یہ کیا بیہودگی ہے۔۔۔۔۔؟“

”مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ نہیں جانتا صاحب۔۔۔۔۔! میں نے تو دو بجھے ہڑے تیز رکھے تھے۔۔۔۔۔ تیسرا تو کوئی تھا بھی نہیں۔!“

”تو پھر یہ کہاں سے آیا۔۔۔۔۔!“

”مم۔۔۔۔۔ میں کیا بتاؤں جناب عالی۔۔۔۔۔!“

”جاؤ۔۔۔۔۔ معلوم کرو۔۔۔۔۔!“ رحمان صاحب میز پر ہاتھ مار کر چیخے اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے آئے۔

جیب سے لفافہ نکال کر چاک کیا انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون برآمد ہوا تھا۔

”جس آسانی سے یہ آدھا تیر تمہاری کھانے کی میز پر پہنچ سکتا ہے اسی طرح تمہارے بیٹے کو گولی بھی ماری جاسکتی ہے۔!“

رحمان صاحب کا چہرہ اتر گیا۔ خاصی دیر تک بے حس و حرکت کھڑے رہے تھے پھر یہ معلوم کرنے نکلے تھے کہ آخر وہ تیر اس قاب میں کیسے پہنچا۔“

تیر صرف انہیں ہی مرغوب تھے اور خصوصیت سے انہی کے سامنے رکھے جاتے تھے۔ سارے ملازمین نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ ان کی دانست میں صبح سے اب تک کوئی اجنبی بھی کوٹھی کی کپاوٹ میں داخل نہیں ہوا تھا۔

ملازموں میں کبھی پرانے اور معتمد تھے۔

ثریا اور بھتیجیوں کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ تیر کے نیچے سے برآمد ہونے والا لفافہ کیسا تھا۔ رحمان صاحب نے عمران سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن فلیٹ سے جواب ملا کہ وہ آٹھ بجے رات سے غائب ہے۔ ابھی تک نہیں آیا۔

ان کی جھنجھلاہٹ بڑھتی رہی۔ پھر انہوں نے کیپٹن فیاض کو طلب کر لیا تھا۔ فیاض سختی سے دانت پر دانت جمائے سب کچھ سن رہا۔ کچھ بولا نہیں۔

”اب وہ نہ جانے کہاں ہے۔“ رحمان صاحب نے بلاآخر کہا۔

”اور نہ جانے کیا کرتے پھر رہے ہیں۔!“

”اُسے تلاش کرو۔۔۔۔!“

”کوشش کروں گا جناب۔۔۔۔ لیکن یہ میرے لئے آسان کام نہ ہو گا۔ ویسے اغواء کا یہ کیس معمولی نہیں معلوم ہوتا۔!“

”میں تبصرہ نہیں چاہتا۔“ رحمان صاحب غرائے۔ ”جاؤ اُسے تلاش کرو۔!“

فیاض چلا گیا تھا۔

رحمان صاحب بے چینی سے ٹپکتے رہے۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور رحمان صاحب نے ریسپور اٹھا لیا تھا۔

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”تم کہاں ہو۔۔۔۔؟“

”ایک ریسٹوران میں۔۔۔۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوا ہوں۔ گاڑی باہر کھڑی ہے اور دو گاڑیاں اور بھی ہیں جو میری گاڑی کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔ لہذا میں غسل خانے کے راستے

سے پیدل ہی فرار ہو جاؤں گا۔!“

”کیا بکواس ہے۔۔۔۔!“

”یہ معاملہ بہت الجھا ہوا ہے ڈیڈی لیکن آپ مطمئن رہئے اور صرف اسی وقت تک مطمئن رہنے جب تک آپ کا محکمہ دخل اندازی نہیں کرتا۔!“

”اپنی بکواس بند کرو۔۔۔۔ اور میری سنو۔۔۔۔!“

”جی۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔!“

رحمان صاحب نے تیر والا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ ”فوراً میرے پاس پہنچو۔۔۔۔!“

”جب تو فوراً ہی تیر کی طرح مار لیا جاؤں گا۔ اب میری بھی سن لیجئے مہ لقاب جس گاڑی پر لے جانی گئی تھی اس کا رجسٹریشن نمبر ایکس وائی زیڈ تین سو گیارہ تھا اور وہ کسی غیر ملکی ڈیوڈ ہملٹن کے نام، پر رجسٹر ہوئی ہے۔ جو چھ ماہ قبل گیارہویں شاہراہ کی شام بلڈنگ کے ساتویں فلیٹ میں رہتا تھا۔ آپ یہ معلومات کنگسٹن کے تھانے کے انچارج تک بھجوا دیجئے اور فی الحال اسی کو تفتیش کرنے دیجئے۔!“

”لیکن اب اس سے کیا فائدہ۔۔۔۔ وہ جانتے ہیں کہ تم اس معاملہ میں کود پڑے ہو اور پھر انہوں نے براہ راست مجھے چیلنج کیا ہے۔!“

”جھاؤ لی دے رہے ہیں۔۔۔۔ جاسوسی ناولوں جیسا قصہ بنائے جا رہے ہیں۔ بھلا آدھا تیر۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔ پتھارے بہرام کو قبر میں پسینے آگئے ہوں گے۔ ویسے ڈیڈی یہ معاملہ ہے بھی کچھ آدھا تیر اور بیئر قسم کا۔۔۔۔!“

”فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔ یہاں چلے آؤ۔۔۔۔!“ رحمان صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”دیکھئے ڈیڈی، اگر آپ کا محکمہ حرکت میں آیا تو میں کچ مار لیا جاؤں گا۔ وہ کرے گا باضابطہ کارروائیاں اور ان لوگوں نے بالکل جاسوسی فلموں کی سی دھماچو کڑی چٹائی ہے۔ ہمیں بالکل احق سمجھتے ہیں لہذا میری بے ضابطگی برداشت کیجئے۔!“

”کیا تعاقب کرنے والے ریسٹوران میں نہیں داخل ہوئے۔!“

”ریسٹوران تو میں نے شرماء حضوری میں کہہ دیا تھا دراصل ایرانی کا ہوٹل ہے اور وہ سفید فام غیر ملکی ہیں اس لئے باہر ہی انتظار کر رہے ہیں۔ ناغہ کا دن ہے اس لئے یہاں انڈا اگر سی زہر مار کرنی پڑی ہے۔ خدا حافظ۔!“

رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر دانت پیسے تھے۔

”کیوں مت کرو.... مجھے بتاؤ کیا قصہ ہے....!“

”قصہ اسی جو ہے کو معلوم ہوگا!“ عمران ننھنے پھلا کر بولا۔ ”مجھ سے جو کچھ کہتا ہے کرتا رہتا ہوں۔ آج صبح کہا تھا، رانا پتیل جاؤ وہاں سے امپالا میں بیٹھ کر نکلو اور شہر کا چکر لگاتے رہو۔ امپالا میں ٹرانس میٹر بھی ہے۔ بس ہدایات دیتا رہا تھا کہ ادھر جاؤ.... اُدھر جاؤ.... پھر کہا اب فلاں ایرانی کے ہوٹل میں لُچ کر کے براہِ غسل خانے پیدل ہی فرار ہو جاؤ۔ ہائے انڈا گریسی اگر ایرانی کی مرغی کھالو تو پیٹ میں پیچھے ہی فوراً انڈے دینا شروع کر دیتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ گوشت کا ناغہ کیوں ہوتا ہے جب کہ نانے کے دنوں میں بھی ریفریجریٹر بھرے رہتے ہیں اور جو ریفریجریٹر رکھنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے وہ روزانہ گوشت بھی نہیں کھا سکتے۔!“

”اچھی خاصی تقریر کرنے لگے ہو.... سیاسی لیڈر کیوں نہیں بن جاتے۔!“

”بن جاتا لیکن قصا بوں سے شکست کھا جاتا میرے بس کاروگ نہیں۔!“

”کیا بات ہوئی....؟“

”پھر بکرے سے بات کرنی پڑے گی.... لہذا گول ہو جاؤ....!“

”کبھی تو کوئی تک کی بات کیا کرو....!“

”ہاں.... صدر نے اور کیا کہا تھا....!“

”میں تمہیں رپورٹ دینے کی پابند نہیں ہوں.... براہِ راست چیف کو دوں گی۔!“

”عمران نے اسے باتوں میں الجھا کر اس طرح فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے تھے کہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں دے سکی تھی۔“

”سر! میں عمران بول رہا ہوں....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”مس جولیا نا فٹنر وائر براہِ راست مجھے رپورٹ دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔!“

”آپ کہاں سے بول رہے ہیں....؟“ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

”جناب عالی.... میں اس وقت سائیکو مینشن میں ہوں اور مس جولیا نا فٹنر وائر ہی کے فون پر آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔!“

”ریسیور اُسے دیجئے....!“

عمران نے ریسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔ اس دوران میں وہ اُسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ ریسیور نے کراہنا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

”میں سر.... جی.... بہت بہتر.... بہت بہتر....!“



عمران صبح صبح غسل خانے ہی کے راستے سے فرار ہو کر دوسری سڑک پر جا نکلا تھا اُسے اطلاع مل چکی تھی کہ صدر اور چوہان دو الگ الگ گاڑیوں میں ان کا تعاقب شروع کر چکے ہیں۔ اب یہاں سے تو اُسے سیدھے سائیکو مینشن ہی پہنچنا تھا.... وہیں سے امپالا کی واپسی کا بھی انتظام ہو سکتا تھا جسے ایرانی کے ہوٹل کے سامنے پارک کر آیا تھا اور دونوں مانتھوں کی رپورٹیں بھی وہیں ملتیں۔

خاصا ہشاش بشاش سائیکو مینشن میں داخل ہوا تھا اور سیدھا جولیا نا فٹنر وائر کے کمرے میں جا داخل ہوا تھا۔

”فرمائیے....!“ وہ بد مزاج مرغی کی طرف کڑکڑائی۔

”ضروری نہیں کہ کچھ عرض ہی کرنے کے لئے حاضری دی ہو....!“

”پھر آمد کا مقصد....؟“

”چپ چاپ تمہاری شکل دیکھتا رہوں گا۔!“

”صدر نے اطلاع دی ہے کہ امپالا میں تم ہی تھے۔!“

”دوبندر پیچھے لگ گئے تھے لہذا مجبوراً چیف کو اطلاع دینی پڑی۔!“

”آخا.... چیف کو چیف کب سے کہنے لگے ہو۔!“

”چوہا اس وقت کہتا ہوں جب وہ میرے کمیشن میں کنوٹیاں کرنے لگتا ہے۔!“

”قصہ کیا ہے....؟“

”مس کورنلیا ہانس پر سیاسی موافقت میں جھوٹی شہادت دلوا بیٹھا ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”ڈاکٹر ملہ لقا کو پیدل جاتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا.... میں نے ایک گولہ کا انتظام کر دیا۔!“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اغواء میں تمہارا ہی ہاتھ تھا....!“

”معتقول کمیشن پر سب کچھ کر گزرتا ہوں۔ جب چاہو اپنا بھی اغواء کر سکتی ہو۔!“

”سر پر ایک بال نہ رہنے دوں....!“

”وہ سر ہی کیا جو تمہارے اغواء کے بعد شانوں پر رہ جائے۔!“

ریسیور رکھ کر اُس نے سزا سامنہ بنایا تھا اور بولی تھی۔ ”ابھی پوری رپورٹ نہیں آئی۔ صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ امپالا سے تم اترے تھے۔“

”نہایت تالائق آدمی ہے کہ صرف میرے لئے کسی پبلک فون ہونے تک جانے کی زحمت گوارا کی تھی۔“

”یہ ڈاکٹر ملے لقا کیا چیز ہے....؟“

”تفصیل چوہے سے پوچھا کرو.... دیے آج کل سلیمان تمہیں بہت یاد کیا کرتا ہے۔“

”کسی دن جیل کی ہوا ضرور کھائے گا۔“

”اس طرح تو یاد نہیں کرتا....!“

”پچھلے دنوں ایک غیر ملکی سفارت خانے نے تصویروں کی نمائش کا اہتمام کیا تھا۔ تمہارا یہ سلیمان وہاں بڑے ٹھسے سے پہنچا تھا اور تصاویر پر تنقید کرتا پھر رہا تھا۔“

”اچھا.... لیکن اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ پکاسو کا بہت بڑا مداح ہے۔ تجریدی آرٹ پر

جان دیتا ہے اور جیسی تصاویر دیکھ کر آتا ہے ویسی ہی چپائیاں پکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک

دن ساڑھے تین فٹ لمبی چپائی پکائی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا صدائے صحرا.... اور

ابدیت ابھی تو ہے۔“

”تم دونوں کسی دن پاگل خانے جاؤ گے۔“

”کسی دن.... کسی دن کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے۔ کسی دن وہ جیل جائے یا کسی دن ہم

دونوں پاگل خانے.... ہپ....!“

فون کی گھنٹی بجی تھی اور جولیانے ریسیور اٹھالیا تھا۔ دوسری طرف سے کچھ سن کر بولی۔

”چیف کے حکم کے مطابق تمہیں عمران کو رپورٹ دینی ہے۔ ریسیور اُسے دے رہی ہوں۔“

جولیا کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ اس نے ریسیور عمران کی طرف بڑھادیا۔

”ہیلو.... اچھا.... صدر ہو.... جیتے رہو....!“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”بہت دیر انتظار کرنے کے بعد ان میں سے ایک شاید سگریٹ خریدنے کے بہانے ہوٹل

میں گیا تھا اور واپس آکر دوسری گاڑی والے سے کچھ کہتا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے

وہاں سے روانہ ہو گئی تھیں۔ آپ سائیکو مینشن کب پہنچے....؟“

”سوال نہ کرو.... رپورٹ دیتے رہو....!“ عمران بولا۔

”میں منٹ بعد دونوں گاڑیاں ایک ہی عمارت کی کپاونڈ میں داخل ہوئی تھیں اور اس

عمارت کا نام ہے لبرٹی ولا....!“

عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑے اور دوسری طرف سے صدر نے

پوچھا۔ ”اب کیا حکم ہے....؟“

”ان دونوں پر نظر رکھو.... ان کے نام اور سفارت خانے سے تعلق کے بارے میں مکمل

رپورٹ مجھے ہی دو گے۔“

”کہاں....؟“

”رانا پیلس! میں موجود نہ ہوں تو رپورٹ ریکارڈ کر دینا....!“

”بہت بہتر....!“

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جولیا سے بولا۔ ”کیا کچھ دیر اور میری شکل دیکھنا چاہتی ہو۔“

”کیا رکھا ہے تمہاری شکل میں....!“ وہ جل کر بولی۔

”یہ بڑے بڑے بتیس دانت....!“ عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔

سائیکو مینشن میں اس کا بھی ایک مخصوص کمرہ تھا اور اُس نے اُسے اس طرح آراستہ کیا تھا

کہ یہاں والے اُسے ”احمق کی جنت“ کہنے لگے تھے۔

اس کمرے میں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل

کرنے لگا۔ یہ ان کا ذاتی فون تھا اور خواب گاہ میں رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

”کوئی خاص خبر ڈیڈی....؟“

”نہیں کوئی نہیں....!“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیکن میرے پاس بہت ہی اہم خبر ہے۔ اس واقعے کا تعلق لبرٹی ولا سے ہے اور آپ جانتے

ہی ہیں کہ اس عمارت کو کتنے زبردست دوست ملک کا سفارتخانہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔“

”تمہیں یقین ہے....!“

”یعنی شہادت....! میرا تعاقب کرنے والے وہیں گئے ہیں....!“

”یہ تو کوئی ثبوت نہ ہوا.... ممکن ہے کہ وہاں ان کا کوئی شناسا ہو۔“

فطری بات ہے کہ اپنے ناکام تعاقب کی رپورٹ دینے وہ کسی یونہی سے شناسا کے پاس نہیں

جاسکتے....!

”ثبوت کے بغیر یہ فطری بات بھی مفروضے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔“

”چلے یہی سہی....! کہنے کا مطلب یہ کہ جب تک میں حتمی ثبوت فراہم نہ کر لوں....!“  
 ”پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو....!“ رحمان صاحب نے بات کاٹ دی۔  
 ”اگر واقعی اس سفارت خانے کا معاملہ ہے تو آپ کے محکمے کی کارروائی بھی قطعی غیر موثر ثابت ہوگی۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”لیکن میں اپنے کسی نجی معاملے کے بارے میں قطعی خود مختار ہوں۔!“  
 ”کیا بکواس کر رہے ہو....؟“

”گزارش ہے کہ آپ اس سے بالکل لا تعلق ہو جائیے.... میں دیکھ لوں گا۔ اس آدھے تیز کو۔!“  
 ”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید اور مدہ لقا سے اس سفارت خانے کا کیا سروکار....؟“  
 ”سروکار کا پتا بھی مجھے لگانے دیجئے.... کسی قسم کی دھمکی سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ آدھا تیز آپ کی میز پر کیوں کر پہنچا۔!“  
 ”ملازمین سبھی پرانے اور قابل اعتماد ہیں....!“

”اضافی آمدنی آج کل فرشتوں کو بھی بُری نہیں لگتی۔ یا پھر اُسے کوئی ایسی معاملہ سمجھ لیجئے....!“

”میں چھان بین کر رہا ہوں....!“

”صرف گھر کی حد تک.... بات آگے نہ بڑھنے پائے۔!“

”کیا اس کا تعلق شاید کے استغفی سے ہو سکتا ہے۔!“

”میرا یہی خیال ہے.... آپ ہی کی طرح کوئی اور بھی یہی چاہتا ہے کہ شاید استغفی واپس لے لے۔!“

”لیکن وہ روپوش ہو گیا....!“

”جی ہاں.... کہیں وہ بھی انہی کے ہتھے نہ چڑھ گیا ہو۔!“

”خدا جانے....!“

”اب یہ معلوم کرتا ہے کہ اُس نے استغفی کیوں دیا تھا....!“

”خدا کی پناہ کوئی بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔!“ رحمان صاحب کی آواز آئی۔

”اور وہ اتنے دیدہ دلیر ہیں کہ انہوں نے سی۔آئی۔بی۔ کے ڈائریکٹر جنرل کو دھمکی دی ہے۔!“

”سنو....! بہت محتاط رہو....!“

”اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے لبرٹی ولا کی اہمیت کو.... لہذا یہی مناسب ہے کہ کنگسٹن کے تھانے کے انچارج کو ہی تفتیش کرنے دیجئے۔!“  
 ”تم ٹھیک کہتے ہو....!“  
 ”شکریہ ڈیڈی....!“ کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



رات تاریک تھی اور وہ سیاہ لباس میں تاریکی ہی کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا۔ لباس اتنا چست تھا کہ کھال سے پوست ہو کر رہ گیا تھا۔ گیس ماسک سر پر منڈھا ہوا تھا اور اُسے ابھی چہرے پر نہیں چڑھایا گیا تھا۔ پشت پر ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر بھی بندھا ہوا تھا۔ وہ نہایت آسانی سے عمارت کے عقبی حصے کی تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ اُس کے اطمینان سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ جیسے پہلے ہی باخبر رہا ہو کہ اس عمارت کے کپاؤڈ میں کتے نہیں ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔

اور پھر اُس دروازے تک جا پہنچا جو کچن کا عقبی دروازہ تھا۔

جیب سے ایک باریک سا اوزار نکال کر قفل کے سوراخ میں ڈالا تھا قفل ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ دروازہ کھولا تھا اور اندر داخل ہو گیا۔

پنسل ٹارچ کی باریک سی روشن لکیر اندھیرے میں چمکائی تھی اور وہ دوسرے دروازے سے بھی بہ آسانی گزر گیا تھا۔

چاروں طرف تاریکی اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ کچھ دروازوں کے شیشوں پر گہری نیلی اور مدہم روشنی دکھائی دینے لگی۔

ایک کمرے میں جھانکنے کے بعد وہ دوسرے کے دروازے پر رکا تھا۔ پینڈل گھما کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بھی مقفل ہی معلوم ہوا۔

باریک اوزار ایک بار پھر قفل کے سوراخ میں رینگ گیا تھا۔ دروازہ آہستگی سے کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

گہری نیلی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی اور سامنے بستر پر وہ بے خبر سو رہی تھی۔

اس دوران میں گیس ماسک چہرے پر کھینچ لیا گیا تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا وہ بستر کے قریب پہنچا اور ربڑ کی نلکی کے سرے کا رخ لڑکی کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے سلنڈر سے

گیس خارج کرنی شروع کی۔ ساتھ ہی وہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی دیکھے جا رہا تھا۔ پھر شاید تیس سکنڈ پر گیس کے اخراج کا سلسلہ منقطع کر کے لڑکی کو ہلایا جلا یا تھا۔ لیکن وہ بے سدھ پڑی رہی۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے جھک کر لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر نکلا چلا گیا۔

اب بھی ہر طرف سناٹا ہی چھایا ہوا تھا۔

بچن کے دروازے سے نکل کر عقبی کپاؤنڈ میں پہنچا جس کی دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی۔ بیہوش لڑکی کو اس طرح دیوار پر ڈال دیا کہ اس کا آدھا دھڑ دیوار کی دوسری طرف لٹک گیا۔ دیوار کو پھلانگتے کے بعد اس نے لڑکی کو کھینچ کر کاندھے پر ڈالا تھا اور اس طرح ایک طرف چل پڑا تھا جیسے کوئی راگبیر اپنے کاندھے پر اپنا سامان اٹھائے مگن مگن چلا جا رہا ہو۔

قریباً ایک گھنٹے بعد لڑکی کو ایک کمرے میں ہوش آیا تھا۔

اُسے جھنجھوڑ کر جگانے والا چہرے سے خوفناک لگ رہا تھا۔ وہ خوف زدہ آواز میں چیخی تھی۔

”کمرہ ساؤنڈ پروف ہے.....“ خوفناک چہرے والے نے کہا۔

”تنت..... نت..... تم کون ہو.....؟ میں کہاں ہوں.....؟“

”تم ایک کمرے میں ہو..... لیکن یہ تمہاری کوٹھی کا کوئی کمرہ نہیں ہے اور میں ہر گز نہیں

بتاؤں گا کہ میں کون ہوں!“

”آخر اس کا مطلب کیا ہے.....؟“ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائی۔

”اس کا مطلب ہے تفریح.....!“

”میں یہاں کیسے پہنچی.....؟“

”اٹھا لایا ہوں.....!“ لا پرواہی سے جواب دیا گیا۔

”کیوں.....؟“

”تمہاری شکل دیکھنے کے لئے.....!“

”میں سمجھ گئی..... لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اعتراف کر لیتی!“

”بکو اس مت کرو..... سچی بات بتاؤ.....!“

”کیونکہ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کوئی میرے چہرے کا تفصیلی جائزہ نہ

لے سکے۔ لیکن اُس وقت جب میں ڈاکٹر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی ایک آدمی وہاں آگیا

تھا اور اُس نے مجھے بغور دیکھا اور جب مجھے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا تو وہ آدمی بھی وہاں

موجود تھا۔ بس پھر مجھے اعتراف کرنا پڑا..... لیکن.....!“

”ہاں..... مجھے معلوم ہے کہ تم نے اُسے پیدل رخصت کر دیا تھا!“

”اور اس کی شہادت بھی دلوادی.....!“ وہ خوش ہو کر بولی۔

”تم پولیس اسٹیشن کی طرف گئی ہی کیوں تھی.....؟“

”میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اُدھر وہی پولیس اسٹیشن ہے جہاں ان لوگوں نے

رپورٹ درج کرائی ہے!“

”تمہیں کل گھر سے باہر ہی نہ نکلنا چاہئے تھا!“

”بب..... بس..... غلطی ہو گئی..... اب تم میرے باپ کا پیچھا چھوڑ دو.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ کبھی تبخیر معدہ کا مریض نہیں رہا۔ اس کام کی وجہ سے اتنا زورس ہوا تھا کہ بیہوش ہو گیا

تھا۔ سچ بچ بیہوش ہو گیا تھا!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی تھی..... تمہیں بہانہ مل گیا!“

”لیکن وہ کب دیکھ سکی میرے باپ کو..... وہ میری عدم موجودگی میں خود بخود ہوش میں

آگیا تھا..... اور سنو..... انہیں علم ہو گیا ہے کہ میں دوسری گاڑی میں تھی۔ اب وہ پولیس آفیسر

اس سلسلے میں مجھ سے جرح کرتا رہا تھا!“

”سب کچھ تمہاری حماقت کی بناء پر ہوا..... نہ تم پولیس اسٹیشن کی طرف جاتیں اور نہ یہ

سب کچھ ہوتا!“

”اب میں کوئی عادی مجرمہ تو ہوں نہیں۔ پہلی بار مجھے ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

خدا کے لئے میرے باپ کو مطمئن کر دو۔ وہ بہت خائف ہے!“

کوئی جواب دیئے بغیر وہ ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کا سوچ آن کر کے وہ کورنیلیا

کی طرف واپس آگیا۔

وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

”اُدھر دیکھو.....!“ اُس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا۔

اکرین..... روشن ہو گئی تھی۔ کسی کمرے کا منظر تھا۔ جس میں لا تعداد بہت بڑے بڑے

چوہے اچھلتے کودے پھر رہے تھے۔

”یہ..... یہ..... کیا ہے.....!“ لڑکی ہکلائی۔

”یہ کلوزڈ سرکٹ ٹی وی ہے..... اسی عمارت کے ایک کمرے کا منظر پیش کر رہا ہے!“

”تت..... تو..... پھر.....!“

”تمہیں پندرہ منٹ کے لئے اس کمرے میں بند کر دیا جائے گا۔!“

”نک..... کیوں..... نہیں نہیں.....!“

”تمہاری ناک کے نیچے جو یہ ابھرا ہوا سرخ تل ہے نا.....!“

”ہاں..... ہے تو.....!“ وہ بوکھلا کر بولی۔

”تم اس تل کی وجہ سے پہچانی گئی تھیں.....!“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے.....!“

”ان چوہوں میں ایک ایسا بھی ہے.....!“ اس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”سرخ تلوں پر جان دیتا ہے۔ اچھل کر تمہارے منہ پر آئے گا اور اس تل کو نوچ لے جائے گا۔!“

”نہیں..... نہیں.....!“ وہ خوف زدہ انداز میں چیخی۔

”سزا تو تمہیں ملے گی.....!“

”آخر کس بات کی سزا..... میں نے کیا کیا ہے.....؟“

”تم نے لیڈی ڈاکٹر کو وہاں نہیں پہنچایا، جہاں پہنچانے کو کہا گیا تھا۔!“

”وہیں پہنچایا گیا تھا..... ہارلم ہاؤز ہی تو کہا گیا تھا.....!“

”کس ہارلم ہاؤز میں.....!“

”وہی جو گرینگ روڈ پر ہے.....!“ لڑکی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”اور اُسے مریض کے

کمرے میں پہنچا کر فور آپلٹ آئی تھی۔!“

”وہاں کون رہتا ہے.....!“

”میں کیا جانوں..... مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا.....!“

”کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے.....!“ خوف ناک چہرے والے نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”کیا غلطی ہوئی ہے.....؟ کس سے ہوئی ہے۔!“

”تمہیں کس سے ہدایت ملی تھی کہ لیڈی ڈاکٹر کو ہارلم ہاؤز میں پہنچا دو.....!“

”اپنے باپ سے..... وہ بہت خائف تھا..... اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کس کی ہدایت ہے

وہ مجھ سے یہ کام لے رہا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ بس ہیں کچھ ایسے لوگ جن کا حکم نہ ماننے پر میں

قتل بھی کیا جاسکتا ہوں۔!“

”اچھی بات ہے لڑکی! میں تمہیں معاف کرتا ہوں..... جس طرح لائی گئی ہو اسی طرح پہنچا

دی جاؤ گی اور صبح کو بستر پر ہی بیدار ہو گی۔!“

”بہت بہت شکریہ جناب.....! لیکن میرے باپ کو بھی معاف کر دیجئے۔ رحم کیجئے اُن

پر..... انہیں دھمکیاں نہ دیجئے۔!“

”اس پر غور کیا جائے گا..... لیکن ایک بات غور سے سن لو.....!“

”کہئے جناب.....! میں ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔!“

”تم اس ملاقات کا ذکر اپنے باپ سے بھی نہیں کرو گی۔ کسی سے بھی نہیں۔!“

”لیکن اگر ان کو میری عدم موجودگی کا پتہ چل گیا تو.....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم معمول کے مطابق صبح اپنے بستر پر سے اٹھو گی۔!“

”اگر یہ بات ہے تو یقین کیجئے کہ میں کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کروں گی۔!“

”اور اب بیہوش ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ.....!“

”م..... میں نہیں سمجھی جناب.....!“

”تمہیں ایک انٹروائس انجکشن دیا جائے گا۔ کیونکہ تم اپنے ہوش میں تو یہاں آئی نہیں تھیں۔!“

”جی ہاں..... جی ہاں..... جیسی آپ کی مرضی.....!“

”بہت جلد تمہارے باپ کی گلو خلاصی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا انحصار تمہارے رویے پر

ہو گا۔ اگر تم نے اس ملاقات کا ذکر کسی سے کر دیا تو.....!“

”ہرگز..... نہیں..... ہرگز نہیں جناب.....!“

”میرا نام ڈھپ ہے..... میں فون پر تم سے رابطہ رکھوں گا۔!“

”ضرور..... ضرور..... میں اس کا بھی ذکر کسی سے نہیں کروں گی۔!“

”مجموعی طور پر خاصی سمجھ دار ہو۔!“

وہ کچھ نہ بولی۔ اُسے ایک الماری سے ہائیڈرک سرخ نکالتے دیکھ رہی تھی۔



دوسری صبح عمران نے سائیکو میشن سے رحمان صاحب کو فون کیا تھا۔ ”ڈاکٹر شاہد کا سراغ

مل گیا ہے۔!“ انہوں نے اطلاع دی۔

”کہاں ہے.....؟“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ دیر پہلے اُس کی کال آئی تھی۔ شہر ہی میں ہے۔ ملے لقا کے اغواء کی بناء پر اُسے مجھ سے

باغ باغ ہو گیا تھا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ڈیڈی....!“ اس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ ”دراصل

طریق کار سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ باضابطہ کارروائیوں میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔“

”اب کیا کرو گے....؟“

”کل جن دو افراد نے میرا تعاقب کیا تھا وہ پریس اتاشی ہی کے ماتحت ثابت ہوئے ہیں۔

لہذا اب تمام تر توجہ ہارلم ہاؤز ہی کی طرف ہے۔“

”بہت محتاط رہنا....!“

”فکر نہ کیجئے.... ہاں اُس تیر کے سلسلے میں کیا ہوا....؟“

”کچھ بھی نہیں.... ملازموں پر تشدد نہیں کرنا چاہتا۔“

”صرف قادر کو ٹٹولے....!“

”کیوں....؟“

”وہ آج کل بہت بڑا ضرورت مند بن گیا ہے۔“

”کیا مطلب....؟“

”تحائف خریدتا ہوا دیکھا گیا ہے۔“

”پتا نہیں کیا بک رہے ہو....!“

”گل رخ کے دو کنڈیڈیٹ ہیں.... ایک قادر دوسرا سلیمان....!“

”اوہ....!“

”بس قادر پر نظر رکھئے.... کسی نے بم تو رکھوایا نہیں تھا۔ آدھا تیر اور ایک لفافہ اتنی سی

بات کے لئے سودو سو کیا رہے ہیں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو.... میں دیکھوں گا....!“

”ہو سکتا ہے آدھا تیر شاہد کے لئے ہو.... اور لفافہ آپ کے لئے۔“

”میں نہیں سمجھا....!“

”میں اسے محض ایک احمقانہ حرکت سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کے لئے صرف لفافہ

ہی کافی تھا۔ یقین کیجئے بہت باخبر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس حد تک جانتے ہیں کہ آپ کو تیر

پسند ہیں اور صرف آپ ہی کے سامنے رکھے جاتے ہیں اور ان کی معلومات کا ذریعہ گھر کا کوئی

ملازم ہی ہو سکتا ہے۔“

سے رابطہ قائم کرنا پڑا ہے۔“

”کیا کہتا ہے....؟“

”فی الحال اتنا ہی بتایا ہے کہ اس اغواء کا تعلق اس کے استغنیٰ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ

چاہتے ہیں کہ میں استغنیٰ واپس لے لوں....!“

”شاید میں نے بھی یہی کہا تھا....!“ عمران بولا۔

”لیکن شاہد نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے۔“

”اب کال آئے تو اس کی سچائی سے معلوم کر لیجئے گا۔ لیکن کیا اُس نے صرف یہی بتانے کے لئے

فون کیا تھا کہ وہ لقا کے اغواء کا تعلق اُس کے استغنیٰ سے ہے۔“

”اُس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا تھا۔ ان لوگوں کی نشان دہی بھی نہیں کر سکا جو استغنیٰ کی

واپسی کے خواہاں ہیں۔“

”آخر کہتا کیا ہے....؟“

”کچھ بھی نہیں....! میرے استفسار پر بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ کسی وقت خود ہی مجھ تک پہنچے

کی کوشش کرے گا اور اس سے پہلے فون پر مطلع بھی کر دے گا۔“

”عقل کا بھی ڈاکٹر ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی کال آئے تو کہہ دیجئے کہ وہ خود زحمت نہ

کرے بلکہ اس جگہ کی نشاندہی کر دے جہاں چھپا ہوا ہے۔ خود باہر نکلنے کا خطرہ مول نہ لے۔ بے

حد باخبر اور خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں۔“

”تم آخر کیا کر رہے ہو....؟“

”میں نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ لقا کہاں لے جانی گئی تھی۔ لیکن ضروری نہیں کہ اب بھی

وہیں ہو۔“

”کہاں لے جانی گئی تھی....!“

”ہارلم ہاؤز میں.... آپ جانتے ہیں کہ وہاں اس سفارت خانے کا پریس اتاشی رہتا ہے۔“

”یہ کس طرح معلوم کیا....؟“

”مت پوچھیے.... اگر آپ کے محکمے سے میرا تعلق ہو تا تو آپ طریق کار کی بناء پر مجھے گولی

مار دیتے۔“

”اور شاید اتنی جلدی معلوم بھی نہ کر سکتا۔“ رحمان صاحب مردہ سی آواز میں بولے۔

عمران نے مسکرا کر بانیں آنکھ دبا لی تھی۔ رحمان صاحب کے اعتراف شکست پر شاید دل



”میں بھی یہی سوچتا رہا ہوں کہ آدھا تیر کسی قسم کی علامت ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف اسی کے لئے جو اُس سے سروکار رکھتا ہو۔“

”ممکن ہے.... شاید اس علامت کو پہچانتا ہو.... ظاہر ہے وہ دھمکی نہ لقا کے اغواء کے سلسلے میں چھان بین ہی کرنے کی بناء پر مجھے ملی تھی۔ لہذا آپ شاید سے اس کا ذکر ضرور کریں گے۔“

”سامنے کی بات ہے....!“

”شاید تک پہنچنا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔“

”اس کی دوسری کال کا منتظر ہوں.... تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے گا۔“

”شکریہ ڈیڈی.... میں ہر آدھے گھنٹے بعد آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ فون نمبر اس لئے نہیں دے سکتا کہ کسی ایک جگہ قیام نہیں ہے۔“

”اچھی بات ہے....!“ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

سائیکو مینشن سے ریڈی میڈ میک اپ میں نکلا تھا۔ پھولی ہوئی ناک کے نیچے ٹھوڑی تک جھکا ہوا مونچوں کا سائیمان پہلی نظر میں خاصا ڈرنا لگتا تھا۔

ہارلم ہاؤز کی نگرانی صفدر، چوہان اور صدیقی کر رہے تھے۔ کورنلیا کی کوشمی خاور کے ذمے ڈالی گئی تھی۔

عمران ہارلم ہاؤز کا جائزہ باہر سے لینا چاہتا تھا۔ یہ عمارت شہر کے اس حصے میں واقع تھی جہاں دولت مند طبقے کے لوگ آباد تھے اور ساری عمارات ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر تھیں۔

چاروں طرف گھوم پھر کر اس نے ہارلم ہاؤز کا جائزہ لیا تھا اور پھر ایک ریسٹوران میں آ بیٹھا تھا۔ یہیں سے اس نے ایک بار پھر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی

جواب ملا تھا۔ رحمان صاحب نے اس کی آواز پہچانی تھی اور صرف اتنا کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ ”نچ دیو.... ہٹ نمبر تراسی....!“

عمران نے سر کو جنبش دی اور ریسور رکھ کر اپنی میز پر پلٹ آیا۔ کافی طلب کی تھی اور ہیں منٹ بعد مل ادا کر کے اٹھ گیا تھا۔

اب اس کی گاڑی نچ دیو کی طرف جا رہی تھی۔ بہترین ساحلی تفریح گاہوں میں اس کا ٹار ہوتا تھا۔ ہٹ کرائے پر دیئے جاتے تھے اور کسی نہ کسی ہوٹل سے متعلق تھے۔ تراسی نمبر کا ہٹ گلاب ہوٹل کے زیر انتظام تھا وہیں سے اُس نے اُس کے فون نمبر حاصل کئے تھے۔ وہاں جانے سے قبل ڈاکٹر شاہد سے فون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

”ہیلو.... کک.... کون ہے....؟“ دوسری طرف سے خوف زدہ سی آواز آئی۔ یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور ساتھ ہی کوشش کی گئی تھی کہ لہجہ خالص امریکی معلوم ہو۔

”میں تمہارا ہونے والا....“ والا“ بول رہا ہوں۔“ عمران نے اردو میں کہا۔

”والا.... والا کیا ہے....؟“ بیساختگی میں اس بار اردو ہی استعمال کی گئی تھی۔

”سالا کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے....!“

”اچھا.... اچھا.... سمجھ گیا....!“

”نام مت لینا.... میں پہنچ رہا ہوں....!“

”آئیے.... آئیے.... آجائیے.... میں خطرے میں ہوں۔ شاید انہوں نے میرا سراغ پالیا ہے۔ ہٹ کے چاروں اطراف ایک آدھ آدمی موجود ہے۔!“

”غیر ملکی....؟“

”ایک غیر ملکی بھی ہے۔!“

”فکر نہ کرو.... میں زیادہ دور نہیں ہوں.... گلاب سے بول رہا ہوں.... ابھی پہنچا۔!“

ہوٹل سے نکل کر عمران پیدل ہی ہٹ نمبر تراسی کی طرف چل پڑا تھا۔ گاڑی وہیں پارک رہنے دی تھی۔

ہٹ تک پہنچنے میں تین چار منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ لیکن اس نے ہٹ کا دروازہ کھلا دیکھا اور قریب ہی دو تین دیسی آدمی کھڑے نظر آئے وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے اونچی آواز میں کہا۔ ”وہاں اب کوئی نہیں ہے۔“

”میں نہیں سمجھا.... آپ کیا کہہ رہے ہیں....!“ عمران پلٹ کر بولا۔

”بیار کو وہ ایسولینس گاڑی میں لے گئے....!“

”کوئی نہ کوئی تو ہو گا....!“

”جی نہیں.... وہ تنہا تھا.... اور پتا نہیں کب سے بیمار تھا۔ غشی طاری تھی اس پر.... شاید مشن ہسپتال والے لے گئے ہیں۔ دو انگریز بھی تھے گاڑی پر....!“

”گاڑی کدھر گئی ہے....؟“

”ہسپتال ہی گئی ہوگی....!“

گفتگو کو آگے بڑھنا وقت ہی ضائع کرنا تھا۔ عمران پھر گلاب کی طرف مڑا۔ اس بار راستہ طے کرنے میں ڈیڑھ منٹ سے بھی کم صرف ہوئے تھے۔ گاڑی اشارت کی اور مین روڈ کی طرف چل پڑا۔

”بیمار کو ایبوی لینس سے میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر منتقل کر دو۔۔۔!“  
وہ تھوک نکل کر رہ گیا۔

”مزو۔۔۔ اور دو قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہو جاؤ۔۔۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ ”تم دیکھ  
ہی چکے ہو کہ ٹال پر سائیلنسر لگا ہوا ہے۔!“  
اس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔  
عمران نے گاڑی سے اترتے اترتے ایبوی لینس کے دوسرے پہیے پر بھی فائر کیا تھا اور وہ  
دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا تھا۔

وہ دونوں اچھل پڑے جو جیک لگانے میں منہمک تھے اور پھر انہوں نے اس طرف توجہ دی  
تھی کہ ان کے تیسرے ساتھی پر کیا گزر رہی ہے۔  
”شریف آدمیو۔۔۔!“ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ ”تمہارا ساتھی بے آواز پستول کی زد پر  
ہے۔ براہ کرم بیمار کو گاڑی سے نکالو۔۔۔ اور میری گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈال دو۔۔۔!“  
وہ دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑے رہے۔

”جلدی کرو۔۔۔ ورنہ یہ کام خود مجھے ہی انجام دینا پڑے گا اور تم تینوں مجھے روکنے کے لئے  
زندہ نہیں رہو گے۔!“

”تم کون ہو۔۔۔؟“ قریب کھڑے ہوئے آدمی نے پھر پوچھا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔  
”خدا کی فوجدار۔۔۔ اڈھمپ نام ہے۔۔۔!“ عمران بولا۔ ”اپنے آدمیوں سے کہو وہی کریں جو  
میں کہہ رہا ہوں۔ ورنہ قتل کر دینا میرا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔!“  
اس نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا کہ وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔

گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر انہوں نے اسٹریچر نکالا تھا اور اُسے اٹھاتے ہوئے عمران کی  
گاڑی تک آئے تھے۔

”اسٹریچر سے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔۔۔ اور شاید اُسے اُن تینوں نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے  
چپ چاپ تعمیل کرتے رہے تھے۔

”اب تم دونوں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے مڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔۔۔!“ عمران نے پچھلی  
سیٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”تم جو کوئی بھی ہو تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!“ ان میں سے ایک غریبا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں

اور پھر اُسے وہ سفید گاڑی نظر آگئی جس پر ریڈ کر اس بنا ہوا تھا۔ کسی قدر فاصلے سے اس کا  
تقاب کرنے لگا۔ لیکن وہ شہر کی طرف نہیں جا رہی تھی۔

شاہد کی گفتگو سے تو یہی پتا چلتا تھا کہ وہ پوری طرح ہوشیار ہے۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس نے دروازہ  
بھی بند کر رکھا ہو گا۔ پھر وہ اس آسانی سے اس پر کیسے قابو پا گئے۔ خود اُسے اتنا موقع نہیں مل سکا تھا  
کہ اس ہٹ کا تفصیلی جائزہ لے سکے۔ بہر حال وہ اب ان نامعلوم آدمیوں کے قبضے میں تھا۔  
ساحلی تفریح گاہ پیچھے رہ گئی تھی۔۔۔ دونوں گاڑیاں ویرانے کی طرف نکل آئی تھیں۔  
ایبوی لینس گاڑی کی رفتار اب کسی قدر تیز ہو گئی تھی۔

عمران اس وقت سائیکو مینشن کی ایک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جو عام گاڑیوں سے مختلف تھی۔  
ڈیش بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھتے ہی اس کے قریب ہی ایک چھوٹا سا اسکرین روشن ہو گیا  
جس پر ایبوی لینس گاڑی کا پچھلا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک سرخ رنگ کے بٹن کو  
گردش دینی شروع کی تھی اور اسکرین پر نظر آنے والی گاڑی کے ایک پہیے کا کلوز اپ واضح ہونے  
لگا تھا۔ آہستہ آہستہ پورے اسکرین پر صرف پہیے کا کلوز اپ ہی باقی رہ گیا۔

عمران نے پھر ایک بٹن دبایا تھا۔۔۔ اور اگلی گاڑی کا وہ پچھلا پہیہ زوردار آواز کے ساتھ فلیٹ  
ہو گیا تھا۔ جس کی تصویر اسکرین پر نظر آتی رہی تھی۔

ایبوی لینس گاڑی یلکھت بائیں جانب گھومی۔۔۔ اور سڑک سے اتر کر ریت میں دھنستی چلی گئی۔  
عمران اپنی گاڑی آگے لیتا چلا گیا تھا۔ رفتار پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھی۔ کچھ دور جا کر  
پلٹا۔۔۔ اس بار اس کے بائیں ہاتھ میں لائٹ رینج کا سائیلنسر لگا پستول بھی تھا جو اس گاڑی کے  
ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے برآمد ہوا تھا۔

پستول گود میں رکھ کر اُس نے گاڑی کی رفتار کم کی تھی اور ایبوی لینس گاڑی سے کسی قدر  
فاصلے پر جا رکھا تھا۔

”کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔۔۔؟“ اس نے اونچی آواز میں ان لوگوں سے پوچھا جو  
ایبوی لینس گاڑی کے نیچے جیک لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک دیسی تھا اور دو سفید فام۔  
ایک سفید فام نے سیدھے کھڑے ہو کر عمران کی گاڑی کی طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا  
قریب آکھڑا ہوا۔ عمران کا سائیلنسر لگا ہوا پستول اس کے دل کا نشانہ لے رہا تھا۔

”سب ٹھیک ہے۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”ک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟ تم کون ہو۔۔۔۔“ غیر ملکی ہلکایا۔

نے قہقہہ بھی کی تھی۔

”اور میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ اگرچہ میں گھنوں کے اندر اندر ڈاکٹر کی بہن اپنے گھر نہ پہنچی تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ اب سیدھے دوڑتے چلے جاؤ.... چلو جلدی کرو.... مڑ کر دیکھا اور میں نے کیا فائر....!“

”اس سے کیا فائدہ....!“ ان میں سے ایک بولا۔ ”ہماری گاڑی بیکار ہو چکی ہے۔ ہم تمہارا تعاقب تو کر سکتے نہیں!“

”چلو....!“ عمران نے حیرت کر کہا اور انہوں نے دوڑ لگادی۔

”چلتے جاؤ.... دوڑتے جاؤ.... قدم نہ رکھنے پائیں....!“ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھا تھا اور انجین اسٹارٹ کر کے ایکسپریٹر پر دباؤ ڈالا تھا اور خود کار گیر زوالی گاڑی جھٹ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

ڈاکٹر شاہد پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔ تفریح گاہ کے قریب پہنچتے ہی عمران نے پھر ڈیش بورڈ کا بٹن دبایا اور گاڑی کی نمبر پلیٹس بدل گئیں۔



ہوش آتے ہی ڈاکٹر شاہد اچھل پڑا اور حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا بستر سے بھی اتر آیا تھا۔ پھر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کے ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا۔ لیکن دروازہ مقفل تھا۔ تھک ہار کر دوبارہ بستر پر آ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار تھے۔ دفعتاً پھر اٹھا اور دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔ ”ارے....! میں کہاں ہوں.... کوئی یہاں ہے؟ دروازہ کھولو....!“

”بیچھے ہٹ جاؤ....!“ باہر سے غرائی ہوئی سی آواز آئی۔

اُس نے خاموشی سے قہقہہ کی تھی۔ قفل میں کتنی گھومنے کی آواز آئی تھی اور دروازہ کھلا تھا۔ سامنے ایک بد ہیئت آدمی کھڑا دکھائی دیا اور شاہد مزید دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

آنے والے نے دروازہ بند کر کے دوبارہ اندر سے مقفل کر دیا شاہد اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

بد ہیئت آدمی اُسے گھورتا رہا۔

”مم.... میں کون ہوں....؟“ شاہد ہکھلایا۔

”کیا مطلب....!“ بد ہیئت آدمی غرایا۔

”ہاں.... ہاں.... بتاؤ.... میں کون ہوں....؟“

”ملکہ وکٹوریہ کے علاوہ کوئی بھی ہو سکتے ہو۔!“

”خدا کے لئے میرا مضحکہ نہ اڑاؤ۔ مجھے بتادو کہ میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے۔ پتا نہیں

کب سے پوچھتا پھر رہا ہوں۔ کوئی نہیں بتاتا۔!“

”نہیں چلے گی....!“ اجنبی سر ہلا کر بولا۔

”کیا نہیں چلے گی....؟“

”یہی جو تم چلانا چاہتے ہو.... تمہاری یادداشت پر کوئی اثر نہیں پڑا....!“

”یادداشت....؟“ شاہد اس طرح بولا جیسے خواب میں بول رہا ہو۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اجنبی بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”میں ابھی تمہاری یادداشت واپس

لاؤں گا۔!“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں گا اگر ایسا کر سکو....!“

”تمہیں استعفیٰ واپس لینا پڑے گا۔!“ اجنبی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

”کیسا استعفیٰ؟ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا....!“

”کیا تم ڈاکٹر شاہد نہیں ہو....؟“

”میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے....!“ شاہد کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

”تو پھر ڈاکٹر ملہ لقا تمہاری بہن بھی نہ ہوگی۔!“

”میں کیا جانوں کہ وہ کون ہے....!“

”جو کوئی بھی ہے بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔!“

شاہد کی آنکھوں میں پل بھر کیلئے خوف کی جھلکیاں نظر آئی تھیں اور پھر غائب ہو گئی تھیں۔

پھر اس نے حقو کنگل کر کہا تھا۔ ”تم جو کوئی بھی ہو خدا کیلئے مجھے بتادو کہ میں کون ہوں....؟“

”مسٹر رحمان کے ہونے والے داماد....!“

”اور تم کون ہو....؟“

”ڈھمپ.... آدھے تیر والا....!“

”آدھا تیر....!“ شاہد بے ساختہ اچھل پڑا۔

”اور تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو تم سے کہا جا رہا ہے۔!“

”تم اچھی طرح جانتے ہو....!“

”میں کچھ نہیں جانتا..... یقین کرو.....!“

”کیا تم اسے پسند کرو گے کہ مدد لقا کو تمہارے سامنے ہی کوئی نقصان پہنچا دیا جائے!“

”خداوند!..... میں کیا کروں.....!“

”وہی جو کہا جا رہا ہے!“

”کیا کہا جا رہا ہے.....؟“

”تم اچھی طرح جانتے ہو.....!“

”میں کچھ نہیں جانتا..... یقین کرو.....!“

”وہ سامنے فون رکھا ہوا ہے..... محکمہ صحت کے سیکریٹری کو بتادو کہ تم اپنا استعفیٰ واپس لینا چاہتے ہو!“

”میں اُسے نہیں جانتا..... ارے میں یہی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں.....!“

”ایک شخص نے تمہیں رہائی دلانے کی کوشش کی تھی ہم نے اُسے بھی پکڑ لیا ہے.....!“

”مجھے رہائی دلانے کی کوشش کی تھی۔ تو کیا میں نے کسی خیل سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی!“

”میں ابھی اُسے بھجواتا ہوں..... شاید تمہاری یادداشت واپس آجائے اُسے دیکھ کر!“

اجنبی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شاہد بھی اٹھا تھا۔

”تم وہیں بیٹھے رہو..... ورنہ گولی مار دوں گا!“ اجنبی مڑ کر بولا۔

پھر وہ چلا گیا تھا..... شاہد دم بخود بیٹھا بند دروازے کو عجیب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد عمران بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ شاہد اٹھ گیا۔

”مجھے افسوس ہے ڈاکٹر.....!“ اس نے کہا۔

”کک..... کیا تم مجھے جانتے ہو.....!“

”کیا بات ہوئی.....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”اگر جانتے ہو تو بتادو کہ میں کون ہوں.....!“

”ارے تم ڈاکٹر شاہد ہو..... میری بہن ثریا سے تمہاری شادی ہونے والی ہے۔!“

”کاش..... میں نے یہ نام پہلے بھی کبھی سنا ہوتا۔!“

”بہت اچھے.....!“ دفعتاً عمران ہنس پڑا۔

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا.....!“ شاہد اپنی پیشانی مسلتا ہوا بولا۔

”یار بڑی اچھی اداکاری کر رہے ہو.....!“ عمران آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ ”ٹھیک ہے..... اسی طرح تم بچ سکتے ہو.....!“

”ہاں نہیں تم لوگ کیا کہہ رہے ہو.....!“

”میں بھی تمہاری طرح قیدی ہوں.....!“

”کس کے قیدی.....؟ کیوں قیدی ہو.....؟“

”میں نے تمہیں ان لوگوں سے چھین لینا چاہا تھا۔ لیکن خود بھی پکڑا گیا۔“

”کن لوگوں سے چھین لینا چاہا تھا۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں آ رہا.....!“

”تم کوہ کاف کے شہزادے ہو..... نیلم پری کے اکلوتے بیٹے۔“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”کچھ بھی تو یاد نہیں آتا.....!“

”چتکبرے دیو کی خالہ سے تمہارا بھگڑا ہو گیا تھا.....!“

”پھر کیا ہوا تھا.....؟ جلدی سے میری الجھن رفع کر دو.....!“

”چتکبرے دیو نے ایک جھاڑ پر سید کر دیا تھا اور تم اپنی یادداشت کھو بیٹھے تھے۔!“

ڈاکٹر شاہد کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ ”کچھ یاد آیا.....!“

شاہد نے مایوسانہ انداز میں سر کو منحنی جنبش دی۔

”نہیں یاد آئے گا تا وقتیکہ تمہیں گل بکاؤلی نہ سکھایا جائے.....!“

”کچھ کرو..... خدا کے لئے کچھ کرو.....!“

”ایسے حالات میں صبر کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا ڈاکٹر شاہد.....!“

”وہ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ میں ڈاکٹر شاہد ہوں.....!“

”بکو اس کر رہا تھا..... تم تو ڈوائف زریعہ بیگم ہو.....!“

”میرا مذاق نہ اڑاؤ.....!“ ڈاکٹر شاہد حلق کے بل چیخا۔

عمران خاموش ہو گیا۔ سوچ رہا تھا کہ اس بار اس سے سچ بچ حماقت ہی سرزد ہوئی ہے۔

ڈھمپ کے روپ میں اس کے سامنے نہیں آتا چاہئے تھا۔ ویسے مقصد یہی تھا کہ شاید وہ عمران کی حیثیت میں اُس سے کچھ نہ معلوم کر سکے۔ اگر اصلیت ظاہر کرنی ہوتی تو وہ رحمان صاحب ہی سے رجوع کرتا اور بات اس حد تک نہ بڑھتی۔ اس سے قبل بھی وہ اسی تکنیک کے ذریعے کورنیلیا سے گئی بات اگلو چکا تھا شاہد کے معاملے میں بھی یہی تکنیک بروئے کار لایا تھا۔ لیکن یہاں اُسے

مایوسی ہوئی۔ البتہ آدھے تیز کے حوالے پر اس کا رد عمل امید افزا تھا۔ وہ شاہد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔  
ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔



کورنیلیا کو عمران کی تلاش تھی۔ قطعی اپنے طور پر۔ کسی نے اس سے ایسا کرنے کو نہیں کہا تھا۔ وہ تھانے سے اس کا پتا حاصل کر کے فلیٹ تک جا پہنچی۔ یہاں جوزف سے مڈ بھیڑ ہوئی تھی وہ اُسے حیرت سے دیکھنے لگی کیونکہ کہ وہ اس وقت فوجی وردی میں تھا اور دونوں جانب کے ہولسٹروں سے ریوالور کے دستے صاف نظر آرہے تھے۔

”مم..... میں..... مسٹر عمران کو تلاش کر رہی ہوں.....!“ وہ ہکلائی۔

”کیوں.....؟“ جوزف سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا۔

”وہ میرے بھروسہ ہیں..... دوست ہیں.....!“

”ہم نہیں جانتے وہ کہاں ہوں گے۔!“

”تم کون ہو.....؟“

”میں ان کا باڈی گارڈ ہوں.....!“

”تب تو تمہیں ان کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔!“

”نہ جانے کیوں جوزف خلاف معمول مسکرا دیا تھا۔“

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!“

”شوق ہے باڈی گارڈ رکھنے کا۔ ورنہ وہ اتنے معصوم اور بے ضرر آدمی ہیں کہ انہیں باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔!“

”اس پر تو مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔!“

”کس بات پر مسی.....!“ جوزف اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”اسی پر کہ اس سادہ لوح آدمی نے اتنا خوف ناک باڈی گارڈ کیوں رکھ چھوڑا ہے۔!“

”اس پر تو خود مجھے بھی حیرت ہے مسی.....! آج تک ان دونوں ریوالوروں سے ایک گولی بھی نہیں چلی اور میرا مزاج بھی کسی قدر شاعرانہ ہو گیا ہے۔!“

”کیا تم کبھی ہیوی ویٹ جیمپن بھی رہے ہو.....!“

”میرے جاننے والوں کا یہی خیال ہے۔ وڈا اصل باس کو بھی بائنگ سے شوق ہے۔!“

”اچھا..... اچھا..... میں سمجھ گئی..... کیا اب بھی لڑتے ہو.....!“

”صرف باس سے.....!“

”وہ..... یعنی..... کہ وہ.....!“

”ہاں جب بھی میرے ستارے گردش میں آتے ہیں مجھے دستانے پہننے ہی پڑتے ہیں۔!“

”تمہارے ستارے گردش میں آتے ہیں.....!“ کورنیلیا نے حیرت سے کہا۔

”ہاں مسی..... ایک فائنٹ کے بعد تین دن تک اپنے چہرے کی سینکائی کرتا رہتا ہوں۔!“

”عمران کے مقابلے پر.....!“

”ہاں مسی..... لیکن آج تک میرا ایک مکہ بھی ان کے چہرے پر نہیں پڑ سکا۔!“

”تم لحاظ کر جاتے ہو گے.....!“

”نہیں مسی..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا شاہد ہے جو آخرت میں مجھ پر پوری طرح

حادی ہو گا۔!“

”یقین نہیں آتا.....!“

جوزف کچھ نہ بولا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔ سلیمان اس وقت فلیٹ میں موجود نہیں تھا۔

”توڑی دیر بعد جوزف بولا۔“ ”تم اپنا کارڈ چھوڑ جاؤ مسی..... وہ جب آئیں گے انہیں بتا دوں گا۔!“

”میں انتظار کیوں نہ کر لوں.....!“

”اگلے ہفتے تک.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”تین دن سے تو میں نے ان کی شکل نہیں دیکھی.....!“

”آہ..... تو کیا کہیں اور بھی ٹھکانا ہے۔!“

”اس فلیٹ سے آگے کی بات میں نہیں جانتا.....!“

”اچھی بات ہے..... تو تم میرا کارڈ رکھ لو.....!“

وہ اُسے اپنا کارڈ دے کر چلی گئی تھی۔

جوزف نے اس کے جاتے ہی عمران کے بتائے ہوئے نمبر فون پر ڈائل کئے تھے۔

”کیا خبر ہے.....؟“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”ایک غیر ملکی لڑکی تمہاری تلاش میں ہے باس..... کورنیلیا نام بتایا ہے۔!“

”کیا فلیٹ میں آئی تھی.....!“

”ہاں.... باس.... اپنا کارڈ دے گئی ہے۔!“

”آس پاس کی پوزیشن بتاؤ....!“

”نگرانی کر رہے ہیں وہ لوگ.... ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ ویسی ہی آدمی ہیں کسی غیر ملکی میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ سلیمان نہیں مانتا وہ پھر باہر چلا گیا ہے۔ ناشتے کے بعد ابھی تک غائب ہے۔!“

”یہ اس نے اچھا نہیں کیا.... وہ لوگ میری تلاش میں ہیں.... اور بری طرح پاگل ہو رہے ہیں۔!“

”کہہ رہا تھا میری محبت خطرے میں ہے۔!“

”میں سمجھ گیا.... خیر دیکھا جائے گا۔!“ عمران کی آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوزف ریسور رکھ کر بالکونی پر آ نکلا.... اور کنکھیوں سے اس مقام کا جائزہ لینے لگا جہاں اس کی دانست میں نگرانی کرنے والے موجود تھے۔ پھر وہ شاید چھٹی حس ہی تھی جس کی بناء پر وہ یکلخت پیچھے ہٹا تھا اور اس کی بائیں جانب والی دیوار کا پلاسٹر اُدھر گرا گیا تھا۔ بے آواز فائر اسی جانب سے ہوا تھا چدر کنکھیوں سے دیکھتا رہا تھا۔

وہ چپ چاپ کمرے میں چلا آیا۔ لیکن اس کی آنکھیں خوف ناک لگنے لگی تھیں۔ چند لمحے کمرے کچھ سوچتا رہا۔ پھر فون کی طرف بڑھا۔ عمران کے نمبر پھر ڈائل کئے.... اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر غریا۔ ”پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے باس.... اب مجھے فلیٹ سے نکلنے کی اجازت دو۔!“

”کیا ہوا....؟“

”میں بالکونی میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھ پر بے آواز فائر ہوا۔ اسی جانب سے جہاں وہ لوگ موجود ہیں۔“

”تم زخمی تو نہیں ہوئے....؟“

”بال بال بچ گیا۔!“

”سلیمان واپس آیا یا نہیں....!“

”نہیں باس....!“

”تم بالکونی میں بھی نہیں جاؤ گے....!“

”یہ ظلم ہے باس....!“

”بکواس مت کرو.... ساتویں بوتل کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن باہر نکلنے کی نہیں۔!“

”ساتویں بوتل....“ جوزف خوش ہو کر بولا۔ ”کیا ہمیشہ کے لئے باس....!“

”نہیں جب تک تم پر پابندی ہے۔!“

”تمہاری مرضی باس....!“ جوزف مردہ سی آواز میں بولا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسور رکھ دیا۔

سلیمان کے سلسلہ میں اس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ اس بے آواز فائر کا مطلب یہی تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو گھر سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ عمران نہ سہی کوئی اور سہی جس پر قابو پا کر وہ معلومات حاصل کر سکیں لیکن یہ ان کی خام خیالی تھی۔ کیا جوزف کو علم تھا کہ عمران کہاں ہے محض فون نمبر تھے اس کے پاس.... اور اسے یقین تھا کہ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں وہ نمبر نہیں مل سکیں گے۔“

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چونک پڑا پھر خیال آیا کہ دستک دینے والا سلیمان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دروازہ وہی پیتا ہے.... دوسرے تو کال مل کا بٹن دبایا کرتے ہیں۔ اس نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا۔ سلیمان ہی تھا.... اور بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ دانت نکلے پڑے تھے۔

”گدھر ٹھاسلا....!“ جوزف غریا۔ ”باس فون پر پھر بولا! مٹ نکلو باہر....!“

”اے اب اس وقت تو دس ہزار گالیاں دے تب بھی برداشت کر لوں گا۔!“

”اچھا.... کیا بات ہو گیا....؟“

”الٹا لٹکا ہوا تھا سالہ اور مار پڑ رہی تھی۔!“

”کس کا بات کرنا....!“

”قادر.... کوٹھی پر ملازم ہے.... کچھ گھپلا کیا تھا سالے نے اور اب قبول رہا ہے۔!“

”کیا کیا ٹھا....؟“

”بڑے صاحب کے ساتھ کوئی چار سو بیس کی تھی....!“

”بڑے صاحب کے ساٹھ....!“ جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں.... اب یا تو سالہ بند ہو جائے گا یا نکالا جائے گا۔!“

”ٹم سالہ کا بے کو کھش ہونا....!“

”وہ مجھے چاہتی تھی.... یہ بیچ میں آکودہ.... ہے تھوڑا نقشہ باز.... میں ٹھہرا سیدھا سا دھا آدمی....!“

”وہ تمہارا رائیول ہے۔!“

”رائیول کیا....؟“

”وہ ہونا.... دوسرا آدمی.... تمہارا لونڈیا کا لور....!“

”ہاں..... ہاں..... یہی بات تھی!“  
”لوٹو یا کیا بولنا.....؟“

”اس سے ملاقات ہی نہ ہو سکی.....!“

”ٹم سالا آؤل ہے.....!“

”کیوں..... کیوں.....؟“

”بس ہے..... تمہارا شادی نہیں بنے گا!“

”ابے کیوں بکواس کرتا ہے!“

”لوٹو یا بھی ٹم کو اٹو سمجھنا.....!“

”دیکھ بے..... زبان سنبھال کر.....!“

”اب ٹم باہر نہیں جائے گا!“

”کیوں نہیں جائے گا..... کوئی دھونس ہے تیری.....!“

”باس بولا فون پر..... جائے گا تو مرے گا.....!“

پھر اس نے بالکوئی کے قریب لے جا کر دیوار کا آؤٹ ہوا پلاسٹر دکھایا تھا اور وہ گولی دکھا  
تھی جو وہیں فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

اچانک اسی وقت انہوں نے شور سنا۔ نیچے سڑک پر بھگدڑ ہو گئی تھی۔ جدھر جس کے سینکڑے  
سارے تھے نکلا جا رہا تھا۔ پھر انہوں نے فائرز کی آوازیں بھی سیں۔ جوزف نے پیچھے ہٹ  
دروازہ بند کر لیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.....؟“ سلیمان اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”جس نے مجھ پر گولی چلایا تھا..... اب اس پر چلنا.....!“

”تو نے ٹھیک کہا تھا..... میری شادی نہیں ہو سکے گی۔“ سلیمان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”نہ بہادر لوگ کا شادی بننا اور نہ اُن کا نوکر لوگ کا.....!“

”ابے جا..... بڑا بہادر لوگ ہے۔ خواہ مخواہ دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑاتے پھرتے ہیں۔“

”ہم نہیں سمجھا..... پھٹے میں ٹانگ اڑاتا پھرنا کیا مطلب ہوتا.....!“

”مطلب نہیں مطلب.....“ سلیمان نے چڑانے کے سے انداز میں کہا۔

”وہی..... وہی.....!“

”وہی..... وہی کے بچے باہر گولیاں چل رہی ہیں۔!“

”ہم کیا کرے..... چلا ہے ٹو پلے.....!“ جوزف نے کہا اور کمرے کی طرف چل پڑا۔ شاید اس  
کی پیاس جاگ اٹھی تھی اور وہ چھٹی بوتل کی بچی کھچی کے ساتھ ہی ساتویں کے خیال میں گن تھا۔



آپریشن روم سے عمران کی کال اس کے کمرے میں ڈائریکٹ کر دی گئی..... وہ اب بھی  
سائیکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”ابھی ابھی ایک ایسوی لینس گاڑی ہارلم ہاؤز کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی ہے میں نے سوچا شاید  
اس کی کوئی اہمیت ہو آپ کی نظروں میں۔!“

”ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔!“ عمران بولا۔ ”کیا اس کا نمبر ٹی زیڈ چوبیس سو گیارہ ہے؟“

”نہیں..... ٹی زیڈ گیارہ سو بائیس ہے.....!“

”کسی خاص طبی ادارے کا نام ہے اس پر.....!“

”نہیں..... صرف ریڈ کر اس بنا ہوا ہے۔!“

”تم میں سے کوئی اس کا تعاقب نہ کرے..... صرف اس کی روانگی کی سمت کے بارے میں  
اطلاع دینا کافی ہو گا۔ اگر وہ کپاؤنڈ سے باہر آئے۔!“

”بہت بہتر.....!“

”کیا نمبر بتایا تھا.....؟“

”ٹی زیڈ..... گیارہ سو بائیس.....!“

”میں منتظر رہوں گا.....!“

”بہت بہتر.....!“

”وٹس آل.....!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

ریسیور رکھا ہی تھا کہ پھر ٹھنٹی بجی۔ اس بار جوزف کی آواز آئی تھی۔

”سب سے پہلے ساتویں بوتل کا شکریہ باس..... اس کے بعد یہ خبر ہے کہ فلیٹ کے باہر  
فائرنگ ہوئی تھی۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ دوزخی آدمی ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہیں کوئی  
نہیں جانتا کہ ان پر کس نے فائر کئے تھے۔!“

”ساتویں بوتل نے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”یقین کرو باس.... ساتویں بوتل کے صرف دو گھونٹوں نے مجھے اس حد تک پُر سکون کر دیا تھا کہ میں نے بالکتی سے جھانکنا بھی گوارا نہیں کیا اور تیسری خبر یہ ہے کہ سلیمان کی محبت جیت گئی۔ وہ کوٹھی پر گیا تھا وہاں اس نے اپنے رقیب کو الٹا لٹکا دیکھا تھا۔!“

”تو اس نے بھی عبرت پکڑ لی ہوگی۔!“

”نہیں باس....! وہ بہت خوش ہے اور چوتھی خبر یہ ہے کہ جب آس پاس گولیاں چل رہی ہوں تو مجھے اپنی پردہ نشینی کھلنے لگتی ہے۔!“

”پردہ نشینی بہتر ہے کفن پوشی سے....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر تیس سیکنڈ بعد ہی صفدر کی کال دوبارہ آئی تھی۔

”ایمو لینس گاڑی پورچ میں کھڑی ہے اور ایک اسٹریچر اندر سے لایا گیا ہے کوئی اس پر لیٹا ہوا ہے۔ سر سے پیر تک کمبل سے ڈھکا ہوا ہے۔!“

”تعاقب ہرگز نہ کرنا....!“ عمران بولا۔ ”جانے دو....!“

”ہو سکتا ہے وہ لیڈی ڈاکٹر ہی ہو....!“

اس کے باوجود بھی وہ کرو جو میں کہوں.... یہ جال بھی ہو سکتا ہے۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہارلم ہاؤز زیر نگرانی ہے یا نہیں۔ اس کی وجوہات ہیں۔!“

”جیسی آپ کی مرضی....!“

”لیکن روانگی کی سمت سے مطلع کرنا....!“

”بہت بہتر....! وہ.... ذرا ٹھہریے.... ہولڈ آن کیجئے۔!“

آواز آتی بند ہو گئی.... عمران ریسیور کان سے لگائے رہا۔

صفدر کی آواز پھر آئی۔ ”ہیلو....!“

”سن رہا ہوں....!“

”چوہان اطلاع دے رہا ہے کہ ایمو لینس گاڑی کپاؤنڈ سے نکل کر گیارہویں شاہراہ پر مغرب کی جانب مڑ گئی ہے۔!“

”ٹھیک ہے....! تو یہ تم لوگوں کی جگہ لینے کے لئے آدھے گھنٹے بعد پہنچ جائے گا۔ اب ایک ہی آدمی کافی ہوگا۔ تم تینوں آرام کر سکتے ہو۔ ویش آل....!“

ریسیور رکھ کر وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”گیارہویں سڑک.... مغرب کی جانب.... خوب تو

پھر شاید آدھری جائیں گے۔!“



ایمو لینس گاڑی کی اگلی سیٹ پر دو افراد تھے.... اور دونوں ہی سفید قام غیر ملکی تھے۔ انہی میں سے ایک اسٹیریٹنگ کر رہا تھا۔

گاڑی کے پیچھے دور تک سڑک سنان اور تاریک پڑی تھی۔ اسٹیریٹنگ کرنے والے نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”کوئی بھی نہیں ہے شہر سے یہاں تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جس پر تعاقب کا شبہ کیا جاسکتا۔!“

”چیف بچوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے....!“ دوسرا بولا۔

”اندر اسٹریچر پر کون ہے....؟“

”میں نہیں جانتا....! ضروری نہیں کہ کوئی آدمی ہو۔ ڈی بھی ہو سکتی ہے۔!“

”آخر یہ کون شخص ہے جو اس طرح ہمارے مقابل آیا ہے۔ پولیس تو کچھ بھی نہیں کر رہی۔!“

”میں نہیں جانتا....!“

”کیا نام ہے....؟“

”عمران....؟“

”لیکن ہر من نے ڈھمپ نام بتایا تھا....!“

”اُس شخص کا نام بتایا تھا جو قیدی کو چھین لے گیا تھا۔ چیف کا خیال ہے کہ وہ عمران ہی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔!“

”عمران کی کیا حیثیت ہے....؟“

”یہاں کے محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔!“

”اور اسی کے محکمے سے تعلق رکھتا ہے۔!“

”نہیں....! محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک آوارہ گرد آدمی ہے۔!“

”اوہ....! اب ایک گاڑی دکھائی دی ہے۔!“

”وہ ہماری ہی کوئی گاڑی ہوگی۔ پانچ میل کی مسافت طے کر لینے کے بعد تعاقب کرنے والی کوئی گاڑی نہیں ہو سکتی۔ تعاقب شروع ہوتا تو ہارلم ہاؤز کے قریب ہی سے ہو جاتا۔ چیف کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔!“



”اگر ہماری ہی گاڑی ہے تو اتنی دیر بعد کیوں دکھائی دی!“

”تو پھر کوئی غیر متعلق آدمی ہو گا۔ اس سڑک پر صرف ہم ہی تو نہیں چل رہے۔“

”یہ ساحلی تفریح گاہ کی روشنیاں ہیں شاید.....!“

”ہاں.....!“

”پچھلی گاڑی راستے کے لئے ہارن دے رہی تھی۔ ایسولینس گاڑی ایک جانب کر لی گئی اور تیز رفتار گاڑی اس کے برابر سے نکلتی چلی گئی۔“

”ہاورڈ نے یہی تو بتایا تھا کہ پہلے وہ گاڑی آگے نکل گئی تھی!“

”کیوں مرے جا رہے ہو..... اپنی دو گاڑیاں بھی پیچھے ہوں گی!“

”تو دکھائی کیوں نہیں دیتیں.....؟“

”ویران حصے میں داخل ہوتے ہی ہیڈ لائٹس بجھادی گئی ہوں گی!“

”وہ دیکھو.....!“ ڈرائیور چیخ پڑا۔ ”وہ پلٹ رہی ہے!“

سامنے سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دی تھیں۔

”آنے دو..... ہماری بھی گاڑیاں.....!“

سامنے والی گاڑی کی رفتار میں کمی نہیں ہوئی تھی..... وہ ایسولینس کے قریب سے گزرتی چلی گئی تھی۔

”اُوہ.....!“ ڈرائیور نے طویل سانس لی تھی۔

”خواہ مخواہ نروس ہو رہے ہو تم..... بس اب ہم وہاں پہنچنے ہی والے ہیں!“

ایسولینس کی رفتار کسی قدر تیز ہو گئی۔ ساحلی تفریح گاہ بہت پیچھے رہ گئی تھی اور یہ وہی سڑک تھی جس پر ان کی ایک ایسولینس کے ٹائر فلیٹ کر دیئے گئے تھے اور ڈھمپ نامی کسی آدمی نے ان کے قیدی پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔

مزید ایک میل کی مسافت طے کر کے ایسولینس ان عمارات کے قریب جا پہنچی جہاں ایٹمی بجلی گھر کا عملہ رہتا تھا۔ پھر وہ ایک الگ تھلگ عمارت کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

”اب ہمیں کیا کرنا ہے.....؟“ ڈرائیور نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

”گاڑی کو پورچ میں لیتے چلو..... اور وہیں کھڑی کر دو.....!“

”اس کے بعد.....!“

”میں نہیں جانتا..... مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ گاڑی ہی پر بیٹھے رہنا ہے یا نیچے اترنا ہے!“

”کیا بات ہوئی.....؟“

”انجن بند کرو اور چپ چاپ بیٹھے رہو.....!“

گاڑی پورچ میں پہنچ کر رکی تھی اور انجن بند کر دیا گیا تھا۔ وہ دونوں بیٹھے رہے۔ دفعتاً ایسولینس کے اندر سے کسی نے عقبی پارٹیشن پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کر دیا تھا۔

”ڈمی نہیں تھی..... چلو اترو نیچے..... دروازہ کھولو.....!“ ڈرائیور نے کہا۔

دوسرے آدمی نے نیچے اتر کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تھا اور بوکھلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”چیف.....!“

”کچھ نہیں ہوا.....؟“ اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں چیف..... کچھ بھی نہیں.....!“

اتنے میں دو گاڑیاں اور بھی کپاؤنڈ میں داخل ہوئیں..... ان پر سے چار سفید قام غیر ملکی اترے اور پورچ کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

”کیا خبر ہے.....؟“ خشک لہجے میں ”چیف“ نے ان سے سوال کیا۔

”قطعی نہیں چیف.....! تعاقب کیا ہی نہیں گیا.....!“

”لیکن میں نے دو گاڑیوں کی آوازیں سنیں تھیں!“

”ایک گاڑی تفریح گاہ سے اس طرف آئی تھی اور دوسری مخالف سمت سے..... انہی کی آوازیں آپ نے سنی ہوں گی!“

”ہو سکتا ہے تفریح گاہ ہی سے تعاقب شروع کیا گیا ہو!“ ایسولینس کے ڈرائیور نے کہا۔

”احتمقانہ خیال ہے.....!“ چیف بولا۔ ”چلو اندر چلو.....!“

وہ عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

”چیف“ قوی اعضاء والا ایک دراز قد آدمی تھا۔ آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔ اپنے ماتحتوں پر چھایا ہوا سا لگتا تھا۔

ایک بڑے کمرے میں پہنچ کر اس نے انہیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا چند لمحوں میں گھور تارہا

پھر بولا۔ ”تم سب ناکارہ ثابت ہو رہے ہو۔“

وہ سب خاموش رہے۔

چیف تھوڑی دیر بعد غرایا..... ”دونوں دیسی آدمی زخمی ہو کر واپس آئے ہیں!“

”کون دیسی آدمی.....؟“ ایک بولا۔

”تم تصور بھی نہیں کر سکتیں.... میرے ملک میں شہزادوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا!“  
 ”آخر تم نے کس توقع پر اُسے کوئی بڑی رقم قرض دے دی تھی!“  
 ”تفصیل میں نہیں جاسکتا.... یہ بتاؤ کیا ڈھپ نامی کسی آدمی سے واقف ہو!“  
 ”یہ نام ہی پہلی بار سن رہی ہوں....!“

”ہو سکتا ہے کہ تم اُسے نام سے نہ جانتی ہو.... لیکن کبھی اپنے بھائی کے ساتھ دیکھا ہو۔ وہ ایک بد ہیئت سا آدمی ہے۔ بہت زیادہ پھولی ہوئی ناک والا، مونچھیں نچلے ہونٹ پر لٹکی ہوئی۔ اتنی گھنی کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا ہو۔!“

”نہیں میں نے ایسے کسی آدمی کو اپنے بھائی کے ساتھ نہیں دیکھا۔“  
 چیف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”بہر حال تمہارا بھائی اس پوزیشن میں نہیں کہ میرا قرض ادا کر سکے۔ اس لئے استعفیٰ دے کر روپوش ہو گیا ہے۔!“  
 ”اُوہ.... تو کیا اسی لئے استعفیٰ بھی....!“

”ہاں.... اسی لئے....!“  
 ”کیا تم یہاں کے قانون کی رو سے قرض کی ادائیگی کے مستحق قرار پاسکو گے۔!“  
 ”میں نہیں سمجھا....!“

”کیا تمہارے پاس ان کی کوئی ایسی تحریر ہے جس کی بناء پر ان کا قرض دار ہونا ثابت ہو سکے۔!“  
 ”نہیں....!“

”تو پھر.... انہیں تم سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔!“  
 ”وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر اُس نے قرض ادا نہ کیا تو اس کے دونوں کان کاٹ دیئے جائیں گے۔!“

”یہاں.... اس ملک میں....!“ عورت نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔  
 ”اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ یہی دیکھ لو تم ہماری قید میں ہو۔ اسی ملک میں۔ تمہارے قانون نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔ تمہارے اغوا کی خبر سے پورے شہر میں سنسنی پھیل گئی ہے۔ اخبارات چیخ رہے ہیں لیکن تم دیکھ ہی رہی ہو۔!“  
 عورت کچھ نہ بولی۔

چیف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”تمہارا بھائی جہاں بھی ہوگا تمہارے اغواء کی خبر اس

”میں صرف ہاورڈ سے مخاطب ہوں۔!“  
 ہاورڈ نامی آدمی نے اُسے خوف زدہ نظروں سے دیکھا تھا۔  
 ”عمران کی قیام گاہ کے قریب ان پر فائر کئے گئے تھے۔!“  
 ”مجھے علم ہے چیف....!“ ہاورڈ بولا۔ ”ان سے بھی غلطی ہوئی تھی۔ اُن میں سے ایک نے نیگرو پر فائر کر دیا تھا۔ جو فلیٹ کی بالکنی میں کھڑا ہوا تھا۔!“  
 ”کیوں....؟“ چیف اُسے گھورتا ہوا غرایا۔  
 ”فائر بے آواز تھا.... اور اس توقع پر کیا گیا تھا کہ شاید اسی طرح عمران فلیٹ سے نکل آئے۔!“  
 ”تم احمق ہو.... تم نے غلط آدمیوں کا انتخاب کیا تھا فلیٹ کی نگرانی کے لئے۔ عمران فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ رانا بیل میں بھی نہیں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی نہیں ہے۔!“  
 ”ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں باس.... مجھے اطلاع ملی تھی کہ آج کوئی سفید قام لڑکی عمران کے فلیٹ میں گئی تھی۔!“

”کورنیلیا تھی....!“ چیف خشک لہجے میں بولا۔  
 ”کورنیلیا....!“ ہاورڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔  
 ”ہاں وہی تھی.... اور اب اُسی پر نظر رکھو۔ وہ عمران کی تلاش میں ہے۔!“  
 ”مگر چیف ضروری تو نہیں کہ وہ اُسے مل ہی جائے۔!“  
 ”غیر ضروری باتیں نہیں....!“  
 ”اوکے چیف....!“ ہاورڈ نے طویل سانس لی۔  
 چیف اٹھ گیا۔

طویل راہداری سے گزر کر وہ ایک کمرے کے سامنے رکا تھا قفل کھول کر اندر داخل ہوا اور سامنے بیٹھی ہوئی عورت اُسے دیکھ کر اچھل پڑی۔  
 ”ڈرو نہیں....!“ چیف آہستہ سے بولا۔

”ڈروں گی کیوں....؟“ عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
 ”جب تک تمہارا بھائی ہمیں نہ مل جائے تمہاری رہائی ناممکن ہے۔!“  
 ”آخر تم لوگ میرے بھائی سے کیا چاہتے ہو....!“  
 ”وہ مقروض ہے میرا.... جیسے ہی میں نے اس سرزمین پر قدم رکھا وہ روپوش ہو گیا۔!“  
 ”کتی رقم ہے....؟“ عورت نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

تک ضرور پہنچی ہوگی اور یہ بھی جانتا ہوگا کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے لیکن اُسے تمہارا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہے۔  
عورت خاموش رہی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور چیف چونک کر مڑا۔ پھر اس نے غصیلے انداز میں اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ہاورڈ کھڑا نظر آیا۔

”جج.... چیف....!“ وہ ہکلا یا۔ ”کپاؤنڈ میں کوئی ہے۔!“

”کون ہے....؟“

”پتا نہیں....!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اُوہ.... اپنی شکل دیکھو.... کون ہے کپاؤنڈ میں۔ اُوہ میں سمجھا.... تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہی لوگوں میں سے کوئی ہے۔!“

ہاورڈ نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟“

”کتے بھونکنے لگے ہیں....!“

”گیٹ بند کر کے انہیں کھول دو.... لیکن پہلے آئینے میں اپنی شکل ضرور دیکھ لینا۔ کہیں تمہیں ہی گولی نہ مار دوں.... تم ڈر رہے ہو۔!“

”نن.... نہیں.... تو چیف....!“ وہ چیخے ہٹا ہوا بولا۔ ”میں کتے کھلوائے دیتا ہوں۔!“

ٹھیک اسی وقت پوری عمارت تاریک ہو گئی اور چیف اونچی آواز میں بولا۔ ”خبردار تم کمرے ہی میں خاموش بیٹھی رہنا.... ورنہ گولی ماری جائے گی۔!“

پھر اس نے کھینچ کر دروازہ بند کیا تھا اور ٹنول کر قفل میں کنبی لگائی تھی۔ اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔!

”کتے.... کتے....“ چیف زور سے چیخا۔ ”کتے کھول دینے کی کوشش کرو۔!“ وہ دیوار ٹنولٹا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

بھگدڑ کی آوازاں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ان لوگوں کے آنے سے قبل بھی اس عمارت میں کچھ افراد موجود تھے اور اب ان کی مجموعی تعداد گیارہ تھی۔

چیف بڑھتے بڑھتے صدر دروازے تک آ پہنچا تھا۔

کپاؤنڈ میں اُسے نارچ کی روشنی دکھائی دی اور کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جنہوں نے بلد

ہاؤنڈ کی زنجیریں تھام رکھی تھیں۔

”جلدی کرو....!“ وہ دہاڑا.... ”انہیں چھوڑ دو....!“

کتے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور وہ ایک ہی جانب دوڑتے چلے گئے تھے۔ چیف پورچ میں کھڑا اپنے آدمیوں کو ہدایات دیئے جا رہا تھا۔

لیکن ابھی تک کسی نے بھی دوبارہ روشنی کے انتظام کی فکر نہیں کی تھی۔ پتا نہیں وہ اتنے بدحواس ہو گئے تھے یا مصلحتاً روشنی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ صرف دو عدد نارچوں کی روشنیاں کپاؤنڈ کے اندھیرے میں گردش کر رہی تھیں۔

اچانک کتے خاموش ہو گئے اور ایسا لگا جیسے اس سے قبل کسی قسم کی آوازیں ہی نہ رہی ہوں پھر شاید کتوں کے ٹریز ہی نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی تھی۔ لیکن اس کی آواز سنائے میں مدغم ہو گئی تھی اور کتوں کی طرف سے کسی رد عمل کا اظہار نہیں ہوا تھا۔

”دیکھو.... کیا ہوا....؟“ چیف دہاڑا۔

”جس طرح کتے مارے گئے ہیں.... اسی طرح دیکھنے والے بھی مار دیئے جائیں گے۔!“ کسی کی آواز کسی دور افتادہ حصے سے آئی تھی۔

آواز کی سمت فوراً ہی کسی نے فائر جھونک دیا۔

چیف تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا تھا کہ وہ آواز اُسی کے کسی آدمی کی تھی یا وہ کوئی اور تھا جس نے اس کی بات کا جواب دیا تھا دو فائر پھر ہوئے اور وہ صدر دروازے کے قریب دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

اتنے میں کوئی دوڑتا ہوا پورچ میں آیا تھا اور میز ہیوں پر چڑھتا ہوا پھر نیچے لڑھک گیا تھا۔ چیف نے اس کا دھندھلا سا ہیولا دیکھا تھا لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔

پے درپے دو فائر پھر ہوئے۔ اسکے بعد ہی پولیس کی کسی پٹرول کار کا سائرن سنائی دینے لگا تھا۔ ”چلو سب.... اندر چلو....!“ چیف حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ ”روشنی.... مین سوئچ دیکھو۔!“

”سب کچھ ٹھیک ہے....!“ بائیں جانب سے آواز آئی۔ ”ایسا لگتا ہے جیسے پول پر سے گئی ہو۔!“

”پاور ہاؤز فون کرو....!“ چیف نے کہا اور پھر اُسے یاد آیا کہ ابھی ابھی کوئی پورچ کی میز ہیوں پر سے لڑھک گیا تھا۔

”دیکھو.... اُدھر کون ہے.... نارچ ادھر لاؤ....!“

دوسرے ہی لمحے میں نارچ چیف کے چہرے پر پڑی۔!

”مجھے دو مارچ....!“ وہ جھنجھلا کر بولا۔

آنے والے نے مارچ اس کی طرف بڑھادی تھی اور اُس نے سیڑھیوں پر روشنی ڈالی تھی۔ اُسی کا ایک آدمی ٹخلی سیڑھی پر اونڈھا پڑا نظر آیا اور اس کے نیچے سے خون کی پتی سی لکیر نکل کر دور تک بل کھاتی چلی گئی تھی۔

”اُسے اٹھا کر فوراً اندر لے چلو....!“ چیف بولا۔ ”اور خون کا نشان تک یہاں نہ ملنا چاہئے.... جلدی کرو.... میں پھانک پر جا رہا ہوں۔ پولیس ادھر ہی آرہی ہے۔ باہر کے لوگ اس عمارت کی نشاندہی کر دیں گے.... کئی فائر ہوئے تھے۔!“

”اوہ... چیف...!“ بائیں جانب سے آواز آئی۔ ”میں سوچ کی ایک فیوز گرپ غائب ہے۔!“

”جلدی سے دوسری لگاؤ....!“ کہتا ہوا وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے اندازے کے مطابق پٹرول کار گیٹ کے سامنے رکی تھی اور اس سے فائر کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔

”آوازیں ہم نے بھی سنی تھیں لیکن سمت کا تعین نہیں کر سکے۔ یہاں کے برقی نظام میں کوئی نقص واقع ہو گیا ہے۔!“ چیف نے جواب دیا۔

کار آگے بڑھ گئی۔ شاید وہ لوگ اس کی شخصیت سے مرعوب ہو گئے تھے۔ وہ تیزی سے عمارت کی طرف پلٹا۔ ابھی پورچ میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ عمارت روشن ہو گئی دو آدمی سیڑھیوں کے قریب بیٹھے خون کے دھبے دھورہے تھے۔

”کیا وہ مر گیا....؟“ چیف نے آہستہ سے پوچھا۔

”نہیں چیف....!“ جواب ملا۔ ”شانے میں گولی لگی ہے۔ بیہوش ہے۔!“

”کتوں کا کیا حشر ہوا.... انہیں بھی دیکھو....!“

پھر ذرا ہی سی ڈیر میں اسے معلوم ہو گیا کہ دونوں کتے عقبی پارک میں بیہوش پڑے ہیں انہیں گولی نہیں ماری گئی تھی بلکہ بیہوش کر دینے والی ڈارٹس کا شکار ہوئے تھے۔ اس اطلاع پر وہ اچانک چوٹکا تھا اور قیدی عورت والے کمرے کی طرف چل پڑا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا ملا۔ کمرہ خالی تھا۔ جس کرسی پر اُسے بیٹھی ہوئی چھوڑ کر گیا الٹی پڑی دکھائی دی۔ اس کے قریب ہی کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ملا۔ جس پر مونے مونے حروف میں ”ڈھپ“ تحریر تھا۔

”او.... خبیثو.... او مر دو دو....!“ وہ کمرے سے دہڑاتا ہوا نکلا۔ ”تم سب اس قابل ہو کہ

بے دردی سے قتل کر دیئے جاؤ.... وہ اُسے بھی نکال لے گیا۔!“

تھوڑی دیر بعد وہ سب چیف کے سامنے سر جھکائے کھڑے نظر آئے۔ وہ ان پر بُری طرح گرج رہا تھا۔



ڈاکٹر مہ لقا کو صرف اتنا ہی یاد تھا کہ کمرے میں دفعتاً اندھیرا ہو گیا تھا اور اس سے پوچھ گچھ کرنے والا کمرے کو دوبارہ مقفل کر گیا تھا۔ ساتھ ہی دھمکی بھی دی تھی کہ نکل بھاگنے کی صورت میں گولی باردی جائے گی۔ وہ دیر تک اندھیرے میں بیٹھی رہی تھی۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر کرسی سے اٹھی تھی ٹھیک اُسی وقت اس پر پنل مارچ کی روشنی پڑی تھی اور کسی نے آہستہ سے کہا تھا کہ وہ اس کا دوست ہے اُسے رہائی دلانا چاہتا ہے۔ یہ بات اردو میں کہی گئی تھی اس لئے وہ کسی نے دوسرے میں پڑ جانے کی بجائے اس کے ساتھ کمرے سے نکلی چلی گئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

عقبی پارک میں پہنچ کر اس نے اسے کاندھے پر اٹھایا تھا اور ایک طرف دوڑ لگادی تھی۔ اسی دوران میں اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا جیسے وہ اپنے ایک ہاتھ سے اس کی کپٹیاں دبانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ پھر کیا ہوا تھا.... اس کا ہوش نہیں۔

دوبارہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئی تھی تو پھر خود کو ایک کمرے میں پایا تھا لیکن وہ کمرہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جس میں قید رہی تھی۔ یہ کمرہ اُس سے زیادہ کشادہ تھا اور اس میں نکاسی کے دروازے تھے۔ اس نے اٹھ کر ایک دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی پھر دوسرے کو آزمایا تھا۔

دوسرا اینڈل گھماتے ہی کھل گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں چیخ پڑی تھی۔ ”بھائی جان۔!“

یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا اور سامنے ڈاکٹر شاہد ایک آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔

”مم.... میں.... نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں....؟“ شاہد سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

”مہ لقا ٹھک کر رہ گئی۔“

”اگر میں بھائی جان ہوں تو بتاؤ کہ میں ہوں کون.... میرا گھر کہاں ہے۔!“

”ارے بھائی جان....!“ وہ خوف زدہ لہجے میں کچھ کہتے کہتے رک گئی ٹھیک اُسی وقت عقب سے آواز آئی تھی۔ ”یہ آپ کے بھائی جان نہیں بلکہ میرے عذاب جان ہیں۔!“

مہ لقا چونک کر مڑی۔ سامنے عمران کھڑا تھا۔ ڈاکٹر شاہد بھی کرسی سے اٹھ گیا۔

شاید کچھ نہ بولا۔ مہ لقاؤ سے غور سے دیکھتی ہوئی کہتی رہی۔ ”تم نے یہ رقم اس سے اسی کے  
میں لی تھی جب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ یہاں آیا ہے تو تم روپوش ہو گئے۔!“  
”کیوں ڈاکٹر صاحب.....!“ عمران نے پوچھا۔  
”ہو سکتا ہے.....!“ شاید نے جھپٹی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔  
”لیکن آدھا تیر.....!“  
”پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں..... عمران بھائی.....!“  
”ابھی ذرا ہی دیر پہلے تم نے ڈھمپ کے سلسلے میں حیرت ظاہر کی تھی کہ اگر وہ میرا آدمی تھا  
تو اس نے آدھے تیر کا حوالہ کیسے دیا تھا۔!“  
”اوہ..... وہ دراصل..... وہ جس کا میں مقروض ہوں..... وہاں آدھا تیر کہلاتا ہے۔!“  
”کیوں محترمہ..... کیا وہ آدھا تیر تھا.....؟“ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو شروع ہو گئی ہے۔!“ مہ لقا نے ناخوش گوار لہجے  
میں کہا۔

”مطلب یہ کہ وہ تیر سے مشابہت رکھتا تھا۔!“

”میں نہیں جانتی.....!“

”کیا اس نے آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گفتگو کی تھی۔!“

”جی نہیں.....!“

”نام بتایا تھا.....!“

”بھلا وہ نام کیوں بتاتا جب کہ اس سے ایک غیر قانونی حرکت سرزد ہوئی تھی۔!“

”یہ بھی ٹھیک ہے..... اچھا اس کا حلیہ ہی بتائیے.....!“

”دراز قد اور چوڑا چکلا آدمی ہے۔!“

”کوئی خصوص پہچان.....!“

”ٹھہریئے..... مجھے سوچنے دیجئے..... ایک نشان جو سبھی کو عجیب لگتا ہے۔ پیشانی پر بائیں

جانب کر اس کی شکل کا زخم کا نشان۔ واضح اور اتنا بڑا کہ دور سے بھی نظر آتا ہے۔!“

”یہ ہوئی نابات.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اب اس کا قرض ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔!“

شاید اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

”اور کچھ پوچھنا ہے آپ کو ڈاکٹر شاید۔!“ اس نے مہ لقا سے سوال کیا۔

”میرا نام علی عمران ہے محترمہ.....!“

”میں..... جانتی ہوں.....!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”آپ کی تصویر دیکھی تھی۔!“

”پچھلی رات میں ہی تھا جس نے آپ کو رہائی دلوائی تھی۔!“

”اور خود پکڑے گئے.....!“ ڈاکٹر شاید بے ساختہ بول پڑا۔

”اب تو واقعی پکڑے گئے.....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

اور شاید کے منہ پر ہوا بیاں اڑنے لگیں۔

”پرواہ مت کرو..... میں اسی طرح یادداشت واپس لاتا ہوں.....!“ عمران بولا۔

”م..... میں نہیں سمجھا.....!“

”تم محفوظ ہو ڈاکٹر..... ڈھمپ میرا ہی آدمی ہے۔!“

”اوہ..... وہ لوگ بھی کسی ڈھمپ کا ذکر کر رہے تھے۔!“ مہ لقا بولی۔

”انہیں کرنا ہی چاہئے۔!“

”میں کہاں ہوں.....؟“ شاید نے سوال کیا۔

”ایک محفوظ مقام پر..... تحفظ ہی کے لئے تمہیں یہاں رکھا گیا ہے۔ بلکہ براہ راست میری

تحویل میں ہو تا کہ اب ڈھولک بجوای دی جائے۔!“

”اگر وہ آپ کا آدمی تھا تو اس نے آدھے تیر کا حوالہ کیوں دیا تھا۔!“ شاید عمران کو غور سے

دیکھتا ہوا بولا۔

”آپ لوگ آرام سے بیٹھ جائیے.....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ پھر مہ لقا سے کہا۔ ”میں

پہلے آپ کی کہانی سنوں گا۔!“

”م..... میری کہانی..... یہ ہے کہ ایک غیر ملکی لڑکی مریضہ کو دکھانے کے بہانے مجھے

ہارلم ہاؤز لے گئی تھی اور وہیں مجھے بند کر دیا گیا تھا۔ پھر میں نہیں جانتی کہ دوسری عمارت میں

کیسے پہنچی تھی۔ انہوں نے مجھے بطور یہ غمال رکھا ہوا تھا۔!“

”کس سلسلے میں.....!“

ڈاکٹر شاید زور سے کھٹکارا تھا جیسے مہ لقا کو بولنے سے روک رہا ہو۔ لیکن مہ لقا خود اسی سے

سوال کر بیٹھی۔ ”کیا تم کسی کے بہت زیادہ مقروض ہو.....!“

”نہیں..... تو..... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔!“ شاید بولا۔

”لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی رقم ہے..... اسی لئے روپوش ہو گئے ہو.....!“

”یقیناً.... روپوشی کی وجہ قرض ہو سکتا ہے.... لیکن استغفی!“

”مناسب یہی ہو گا کہ یہ سوال آپ میرے لئے چھوڑ دیں....!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”بہتری باتیں خواتین کے علم میں لانے والی نہیں ہوتیں....!“

شاہد نے بوکھلا کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔

”لہذا آپ آرام کیجئے....!“ عمران بولا۔

”میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں....!“

”ابھی نہیں.... ذرا حالات کو میرے قابو میں آجانے دیجئے.... ورنہ آپ دیکھ ہی چکی ہیں کہ پولیس آپ کا سراغ نہیں پاسکی تھی اور وہ لڑکی اب بھی آزاد ہے جو آپ کو ہارلم ہاؤز لے گئی تھی۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں قانون کی حکمرانی نہیں ہے۔!“

”قانون کی حکمرانی تو ہے.... لیکن سیاست بھی بہر حال ایک ٹھوس حقیقت ہے۔!“

”کیا اس لئے کہ وہ سفید فام غیر ملکی ہیں....!“

”اگر وہ سیاہ فام غیر ملکی بھی ہوتے تو حالات کے تحت یہی صورت ہوتی.... قرض دینے والے بننے بے حد صورت حرام ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اُن کے حسن کی تعریف کرنی پڑتی ہے۔!“

”میں سمجھ گئی....!“

”یہی بات ہے.... تو پھر بس آرام کیجئے جا کر....!“

”شکریہ....!“ اس نے کہا اور اسی کمرے میں واپس چلی گئی جہاں وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

”اگر آپ ہی سامنے آتے تو یادداشت کھو بیٹھنے کا ڈھونگ نہ رچاتا....!“ شاہد آہستہ سے بولا۔ ”میں اس خوف ناک آدمی کو دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ انہی لوگوں سے سابقہ ہے۔ آپ کی کال ریسیو کرنے کے بعد میں ان کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ وہ ہٹ کی کھڑکی توڑ کر اندر داخل ہوئے تھے۔“

”پھر تمہیں بیہوش کر کے ایک ایسولینس گاڑی میں ڈالا تھا اور نکل جانا چاہتے تھے۔!“

”اور مجھے یہیں ہوش آیا تھا اس لئے غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا۔!“

”خیر اب آجاؤ اصل معاملے کی طرف....!“

”میں ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس کا قرض ادا کر سکوں۔!“

”اگر لاکھ دو لاکھ کی بات ہو تو میں دے سکتا ہوں۔!“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

”پورے دس لاکھ....!“

”دو دن کے اندر اندر انتظام کر دوں گا....!“

”آپ نہیں....!“ وہ کھیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

”ہاں.... ہاں.... کیوں نہیں.... بس اب استغفی واپس لے لو....!“ عمران نے چکار کر کہا۔

شاہد کچھ نہ بولا۔ احقانہ انداز میں عمران کی صورت تکٹا رہا۔

”جس شخص کا حلیہ تمہاری بہن نے بتایا ہے وہ قرض نہیں دیتا بلکہ حکومتوں کے تختے التا ہے۔!“

”آپ کیا جانیں....!“ شاہد اچھل پڑا۔

”اپنے باپ کے مقابلے میں میں نے زیادہ دنیا دیکھی ہے۔ آج سے دو سال قبل اُس نے

ایک افریقی ملک کو جہنم بنا دیا تھا۔“

”عمران صاحب.... میں ایک بے بس چوہے کی طرح خوف زدہ ہوں۔!“

”اگر سچی بات بتا دو تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں....!“

شاہد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اگر میں آپ

کو اپنی بے بسی کی وجہ بتاؤں گا تو آپ مجھ سے متفر ہو جائیں گے۔ لیکن خدا کی قسم مجھے قطعی یاد

نہیں کہ میں کب ان حرکات کا مرتکب ہوا تھا۔!“

”تم جو کچھ بھی کہو گے میں اس پر یقین کر لوں گا۔ میں تو صرف ایک تماشائی ہوں۔ محبت

اور نفرت کرنے کا حق مجھ سے چھین لیا گیا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“ شاہد نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔

”ایک ایسا تماشائی جو خود بھی تماشے ہی کا ایک کردار ہے۔!“

”اب بھی نہیں سمجھا....!“

”میں صرف کام کرتا ہوں.... محبت یا نفرت کرنا میرا مسلک نہیں ہے۔!“

”بالکل اسی درخت کی طرح جو صرف پھل دیتا ہے پھل توڑنے والوں پر پتھر نہیں چلاتا۔!“

”طالب علی کے زمانے میں ان کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ طب اور جراحات کا بہت اچھا

طالب علم تھا اور نصاب سے باہر نکل کر بھی تلاش و جستجو کی لگن رکھتا تھا۔ میرے اسی جنون سے

انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا میرا ایک ہم سبق جو وہیں کے ایک بڑے سرمایہ دار کا لڑکا تھا ایک دن کہنے لگا کہ میں تمہیں ایک ایسے ادارے میں متعارف کرا سکتا ہوں جہاں استعداد بڑھانے کے بہتر مواقع موجود ہیں۔ میں اس کی باتوں میں آگیا۔ واقعی وہ عجیب دنیا تھی۔ میں نے وہاں ایسے ایسے آلات دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کتابوں کا ایک ایسا ذخیرہ کہ آنکھیں کھل گئیں۔ ادارے کا سربراہ ایک مشفق آدمی تھا۔ اُس نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ ذہانت کی کوئی قومیت نہیں ہوتی۔ خدا کا عطیہ ہے اُسے ساری دنیا کے کام آنا چاہئے۔ یہ آدھا تیز اسی ادارے کا نشان اور مونو گرام کا ایک حصہ ہے۔ لیکن میرے لئے یہ نشان سوہان روح بن کر رہ گیا ہے۔ دو ماہ سے وہ لوگ کسی نہ کسی طرح یہ نشان مجھ تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس کا مقصد یاد دہانی ہے کہ اب مجھے ان کا آلہ کار بننا ہی پڑے گا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ تم وہاں اپنی استعداد بڑھاتے بڑھاتے کیا کرنے لگے تھے جس کی بناء پر وہ تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ عمران نے سوال کیا۔

”کاش مجھے یقین ہو تا کہ میں نے وہ سب کچھ کیا ہو گا جس کے کھلے ہوئے ثبوت انہوں نے میرے سامنے پیش کئے تھے۔“

”ڈاکٹر ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو....“ عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں تمہیں ایک ایسا انجکشن دے سکتا ہوں کہ تم سچ سچ اپنے بارے میں سب کچھ بھول جاؤ گے اور انجکشن کا اثر زائل ہونے کے بعد تمہیں قطعی یاد نہ رہے گا کہ تم اس دوران میں کیا کر چکے ہو۔“

”آپ جانتے ہیں....“ ڈاکٹر شاہد پر مسرت لہجے میں چیخا۔

”جانتا ہی نہیں ہوں بلکہ ایسے بہترے شعبہ میرے پاس بھی ہیں۔“

”لیکن لوگوں کی بڑی اکثریت اس کے بارے میں نہیں جانتی۔“ ڈاکٹر شاہد طویل سانس لے کر بولا۔ ”ان کے پاس میری ایسی بیہودہ تصاویر ہیں کہ میں ان کا تصور تک نہیں کر سکتا۔“

”لڑکی جان پہچان والی ہوگی۔“

”ہرگز نہیں.... لڑکی نہیں.... لڑکیاں کہئے.... لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ کون تھیں.... یا میں اُن سے کب ملا تھا۔“

”مجھے یقین ہے....“

”وہ تصاویر مجھے دکھانے کے بعد کہا گیا تھا کہ میں پوری طرح ان کی گرفت میں ہوں۔ جہاں بھی ہوں گا ان کا پابند رہوں گا۔“

”تو کیا کچھ دنوں تک وہاں مستقل قیام رہا تھا....!“

”چھ ماہ تک.... تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپسی کا خیال تھا کہ اُس ادارے کے سربراہ نے مجھے چھ ماہ کی خصوصی ٹریننگ دینے کا آفر دیا۔ اخراجات ادارے ہی کے ذمے ہوتے لہذا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا اور یقین کیجئے کہ میں دل کی سرجری کا اسپیشلسٹ اسی ادارے میں چھ ماہ کے اندر ہی اندر بن گیا تھا اور اسی دوران میں انہوں نے میرے ساتھ وہ حرکات بھی کر ڈالیں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو سکا لیکن مجھے اُس سے قبل ہی شبہ ہو گیا تھا کہ میں غلط لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہوں اور یہ اس ملک کی وہی تنظیم معلوم ہوتی ہے جو ترقی پذیر ممالک میں ریشہ دوانیاں کیا کرتی ہے۔“

”کس بناء پر شبہ ہوا تھا تمہیں....؟“ عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”وہاں مریض بھی ہوتے تھے۔ میرے قیام کے دوران ہی میں وہاں ایک افریقی ملک کا شہزادہ اپنے کسی مرض کا علاج کرانے کے لئے داخل ہوا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کا بھانجہ تھا۔ منشیات کا عادی، جنسی کجروی کا شکار اور غیر معمولی قوت کے حصول کا خواہش مند تھا۔ وہ لوگ پوشیدہ طور پر اس کا کسی قسم کا ٹرینٹ کرنے لگے۔ ایک دن وہ نشے کی جھوک میں روئے لگا اور بولا کہ وہ اس بار اپنے ماموں یعنی اس افریقی ملک کے بادشاہ کی تقریب ساگرہ میں شرکت نہیں کر سکے گا۔ ادارے کے معالجین نے اُسے تشفی دیتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ وہیں ساگرہ کی تقریب برپا کر کے اس کے لئے رسومات کی ادائیگی کا موقع فراہم کر دیں گے۔ آپ یقین کیجئے عمران صاحب کہ اتنی سی بات کے لئے انہوں نے بہت بڑی رقم خرچ کر دی تھی۔ باقاعدہ دربار کا سیٹ لگایا گیا تھا اور ایک ایسا آدمی بھی انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا جو اس کے ماموں کا ہم شکل تھا۔ تقریب برپا ہوئی۔ مبارک باد دینے کی رسم کے وقت شہزادہ اس کے قریب پہنچا اور ریوالت نکال کر اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ کارٹوس نقلی تھے ہنسی میں ٹل گئی۔ لوگوں نے زور زور سے قہقہے لگائے تھے اور تالیاں بجائی تھیں۔ لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے اس وقت وہ شہزادہ مشینی طور پر حرکت کرتا رہا ہو۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ دوسرے دن موقع نکال کر میں نے اس سے بات کی تھی۔ یقین کیجئے۔ وہ حیرت سے منہ کھولے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ کچھ بھی تو یاد نہیں تھا اُسے۔ پھر وہ ہنس کر بولا تھا۔ شاید تم نے خواب دیکھا تھا۔“

ڈاکٹر شاہد خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”ساگرہ کی بات خود اس نے شروع کی تھی اور رو دیا تھا....؟“ عمران نے سوال کیا۔

نہیں.... اس کے ملک کی رسم و رواج کی باتیں چھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ کی ساگرہ کا بھی

ذکر شروع ہوا تھا اور اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ خیر اب سے ایک سال پہلے کا واقعہ یاد کیجئے۔ افریقہ کے اسی ملک کے بادشاہ کو اس کے اُسی بھانجے نے قتل کر دیا جس نے تین ماہ قبل اس ادارے میں گویا اس کے قتل کا ریسرسل کیا تھا۔ بالکل اسی طرح سا لگرہ کی مبارک باد دیتے وقت اُس نے اپنے ماموں پر چار فائر کئے تھے اور وہ اسی جگہ گر کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔!

”ہاں..... مجھے یاد ہے.....!“ عمران نے پر تکر لہجے میں کہا۔

”اب آپ خود سوچئے میں کیسے خطرناک لوگوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوں۔!“

”لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم نے استغفی کیوں دیا.....؟“

”کیا آپ کو میری پوزیشن کا علم نہیں ہے۔!“

”ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کن شخصیتوں کے معالج ہو.....!“

”بس تو پھر میری موجودہ پوزیشن کا اندازہ لگا لیجئے..... مر جانا پسند کروں گا۔ لیکن ان کا آلہ کار نہیں بنوں گا۔!“

”کیا انہوں نے تم سے کچھ کرنے کو کہا تھا۔!“

”ابھی تک تو نہیں کہا..... لیکن آپ بتا دیجئے کہ اچانک مجھے میری خطرناک پوزیشن کا احساس دلانے کی کوشش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ گویا مجھے پہلے ہی متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر میں نے ان کی کوئی بات نہ مانی تو وہ میری سوشل حیثیت کو تباہ کر دیں گے۔!“

”ہوں.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے۔!“

”اور میں نے استغفی دے کر انہیں جتنا چاہا تھا کہ میں خود ہی اپنی اس حیثیت کو ختم کر دیتا ہوں۔ پھر تم تشہیر کیا کرو ان بیہودہ تصاویر کی۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا حربہ آزمایا۔ مہ لقا کو اغوا کر لیا اور اُسے یرغمال بنا کر استغفی واپس لینے کے لئے دباؤ ڈالنے لگے۔!“

”میرا مشورہ ہے کہ تم استغفی واپس لے لو اور دیکھو کہ ان کا مطالبہ کیا ہے.....؟“ عمران نے کہا۔

”یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔!“

”ایسا کر کے تم ملک و قوم کی ایک گرانقدر خدمت انجام دو گے۔!“

”میں نہیں سمجھا.....!“

”وہ تم سے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں تمہاری طرف سے مایوس ہو کر کسی اور طرح کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہو سکتا ہے کامیاب بھی ہو جائیں کیوں کہ ہم اندھیرے میں ہوں گے۔!“

”یہ بات تو ہے.....!“ شاید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”استغفی واپس لے لو..... اور منتظر رہو.....!“

”لیکن انہیں اب شبہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں نے ان کا راز فاش کر دیا ہو گا۔!“

”میں ان کا شبہ بھی رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہر حال یہ بہت ضروری ہے کہ ان کا

منصوبہ ہم پر ظاہر ہو جائے۔!“

”جیسے آپ کی مرضی..... لیکن آپ ان کا شبہ کیسے رفع کریں گے۔!“

”ڈھمپ.....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔



دوسری صبح کے اخبارات میں ڈاکٹر مہ لقا کی بازیابی کی خبر جلی حروف میں شائع ہوئی تھی۔ پولیس کے بیان کے مطابق اس نے شہر کی ایک عمارت پر چھاپہ مار کر نہ صرف مہ لقا کو بلکہ اس کے بھائی ڈاکٹر شاہد کو بھی برآمد کر لیا تھا۔ وہ دونوں ڈھمپ نامی کسی آدمی کی قید میں تھے۔ قبل اس کے کہ ان دونوں پر جس بے جا کا مقصد ظاہر ہو تا پولیس ان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ ڈھمپ گرفتار نہیں ہو سکا۔ ڈھمپ کا حلیہ بھی شائع ہوا تھا۔ پولیس نے پبلک سے درخواست کی تھی کہ اگر کوئی ڈھمپ کے بارے میں کسی قسم کی معلومات کو فراہم کرنا چاہے تو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر سامنے آئے۔ اس کا نام صفیہ راز میں رکھا جائے گا اور اس امداد کے صلے میں انعام کا مستحق بھی قرار پائے گا۔!

ڈاکٹر شاہد اور مہ لقا اپنے گھر پہنچ گئے تھے۔ آنے جانے والوں کا تانتا سا بندھا ہوا تھا۔ رحمان صاحب بھی خیریت دریافت کرنے آئے تھے۔

”مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تم بے فکر رہو.....!“ رحمان صاحب نے کہا۔

”عمران بھائی کی عنایت.....!“ شاید بولا۔

”کسی کے سامنے اس کا نام بھی مت لینا.....!“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔!“

”اور کل سے تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ گے۔!“

”بہت بہتر.....!“

”مجھے حالات سے باخبر رکھنا.....!“



”ایسا ہی ہو گا....!“

”مہ لقا کو ہدایت کر دو کہ ڈھمپ کے علاوہ اور کسی کا نام نہ لے۔!“

”وہ بھی اچھی طرح سمجھ چکی ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔!“

کچھ دیر بیٹھ کر وہ چلے گئے تھے۔ شاید آرام کرنا چاہتا تھا لیکن آنے جانے والوں کی وجہ سے ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ تین بجے اُس نے اسی نامعلوم غیر ملکی کی فون کال ریسرو کی تھی جو پہلے بھی اس سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔

”تم نے بہت عقل مندی کا ثبوت دیا ہے ڈاکٹر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”شکریہ!“ شاید کالجی غصیلا تھا....!

”استغفی! بھی واپس لے لو....!“

”کل سے ڈیوٹی پر جاؤں گا۔ آخر تم مجھ سے چاہتے کیا ہو....!“

”بس یہی کہ تم استغفی واپس لے لو....!“

”اور اس کے بعد....؟“

”جلد بازی نہیں....! تم تصور نہیں کر سکتے کہ مستقبل قریب میں تم کیا بننے والے ہو۔ اگر انہوں ہی کی طرح تعاون کر دو گے تو بڑے مرتبے پاؤ گے۔ تمہارے ملک میں تم سے زیادہ دولت مند آدمی کون ہو گا۔!“

”یقین کر دو کہ مجھ سے کوئی ناپسندیدہ کام نہ کرا سکو گے۔!“

”تم نے پہلے سے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ وہ کام تمہارے لئے ناپسندیدہ ہو گا۔!“

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی سے میرا رشتہ ہو جانے کے بعد تم مجھ سے کوئی سرکاری راز حاصل کر لو گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں اپنی ذلت گوارا کر لوں گا۔ لیکن غداری مجھ سے نہیں ہو سکے گی....!“

”شاید تم کسی قدر ذہنی مریض بھی ہو گئے ہو۔ فضول باتیں سوچتے رہے ہو۔ ہمارے لئے تمہارے سرکاری راز کوئی اہمیت نہیں رکھتے وہ سرے سے راز ہی نہیں ہمارے لئے۔!“

”پھر کیا چاہتے ہو....؟“

”کچھ بھی نہیں....!“

”تو پھر تمہیں میرے استغفی سے کیا سروکار....!“

”بہتری باتیں بالمشافہ ہی کی جاسکتی ہیں۔!“

”تو بالمشافہ کر لو....!“

”میں بھی وقت نہیں آیا اور ہاں اپنی بہن سے کہہ دو کہ ڈھمپ کے علاوہ اور کسی کی کہانی نہ سناؤ۔!“

”پہلے ہی تاکید کر دی ہے۔!“ شاید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

”تم سے یہی توقع تھی۔ تم نے خواہ مخواہ بات بڑھادی ڈاکٹر ورنہ بات کچھ بھی نہ تھی۔!“

”میں الجھن میں مبتلا ہوں....!“

”کیا میں تمہاری الجھن ابھی رفع نہیں کر سکا....!“

”نہیں.... بالکل نہیں....!“

”عمران کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتا.... ملاقات نہیں ہوئی۔!“

”اچھا.... خدا حافظ....!“ کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ادھر اس غیر ملکی نے اس سے عمران کے متعلق پوچھا تھا اور ادھر عمران فون پر ہانس پر سیا کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف کوریلیا کی آواز سنائی دی۔

”میں عمران ہوں....!“ اس نے کہا۔

”اوہ.... میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا ہے.... کہاں ہو تم....؟“

”جہاں بھی ہوں.... خطرے میں ہوں....!“

”کیوں....؟ تمہیں کیا خطرہ ہے....!“

”پتا نہیں کیوں....؟ اس دوران میں کچھ نامعلوم لوگ میرے دشمن ہو گئے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو....!“

”فکر نہ کرو.... یہ بتاؤ پولیس نے تمہارا پیچھا چھوڑا یا نہیں....!“

”لامحالہ چھوڑے گی.... کیا تم نے آج کا اخبار نہیں دیکھا۔!“

”میں وہاں ہوں جہاں تک اخبارات نہیں پہنچتے....!“

کوریلیا نے اُسے مہ لقا کی بازیابی کی خبر اخبارات کے تبصروں سمیت سنائی تھی۔

”عجیب نام ہے.... ڈھمپ....!“ عمران بولا۔

”نام ہی سے خوف ناک لگتا ہے۔ بہر حال اب پولیس میرا پیچھا چھوڑ دے گی اور ہاں مجھے

معلوم ہوا ہے کہ تم حکمہ سراغ رسانی کے سب سے بڑے آفیسر کے بیٹے ہو۔!“

”تو پھر کیا سوچ رہی ہو.... مجھ سے دوستی ختم کر دو گی۔!“

”وہ تو ہوتا ہی رہے گا.... اس گاڑی کی وجہ سے کیس ختم نہیں ہو سکتا!“  
 ”میں یہی چاہتا ہوں....!“

پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے ریسیور کرڈیل پر رکھ دیا تھا۔ وہ اب بھی سائیکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیکل کئے۔ جوزف نے کال ریسیو کی تھی۔  
 ”سلیمان کو فون پر بلاؤ....!“

”میرا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے باس۔ میں اسے اطلاع نہیں دے سکتا....!“  
 ”کس بات پر جھگڑا ہوا تھا....؟“

”شادی کے مسئلے پر....!“  
 ”آہا.... تو کیا آپ بھی کینڈیڈیٹ ہیں....!“  
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!“

”پھر کیا بات ہے....؟“

”وہ کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی کو بھی اسی فلیٹ میں لا کر رکھے گا!“  
 ”اچھا تو کیا کسی اور کے سپرد کر آئے گا!“

”یہ بات نہیں ہے باس.... فلیٹ میں میں بھی رہتا ہوں....!“  
 ”ارے تو کیا تجھے اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے۔!“

”کیوں نہیں ہے.... بس میں ایسی جگہ نہیں رہ سکتا جہاں کوئی عورت بھی رہتی ہو۔!“  
 ”عورت کے پیٹ میں کیسے رہا تھا....!“

”اپنی مرضی سے نہیں رہا تھا....!“

”ارے تو کیا مجھ سے بھی جھگڑا کرے گا!“

”دیکھو باس.... سمجھنے کی کوشش کرو.... یا یہاں وہ رہے گی یا میں رہوں گا۔!“  
 ”اگر یہ بات تھی تو پہلے ہی بتا دیتا۔ سلیمان کو کسی نہ کسی طرح اس پر راضی کر لیتا کہ تجھی سے شادی کر لے۔ اب تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کی بات کچی ہو گئی ہے۔!“

”میں اپنا سر دیو اب سے ٹکرا کر پاش پاش کر لوں گا۔!“

”ریسیور کرڈیل پر رکھنے کے بعد....!“

”ہائے میں کیا کروں....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اب تو میں تم سے یہ درخواست کروں گی کہ مجھے اور میرے باپ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو۔!“

”ضرور.... ضرور.... ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔!“

”تو پھر مجھے بتاؤ.... میں آؤں یا تم میرے گھر آ رہے ہو....!“

”ایک گھنٹے بعد فون پر بتا دوں گا.... اوکے....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ رحمان صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لہذا گھر کے نمبر ڈائیکل کئے۔ اس وقت وہ آفس سے واپس آچکے ہوں گے۔ دوسری طرف سے کال انہوں نے ریسیو کی تھی۔

”آپ اپنے آفس کے ٹیلی فون ایکیسج کی خبر لیجئے....!“ عمران نے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے....!“ رحمان صاحب کی آواز آئی۔ ”شاید کے ہٹ کا نمبر ان لوگوں تک اسی طرح پہنچا ہو گا۔ ہماری گفتگو سے قبل وہ قطعی طور پر لاعلم تھے۔!“

”لیکن آپ بھی اس سلسلے کی چھان بین نہ شروع کر دیجئے گا۔!“

”کیوں....؟“

”اسی طرح ہم انہیں غلط راستوں پر ڈال کر بے نقاب کر سکیں گے۔!“

”خیال تو ٹھیک ہے.... اچھی بات ہے میں فی الحال اس معاملے کو ملتوی کرتا ہوں۔!“

”قادر نے کیا بتایا....؟“

”تین سو روپے کے عوض اس نے قاب میں لفافہ اور آدھا تیر رکھا تھا۔ کسی کے خانساں نے یہ کہہ کر اُسے اس کام پر آمادہ کیا تھا کہ وہ میرے ایک قریبی دوست کا خانساں ہے اور وہ قریبی دوست مجھ سے ایک دلچسپ مذاق کرنا چاہتا ہے۔!“

”کس کا خانساں تھا....؟“

”قادر نشان دہی نہیں کر سکا تھا۔ بہر حال میں نے قادر کو برطرف کر دیا ہے۔!“

”سلیمان کے لئے مڑوہ جانفرا....!“

”کیا وہ بھی اس معاملے میں سنجیدہ ہے۔!“

”مر جانے کی حد تک....!“

”اچھی بات ہے.... میں دیکھوں گا....!“

”اور ہاں.... کنکشن کے تھانے کے انچارج کو ہدایت کر دیجئے۔ وہ ہانس پر سیا کی لڑکی کا پیچھا نہ چھوڑے اس سلسلہ میں پوچھ گچھ جاری رکھے کہ وہ کار کس کی تھی جس پر وہ ملے لقا کو لے گئی تھی۔!“

”زیادہ بکواس کرے گا تو سات کی چار ہی بوتلیں رہ جائیں گی۔!“  
 ”میں تم سے تھوڑا ہی کچھ کہہ رہا ہوں۔ خدا سے فریاد کر رہا ہوں۔!“  
 ”واقعی اس نے تجھے عورت نہ بنا کر بڑا ظلم کیا ہے۔۔۔۔!“  
 اور جوزف دہاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔

”ابے او کبخت۔۔۔۔۔ ریسور رکھ دے۔۔۔۔۔ رکھ دے ریسور۔۔۔۔۔!“  
 ”نہیں۔۔۔۔۔ تمہیں سننا پڑے گا۔۔۔۔۔!“ وہ روتا ہوا بولا۔

”خدا غارت کرے۔۔۔۔۔!“ عمران نے ریسور کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ ”کھوپڑی پکا کر رکھ دی  
 تالا لٹقوں نے۔۔۔۔۔!“ اور اس طرح سر سہلانے لگا جیسے گرمی چڑھ گئی ہو۔

## عمران سیریز نمبر 88

# آدھا بیٹر

(دوسرا حصہ)

نہیں لیتے جبکہ کتابوں میں سیاست بکھارتے رہتے ہیں..... نہیں بھائی..... میں سیاست کب بکھارتا ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے..... ”زندہ باد“ اور ”مردہ باد“ کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں آتا..... عملی سیاست سے یہی مراد ہے تاکہ الیکشن لڑوں اور اسمبلی میں پہنچوں.....؟ لیکن اسمبلی میں آپ کہاں ہوں گے۔ محفوظ ہونے کے لئے اور اخبارات کم از کم میرے مسخرہ پن کا تو ضرور بلیک آؤٹ کریں گے۔ اُن سے بھلا دیکھا جائے گا کہ ایک لکھنے پڑھنے والا اسمبلی میں پہنچ جائے! لہذا بھائی صاحب..... عمران ہی کے مسخرہ پن سے محفوظ ہوتے رہئے۔ اسمبلی کے باہر ہی تالیوں یا گالیوں سے نوازتے رہئے.....! یہی بہت ہے میرے لئے۔

خیر چھوڑیے بھی کیا رکھا ہے ان باتوں میں نہ خود کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کو مبتلا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

والسلام

ابن صفیر

۲۲ نومبر ۱۹۷۵

## پیش رس

جی ہاں..... ثریا کی شادی ہو گئی تھی..... مطمئن رہئے! دراصل شاہد بہت تھک گیا تھا۔ اُسے آرام کی ضرورت تھی۔ اس لئے آپ کی موجودگی میں اُن کی شادی نہیں ہو سکی۔ البتہ سلیمان کی شادی سے آپ بہت محفوظ ہوں گے..... بیگم گلرخ سلیمان سے آئندہ کسی ناول میں ملاقات ہوگی۔

بہر حال آدھا بیئر بھی تمام ہوا۔ عمران نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ ملک دشمنوں کا زلی دشمن ہے خواہ وہ مقامی ہوں یا غیر مقامی.....

ابھی تک اُن صاحب نے اپنا پتا عنایت نہیں فرمایا جنہوں نے چونی کی بجائے ایک روپے کا نوٹ روانہ فرمایا تھا۔ اُن کی دیکھا دیکھی کٹی نوٹ اور بھی پہنچ گئے ہیں..... بس بھائی بس..... بہت بہت شکریہ..... ورنہ میں کر دڑ پتی ہو جاؤں گا اس طرح۔ پھر آپ کے لئے ناول کون لکھے گا۔ میں جہاں بھی ہوں مجھے وہیں رہنے دیجئے۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آپ عملی سیاست میں حصہ کیوں

”اگر میں اتنا ہی بُرا ہوں تو تم مجھ سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہو....!“ ڈگور کا آخری جملہ ہوتا اور وہ انتہا میں گر رہ جاتی۔ خود کسی نمایاں حیثیت والے خاندان سے تعلق نہیں رکھتی تھی لہذا موجودہ شکل اسے لٹس کو خطرے میں ڈالنا بھی کم عقلی ہی ہوتی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی اس کے ملاف کوئی واضح ثبوت ضرور فراہم کر کے بلند پرواز بازوؤں کو شل ہو جانے پر مجبور کر دے گی۔

ڈگور واقعی بہت چالاک تھا۔ سچ بچ ثبوت نہیں چھوڑتا تھا اور وہ تمام عورتیں بھی اس سے خادان کرتی تھیں جن سے اس کا تعلق ہوتا تھا۔ بے حد محتاط رہتیں۔

ان دنوں وہ اپنے سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کی بیوی سے الجھا ہوا تھا۔ بہت دنوں بعد اسے ایک ایسی عورت ملی تھی جو اس کے معیار پر پوری اتری تھی۔ وہ بہت خوش تھا۔

مونیکا بھی اس پر ٹوٹ کر گری تھی۔ شاید فرسٹ سیکریٹری خود اسکے معیار پر پورا نہیں اتر سکا تھا۔

ڈگور کی نظر ہی ایسی خواتین پر رہتی تھی جو اپنے شوہروں سے مطمئن نہ ہوں۔ بہر حال وہ اس وقت بھی مونیکا ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

دفن فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک کر انسٹرومنٹ کو گھورنے لگا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھلایا تھا۔

”ہیلو.... ڈگور اسپیکنگ....!“

”بہت بہتر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”بہت اچھا ہے کہ تم ہی ہو۔ کیا تم اپنی ڈاک دیکھ چکے ہو۔!“

”نہیں....!“ اس نے غیر ارادی طور پر کہا۔ پھر جھلا کر بولا۔ ”تم کون ہو....؟“

”کیا بک رہے ہو....؟ تم کون ہو....؟“

لیکن جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ ڈگور کی بھنویں سکڑ گئیں اور اس نے ریسور کریڈل پر رکھتے ہوئے آج کی ڈاک پر نظر ڈالی۔ کئی لفافے ٹرے میں رکھے ہوئے تھے، غیر ارادی طور پر ہاتھ اس کی طرف بڑھ گیا۔

در حقیقت ایک سرخ لفافہ موجود تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں چاک کیا تھا اور پھر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور اس نے چونک کر چور نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور لفافے کو اس تصویر سمیت جلدی سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا جو لفافے سے برآمد ہوئی تھی۔



سفارت خانے کا پریس اتاشی گرور ڈگور سماجی زندگی میں خاصے رکھ رکھاؤ والا آدمی مشہور تھا اور مقامی ثقافتی سرگرمیوں میں اس طرح حصہ لیتا تھا جیسے اس کا سماجی مستقبل اسی ملک سے وابستہ ہو۔ کبھی کبھی شلوار سوٹ اور قراقلی ٹوپی سے بھی شوق کرتا۔ اردو اچھی خاصی بول لیتا تھا۔ لیکن جب اردو ہی میں بذلہ سنجی پر اتر آنے کی کوشش کرتا تو مضحکہ خیز ہو جاتا۔

ہارلم ہاؤز اس کی قیام گاہ کا نام تھا۔ لیکن اندازہ کرنا دشوار تھا کہ اس عمارت میں اس کے ساتھ کتنے افراد مقیم ہیں۔ روزی غنی غنی صورتیں دکھائی دیتیں۔

غیر ملکی خواتین کے ساتھ ساتھ دولت مند طبقے کی مقامی خواتین میں بھی مقبول تھا۔ سماجی تقریبات کے مواقع پر زیادہ تر خواتین ہی میں گھرا رہتا۔ خوش شکل صحت مند اور توانا آدمی تھا۔ گفتگو کے دوران میں ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلتی رہتی۔ اس کی روشن خیالی اور خوش مزاجی کے چرچے تھے۔ لیکن اس کی بیوی اوفیلیا ڈگور اتنی ہی تنگ نظر لٹکی اور چڑچڑی تھی۔ خواتین میں اپنے شوہر کی مقبولیت اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔ بظاہر محض خوش طبعی تک محدود رہنے والا باطن عورتوں کا بہت بڑا شکاری ہے۔ کبھی کبھی وہ دو نوک اپنے خیالات کا اظہار بھی کر بیٹھتی تھی۔ لیکن فوراً اسے چیلنج کر دیا جاتا۔ ”ثابت کرو....!“

”شکاری چور ہوتا ہے....!“ وہ کہتی۔ ”ثبوت نہیں چھوڑتا۔!“

فون کی کھنٹی بجتی رہی۔

اس نے خود کو سنبالنے کی کوشش کرتے ہوئے ریسیور اٹھایا تھا۔

”ہیلو.....!“ بمشکل آواز نکل سکی۔

”کیا خیال ہے.....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہیلو..... کون ہے.....؟“

”اندازہ لگانے کی کوشش کرو.....!“

”یہ کیا کواں ہے.....!“

”تصویر احتیاط سے رکھنا..... کہیں تمہاری بیوی کی نظر نہ پڑ جائے!“

”تت..... تم کون ہو..... بتاتے کیوں نہیں.....!“

”سمجھنے کی کوشش کرو.....!“

”میں نہیں سمجھا.....!“

”بہت جلد سمجھ جاؤ گے..... یہ تصویر کچھ زیادہ حیرت انگیز نہیں ہے۔ اس سے بھی کہیں زیادہ

منسنی خیز تصاویر میرے قبضے میں ہیں اور سب کی سب تمہاری ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔“

اچانک سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ڈگور..... ”ہیلو..... ہیلو.....!“ کرتا رہا تھا۔

ریسیور کرپڈل پر رکھ کر وہ ایک کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے میلوں

لبی دوڑ لگا کر یہاں تک پہنچا ہو۔ سارے جسم سے پسینہ چھوٹ پڑا۔

آنکھوں میں خوف کے ساتھ نفرت کی جھلکیاں بھی تھیں۔

”کچھ دیر تک وہ یکساں حالت میں بیٹھا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس بیچانی کیفیت پر قابو پانے کی

کوشش کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے تھے اور ماؤتھ پیس

میں بولا تھا۔ ”ڈگور.....!“

”کیا بات ہے.....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا تم مجھے اپنی اس حرکت کا مطلب سمجھا سکو گے.....؟“ ڈگور نے غصیلی آواز میں کہا۔

”کیا قصہ ہے..... تم سنجیدہ معلوم ہوتے ہو.....!“

”آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو.....؟“

”کھل کر بات کرو میری سمجھ میں نہیں آ رہا.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”سرخ لفافے کا کیا مطلب.....!“

”کیسا سرخ لفافہ.....؟“

”تم آواز بدلنے کے بھی ماہر ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کیا تم نے ابھی فون پر مجھے

ہمکی نہیں دی تھی۔!“

”کیا تم نشے میں ہو ڈگور.....!“

”فوراً یہاں پہنچو.....!“ ڈگور غرایا۔

”فی الحال میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنی جگہ کو چھوڑوں.....!“

”میں بالمشافہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!“ ڈگور چیخ کر بولا۔

”اپنا لہجہ درست کرو..... تمہیں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے.....!“

”جس طرح بھی ممکن ہو یہ ملاقات ضروری ہے۔!“

”تم کسی سرخ لفافے کی بات کر رہے تھے۔!“

”انجان بننے سے کوئی فائدہ نہیں.....!“

”جب تک تم کھل کر بات نہیں کرو گے میں نہیں آسکوں گا کیونکہ تمہارا پابند نہیں ہوں۔!“

”تنظیم کا کوئی حربہ تم نجی معاملات میں استعمال نہیں کر سکتے۔!“

”میں نے کب کہا ہے.....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تو پھر یہ لفافہ.....!“

”میں اسی لفافے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں.....!“

”اس میں ایسا مولو موجود ہے جس سے مجھے بلیک میل کیا جاسکتا ہے۔!“ ڈگور دانت پیس کر بولا۔

”جب پھر تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈگور..... میں بھلا تمہیں کیوں بلیک میل کروں گا۔!“

”تمہی بہتر جانتے ہو گے.....!“

”یقین کرو میری طرف سے ایسی کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم نے

فون پر دھمکی سے متعلق بھی کچھ کہا تھا۔!“

”بس.....!“ ڈگور غرایا۔ ”میں فون پر بات آگے نہیں بڑھانا چاہتا۔!“

”اچھی بات ہے میں آج ہی تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔!“

”اگر یہ غلط فہمی ہے تو اسے رفع کر دو.....!“

”میں کوشش کروں گا..... بشرطیکہ مجھے ہی مورد الزام ٹھہرانے پر نہ اڑ گئے۔!“

ڈگمور نے ریسور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ہیلو.....!“ وہ ریسور اٹھا کر باؤتھ میں غرایا۔

”ایک مشورہ لینا ہے تم سے.....!“ آواز آئی اور آواز وہی تھی جس نے سرخ لفافے کی اطلاع دی تھی۔

”کیا تم اب بھی کہو گے کہ یہ تم نہیں ہو.....!“ ڈگمور دھاڑا۔

”میں کون نہیں ہوں.....؟“ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

”مجھے علم ہے کہ تم اپنی آواز بدل سکتے ہو.....!“

”مجھے کب انکار ہے اس سے.....!“

”پہلے کیوں انکار کیا تھا.....!“

”مجھے اس سے انکار ہے کہ میں نے پہلے کبھی انکار کیا تھا.....!“

”خیر بتاؤ تم کیا چاہتے ہو.....؟“ ڈگمور نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

”صرف ایک مشورہ.....!“

”جلدی بتاؤ میں عدیم الفرصت ہوں.....!“

”تمہارے ساتھ موزیک کی یہ تصویریں اس کے شوہر کو بھیجی جائیں یا تمہاری بیوی کو.....؟“

”میں تمہیں جان سے مار دوں گا.....!“ ڈگمور دھاڑا۔

”مجھے کہاں پاؤ گے کہ جان سے مار دوں گے.....!“

”احق آدمی.....!“ ڈگمور زہریلے لہجے میں بولا۔ ”میں نے ابھی تمہیں جس نمبر پر کال کیا تھا وہ میرے لئے محض ایک نمبر نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ عمارت کہاں ہے۔!“

”تم یقیناً کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو مسٹر ڈگمور..... اوہ میں سمجھا شاید تم مجھے کوئی اور سمجھ رہے ہو۔“

”بکو اس بند کر دو.....!“

”تم نے ابھی تک نہیں بتایا کہ تصویریں کسے بھیجی جائیں.....؟“

ڈگمور تھوک نگل کر رہ گیا۔

”ہیلو.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں بول رہا ہوں..... اگر تم وہ نہیں ہو تو پھر اور کون ہو.....؟“

”ڈھمپ.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور ڈگمور کے ہاتھ سے ریسور چھوٹے چھوٹے پچل۔

”تحت..... تم کیا چاہتے ہو.....؟“ ڈگمور ہانپتا ہوا ہلکایا۔

”تمہارا تعاون.....!“

”کس سلسلے میں.....؟“

”تم اچھی طرح جانتے ہو.....!“

”لیکن..... مم..... میں کسی ڈھمپ کو نہیں جانتا.....!“

”حالانکہ ہارلم ہاؤز کی مصروفیات پوری طرح میرے علم میں ہیں۔!“

”تم چٹا نہیں کیا کہہ رہے ہو.....؟“

”وہ کہاں ہے.....؟“

”کون کہاں ہے.....؟“

”تمہارا وہی مہمان جس کی پیشانی پر کر اس کی شکل کا زخم کا نشان ہے۔!“

”اوہ..... ڈاؤن..... وہ تو کبھی کا چلا گیا.....!“

”بکو اس مت کر دو.....!“

”لیکن تمہارا اس سے کیا معاملہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ مقامی پولیس کو تمہاری تلاش ہے۔ ڈاؤن

ایک معزز آدمی ہے۔!“

”میں بھی اپنے ملک میں غیر معزز نہیں ہوں.....!“

”اسی لئے پولیس تمہاری تلاش میں ہے.....!“

”یہ میرا ملک نہیں ہے.....!“

”عمران سے تمہارا کیا تعلق ہے.....!“

”کون عمران.....؟ میں کسی عمران کو نہیں جانتا.....!“

”ڈاؤن بھی تمہیں نہیں جانتا.....!“

”لیکن میرے پاس سے اچھی طرح واقف ہے..... اس سے کہنا کہ ڈھمپ اس فری لانسر

ایجنٹ کا آدمی ہے جسے اس نے تین سال پہلے مصر میں دھوکا دیا تھا۔!“

”اوہ.....!“

”میرا باس اسے کبھی معاف نہیں کرے گا.....!“

”لیکن میرا اس میں کیا قصور ہے.....!“

”تم اس کے خلاف میرے آلہ کار بنو گے.....!“

”نہیں.....!“

”انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... مسٹر ڈگمور..... تم پوری طرح میری گرفت میں ہو۔ جس وقت چاہوں تمہیں تباہ کر سکتا ہوں۔!“

”لہلہ..... لیکن..... میں ڈاؤن سے سرخ لفافے کا ذکر کر چکا ہوں۔!“

”اور شاید اس کے خلاف شبہ بھی ظاہر کر چکے ہو.....!“

”ہاں..... یہ تو ہوا ہے.....!“

”بس تو پھر تم نہایت آسانی سے کہہ سکتے ہو کہ کوئی خاص بات نہیں تم اپنے معاملات خود ہی دیکھو گے۔!“

”وہ مجھ سے لفافہ طلب کرے تو.....!“

”تمہارا نجی معاملہ ہے۔ اس کے غلام تو ہو نہیں..... بس اتنا کہہ دینا کہ اب تمہیں اس پر شبہ نہیں رہا.....!“

”لیکن تم اس کے خلاف مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو.....؟“

”حالات پر منحصر ہے..... وقتاً فوقتاً تمہیں فون پر مخاطب کرتا رہوں گا۔!“

”لیکن یہ خطرناک بات ہوگی۔!“ ڈگمور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کوئی اور طریقہ اختیار کروں گا..... اسے مجھ پر چھوڑ دو..... فی الحال مجھے یقین دلانے کی

کوشش کرو کہ مجھ سے تعاون کرو گے۔!“

”اگر میرے امکان میں ہوا تو.....!“

”اب یہ بتاؤ کہ ڈاؤن ہے کہاں.....؟“

”سفارت خانے کی ملحقہ عمارت میں.....!“

”کتنے آدمی اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں.....؟“

”آٹھ آدمی.....!“

”ان کے نام اور پتے.....؟“

”وہ سب اسی کے ساتھ آئے تھے۔ میرے لئے اجنبی ہیں۔ میں قطعی نہیں جانتا کہ اب وہ

کہاں ہوں گے۔ ان میں سے ایک تمہاری گولی سے زخمی بھی ہوا ہے۔!“

”سن کر خوشی ہوئی.....!“

”لیکن ڈاکٹر والے معاملے سے تمہارا کیا تعلق.....؟“

”کچھ بھی نہیں..... میں تو صرف ڈاؤن کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ اس کے

دونوں قیدیوں سے یہ تک نہیں پوچھا کہ ڈاؤن سے ان کا کیا معاملہ ہے۔!“

”دیکھو ڈھمپ..... میری پوزیشن نازک ہے.....!“

”میں سمجھتا ہوں..... اسی لئے تم سے کسی ایسے کام کے لئے نہیں کہوں گا کہ تمہیں کھل کر

سامنے آنا پڑے۔!“

”شکریہ.....! اگر تم اس قدر محتاط رہ سکتے ہو تو پھر مجھے بھی پیچھے نہ پاؤ گے۔!“

”شکریہ ڈگمور.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اس نے بھی ریسپورر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔

”ڈھمپ.....!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور سامنے والی بڑی پینٹنگ پر نظر جمادی۔ زیادہ دیر

نہیں گزری تھی کہ فون پھر جاگا۔

”ہیلو..... اوہ..... ڈاؤن.....!“

”میں نہیں آسکوں گا..... تم خود ہی چلے آؤ.....!“ دوسری طرف سے ڈاؤن کی آواز آئی۔

”اوہ..... ڈاؤن..... فکر نہ کرو..... بات صاف ہو گئی ہے۔!“

”کیا مطلب.....؟“

”کسی نے مذاق کیا تھا.....!“

”کمال ہے..... اور تم اتنے سنجیدہ ہو گئے تھے۔!“ ڈاؤن کا لہجہ پر اشتباہ تھا۔

”بات ہی ایسی تھی..... پھر وہ خود ہی راہ پر آگئی۔ میں سمجھا شاید تم عورت کی آواز بنا کر مجھے

دھمکیاں دیتے رہے ہو.....!“

”عورت کی آواز.....!“ ڈاؤن نے حیرت سے کہا۔ ”لیکن تمہاری گفتگو سے یہ نہیں ظاہر

ہوا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔!“

”ظاہر ہے کہ جب شروع سے تم ہی میرے ذہن میں تھے تو گفتگو سے کیسے ظاہر ہوتا۔!“



”نہیں باس.... میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔ اس پر تو غور ہی نہیں کیا تھا کہ کھانے کا کیا ہو گا!“

”لہذا اب دوسری تجویز پیش کر.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

جوزف تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی بیوی کو ٹھیپی

میں رہے۔!“

”ممکن ہے.... لیکن پھر تیرے تجویز کردہ بچے کیسے ہوں گے۔!“

”میری تو عقل ہی چوہٹ ہو کر رہ گئی ہے باس....!“ جوزف اپنے سر پر گھونٹہ مار کر بولا۔

”شادی اس کی ہو رہی ہے۔ عقل تیری چوہٹ ہو کر رہ گئی ہے۔!“

”سچ مچ میں پاگل ہو جاؤں گا باس....!“

”سلیمان کی شادی کے بعد.... ابھی بہت وقت ہے۔!“

جوزف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

”دیکھ....!“ عمران نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

جوزف نے دروازہ کھول کر دیکھا تھا اور جلدی سے پلٹ آیا تھا۔

”وہی لڑکی ہے باس....!“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”سلیمان والی....؟“ عمران نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں وہ کورنیلیا....!“

”ارے.... بلاؤ....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا تھا۔ پھر خود ہی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”ہیلو.... نیلی....!“

”ہیلو.... ران....!“ وہ کمرے میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔ ”تمہارا باڈی گارڈ خوف ناک ہے

لیکن بڑا میٹھا لہجہ رکھتا ہے۔!“

”شکریہ نیلی....!“

جوزف نے بھی دانت نکال دیئے تھے۔ پتا نہیں کیوں وہ اس سفید فام لڑکی سے البرجک نہیں

معلوم ہوتا تھا۔

عمران نے اسے وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا اور اس نے خاموشی سے تعمیل کی۔

”بیٹھو.... تم کھڑی کیوں ہو.... میری قیام گاہ شاندار نہیں ہے۔!“ عمران نے ڈھیلے

ڈھالے لہجے میں کہا۔

”تو بات ختم ہو گئی....!“

”قطعاً....!“

”لیکن....!“ ڈاؤن کی آواز آئی۔ ”یہ غلط دائمی سمجھو کہ تم نے مجھ پر شبہ کیا تھا۔!“

”مجھے افسوس ہے ڈاؤن ڈیر....!“

”خیر.... خیر....!“ سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔



عمران اپنے فلیٹ میں واپس آ گیا تھا۔ لیکن غافل نہیں تھا۔ اس کے کئی ماتحت اس عمارت کی

نگرانی کرتے رہے تھے جس میں فلیٹ واقع تھا اور جب عمران باہر نکلتا تھا تو وہ رکھوالی کے کتوں کی

طرح اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے موجود رہتے تھے۔

سلیمان بے حد خوش تھا۔ بات پکی ہو گئی تھی اور اس نے شادی کی تیاریاں شروع کر دی

تھیں۔ جوزف اسے دیکھ دیکھ کر کباب ہو تا رہتا۔ کبھی کبھی عمران سے کہتا۔ ”شادی کے بعد یہ اور

زیادہ چڑا ہو جائے گا باس....!“

اس وقت بھی اس نے یہی جملہ دہرایا تھا۔

”تجھے کیا....! تجھے تو رہنا نہیں ہے اس کے ساتھ....!“

”شکریہ باس.... لیکن میں وہیں رہوں گا.... جہاں تم رہو گے.... تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔!“

”میں تو یہیں رہوں گا....!“

”نہیں رہ سکو گے باس.... میں اچھی طرح جانتا ہوں....!“

”کیوں نہیں رہ سکوں گا....؟“

”شادی کرے گا تو بچے بھی ہوں گے.... ذرا خود سوچو، بچوں کی چپاؤں میاں میں کیسے

زندگی بسر کر سکو گے۔!“

عمران منہ کھول کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ ”مگر اس کا تو خیال ہی نہیں آیا تھا.... تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔“

”بس تو پھر ہم دونوں کہیں اور چل کر رہیں گے۔!“

”بڑی اچھی تدبیر بتائی تو نے۔ اس کی تنخواہ بذریعہ ڈاک بھیج دیا کروں گا اور یہ سوچ سوچ کر

خوش ہو لیا کروں گا کہ باورچی تو ہے میرے پاس۔ اب اگر ہوٹلوں میں کھانا پھر رہا ہوں تو اس

سے کیا فرق پڑتا ہے۔!“

”میں نے تم سے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔“ نیلی اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

”ضرور..... ضرور..... کی ہوں گی..... بیٹھو نا.....!“

کوڑھیا بیٹھ گئی لیکن عمران کے چہرے سے نظر نہیں ہٹا رہی تھی۔

”کک..... کیا میرے سر پر سینگ نکل رہے ہیں۔“ عمران نے بوکھلا کر اپنا سر مٹولا۔

”کیا تم اتنے ہی معصوم ہو جتنے نظر آتے ہو.....؟“

”ہاں نہیں.....!“

”میں تمہیں نہیں سمجھ سکی.....!“

”یہ آنکھیں ہیں..... یہ ناک..... یہ کان..... اور شاید اس وقت میں بول بھی رہا ہوں۔

تمہاری ہی زبان میں..... ذرا ادھر آکر دیکھنا کہیں دم تو نہیں نکل آئی کہ تجریدی آرٹ کا کوئی نمونہ لگنے لگا ہوں تمہیں.....!“

”میں سنجیدگی سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں.....!“

”کئے جاؤ..... میرے پلے کچھ بھی نہیں پڑ رہا.....!“

”تم نے میرے بیان کی تصدیق بینک کے منبر سے کرائی تھی۔ حالانکہ اس نے لیڈی ڈاکٹر کو میرے گھر سے نکلتے ہر گز نہیں دیکھا تھا۔!“

”میں کب کہتا ہوں کہ دیکھا تھا۔!“

”تم نے ایسا کیوں کیا تھا.....؟“

”تمہیں پہچانے کے لئے.....!“

”آخر کیوں..... جبکہ وہ لیڈی ڈاکٹر ایک ایسے شخص کی بہن تھی جو تمہاری بہن کا منگیترا ہے۔!“

”واقعی میرے بارے میں تمہاری معلومات وسیع ہوتی جا رہی ہیں۔“

”تم نے میرے بیان کو صحیح کیوں تسلیم کر لیا تھا.....!“

”بچپن ہی سے سوچتا آیا ہوں کہ خوبصورت لڑکیاں جھوٹ نہیں بولتیں۔!“

”لیکن میں نے جھوٹ بولا تھا.....!“

”ہائیں.....!“ عمران اچھل پڑا۔

”یقین کرو..... میں نے جھوٹ بولا تھا.....!“

”خدا کی پناہ.....!“ عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا۔

”لیکن میں مجبور تھی..... اگر ایسا نہ کرتی تو وہ میرے باپ کو تباہ کر دیتے۔!“

”ختم بھی کرو.....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”لیڈی ڈاکٹر اپنے گھر پہنچ چکی ہے۔ اب قصے کو

چھیننے سے کیا فائدہ.....!“

”قصہ ختم نہیں ہوا.....!“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کیا کہہ رہی ہو.....؟“

”سچ کہہ رہی ہوں..... میری داستان طویل ہے۔ کبھی نہ بتاتی اگر میرے باپ کی زندگی

خطرے میں نہ ہوتی۔!“

”تو پھر جلدی سے بتاؤ..... میں تمہارے باپ کا علاج یونانی طب کے ذریعے کرنے کا تہیہ

کر چکا ہوں۔!“

”تم سمجھتے کیوں نہیں..... میں ان کے مرض کی بات نہیں کر رہی۔ کسی نے انہیں مجبور کیا

ہے کہ وہ اس کے لئے غلط قسم کے کام کرتے رہیں۔!“

”بلیک میلنگ.....؟“ عمران اسے پر تشویش نظروں دیکھتا ہوا بولا۔

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی تھی۔

”تو گویا تم انہی کے کہنے پر ڈاکٹر کو لے گئی تھیں.....!“

”یہی بات تھی.....!“

”کہاں لے گئی تھیں.....؟“

”ہارلم ہاؤز.....!“

”مشہور عمارت ہے.....!“

”ہاں..... وہی..... میں اسے مریض کے کمرے میں بھیج کر ہدایت کے مطابق اٹلے پاؤں

واپس ہوئی تھی۔!“

”اپنے گھر نہیں لے گئی تھیں.....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”اچھا..... تو اب گاڑی کے متعلق بھی سچی بات بتاؤ.....!“

”گاڑی انہوں نے مہیا کی تھی..... مرسیڈیز..... اسی رنگ اور اسی ماڈل کی جیسی ہماری گاڑی

”غور بعد میں کروں گا پہلے تم مجھ سے تعلقات بڑھاؤ۔!“  
 ”میں نہیں سمجھی.....!“

”وہی کرو جو وہ چاہتے ہیں..... میں نہیں چاہتا کہ میرے زیر علاج آنے سے پہلے ہی تمہارے باپ دوسری دنیا کو سدھار جائیں۔ اُن کے لئے معجون تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔!“

”معجون کیا.....؟“

”کمپاؤنڈ کو کہتے ہیں.....!“

”مجھے ہدایت ملی ہے کہ تمہیں باہر لے جاؤں۔ زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ شہر کی تفریح گاہوں میں گذاروں.....!“

”اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ تم مجھے حقیقت حال سے آگاہ کر چکی ہو تو.....؟“

”جو بات میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے انہیں کیونکر معلوم ہو سکتی ہے.....؟“

”معلوم ہو سکتی ہے اگر میں پولیس کو مطلع کر دوں کہ لیڈی ڈاکٹر ہارلم ہاؤس لے جایا گیا تھا۔!“  
 ”تم ایسا نہیں کرو گے.....!“ وہ جلدی سے بولی۔

”کیوں نہ کروں.....؟“

”بات ختم ہو چکی ہے..... لیڈی ڈاکٹر ہارلم ہاؤس سے برآمد نہیں ہوئی تھی۔!“

”لیکن ڈھپ تو ابھی تک نہیں پکڑا جا سکا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہارلم ہاؤس ہی میں چھپا بیٹھا ہو۔!“

”دیکھو..... مجھ پر رحم کرو..... تم پولیس کو نہیں مطلع کرو گے۔!“

”وہ پھر کوئی بڑا جرم کر بیٹھے گا۔ سوال تو یہ ہے کہ اس نے وہ حرکت کس مقصد کے تحت کی تھی؟“

”کیا یہ سچ ہے کہ وہ دونوں مقصد سے لاعلم ہیں.....؟“

”بالکل..... ڈھپ نے بس انہیں بند کر رکھا تھا۔ کوئی وجہ بتائے بغیر.....!“

”کورنیلیا کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد بولا۔“

”انہیں کیسے علم ہوا کہ میں نے جھوٹی شہادت دلوائی تھی۔!“

”میرا باپ انہیں پوری طرح باخبر رکھنے پر مجبور تھا۔!“

”بہر حال..... تو تم اس وقت اس لئے آئی ہو کہ مجھ سے مزید تعلقات بڑھاؤ.....!“

اس نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

”تو پھر بڑھاؤ.....!“

ہے اور اس سلسلے میں اس پولیس آفیسر نے ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا.....!“  
 ”اس کی فکر نہ کرو.....!“

”یقین کرو..... مجھے صرف ان لوگوں کی فکر ہے جو میرے باپ کو پریشان کر رہے ہیں۔!“

”ان سے کہو کہ ان لوگوں کی نشاندہی کریں.....!“

”یہی تو مصیبت ہے..... اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ میں نے تمہیں اس سے متعلق کچھ بتا دیا ہے تو انکا ہٹ فیل ہو جائیگا اور سب سے زیادہ تشویش ناک بات تو میں نے ابھی تمہیں بتائی ہی نہیں۔!“

”وہ بھی جلدی سے بتا دو.....!“

”میرے توسط سے وہ تم پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔!“

”کمال ہے..... واہ بھی..... تو کیا اب میرا اغوا ہو گا.....؟“

”ہو سکتا ہے.....!“

”میں تو بچوں کو دودھ بھی نہیں پلا سکتا۔!“

”میں نہیں سمجھی.....!“

”ہمارے ہاں..... صرف عورتوں کا اغوا ہوتا ہے۔!“

”اس وہم میں نہ پڑو کہ وہ صرف تمہاری شکل قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں۔!“

”پھر کیا بات ہے.....؟“

”شاید یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ڈاکٹر کے سلسلے میں میری ہاں میں ہاں کیوں ملائی تھی۔!“

”ہاں میں ہاں ملانا میری ہالی ہے..... لیکن ٹھہرو کیا اُن میں سے کسی نے تم سے گفتگو کی تھی؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... میرے باپ نے مجھے اس پر آمادہ کیا ہے۔!“

”کس پر آمادہ کیا ہے.....؟“

”یہی کہ میں تم سے تعلقات بڑھاؤں۔ جب میں یہ جانتی ہوں تو وہ کیوں نہ جانتے ہوں گے

کہ تم محکمہ سراغ رسانی کے سب سے بڑے آفیسر کے بیٹے ہو۔!“

”اس سے کیا ہوتا ہے..... میں تو اس محکمے سے تعلق رکھتا نہیں.....!“

”شاید کوئی تعلق نکل ہی آئے۔ آخر وہ لیڈی ڈاکٹر تمہاری بہن کے منگیتر کی بہن ہے۔!“

”اس منگیتر نے تو مجھے گھن چکر بنا کر رکھ دیا ہے۔!“

”اس پر غور کرو.....!“

”چلو.... اس حد تک تو بات سمجھ میں آگئی۔ آخر یہ کس طرح ہوگا کہ میں ان سے کچھ معلوم کر سکوں۔ وہ مجھے پکڑوائیں گے اور مجھ سے سب کچھ اگلوالیں گے۔“

”بڑی مصیبت ہے.... آخر تمہیں کس طرح سمجھاؤں....!“

”جس طرح میری سمجھ میں آسکے....!“

”اچھی بات ہے تو اب سنو پوری بات....!“

”یعنی ابھی تک آدمی ہی بات چل رہی تھی۔!“

”ڈھپ ان میں سے نہیں ہے....!“ کونیلیا بولی۔

”یہ کیا بات ہوئی....؟“

”یقین کرو.... وہ لیڈی ڈاکٹر کو ان کے قبضے سے نکال لے گیا تھا۔ جس طرح پولیس کو

ڈھپ کی تلاش ہے اسی طرح انہیں بھی ہے۔!“

”اب تم نشے میں معلوم ہوتی ہو....!“

”میں جانتی تھی کہ تم یقین نہیں کرو گے....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ”اس لئے میں

تمہیں یہ بات بتانے سے گریز کر رہی تھی۔!“

”عقل خط کر دی تم نے تو....!“

”اور اب میں تمہیں وہ بات بتانے جا رہی ہوں جو اپنے باپ کو بھی نہیں بتائی۔!“

”باتوں کا پتارا معلوم ہوتی ہو تم تو....!“

”ڈھپ نے مجھ سے معلوم کیا تھا کہ لیڈی ڈاکٹر کہاں لے جالی گئی ہے۔“

”عمران ایک بار پھر اچھل پڑا اور اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تو تم نے ان لوگوں کو ڈبل کراس کیا ہے۔!“

”ہرگز نہیں.... میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ڈھپ انہی لوگوں میں سے نہیں

ہے۔!“ کونیلیا نے کہا اور ڈھپ سے متعلق اپنی کہانی دہرانے لگی۔

”حیرت انگیز....!“ عمران اس کے خاموش ہونے پر بولا تھا۔

”میری جگہ تم ہوتے تو تم بھی یہی سمجھتے کہ وہ انہی میں سے ہے۔!“

”بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن تم نے اپنے باپ کو کیوں نہیں بتایا....!“

”ڈھپ نے منع کر دیا تھا اور پھر بعد میں بتانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔!“

”یہ بھی عقل مندی ہی سرزد ہوئی ہے تم سے.... اس سلسلے میں اپنی زبان بالکل بند رکھنا

”نک.... کس طرح بڑھاؤں....!“

”بچن میں چلی جاؤ اور دوپہر کا کھانا تیار کرو....!“

”نک.... کیا بات ہوئی....؟“

”اس سے زیادہ ٹھوس بات تو اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے سب سے زیادہ پیارا وہی ہے جو

میرے پیٹ بھرنے کا ذریعہ بن سکے۔!“

”مجھے صرف کھانے سے دلچسپی ہے.... پکانے سے نہیں....!“

”جب پھر تم کسی اور سے تعلقات بڑھاؤ.... میں بہت مصروف ہوں۔!“

”ابھی تو ڈھنگ کی باتیں کر رہے تھے۔!“

”نشے میں تھا....!“

”دیکھو ران ڈیر میں بہت پریشان ہوں۔!“

”اس لئے مجھے اپنی گردن کو ادینی چاہئے۔ تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ وہ میرے دشمن ہو گئے

ہیں۔ کئی بار میری زندگی ختم کر دینے کی کوشش کر چکے ہیں۔!“

”پھر بتاؤ.... میں کیا کروں....؟“

”اپنے باپ کو بلیک میل ہونے دو....!“

”پتا نہیں کب سے بلیک میل ہو رہے ہیں۔ اب ان میں سکت نہیں رہی۔!“

”کچھ بھی ہو میں دیدہ دانستہ کنوئیں میں نہیں گر سکتا۔!“

”پھر تم نے میری موافقت میں جھوٹی شہادت کیوں دلوائی تھی....؟“

”میں نہیں جانتا....!“

”تم جانتے ہو.... تم مجھ سے قریب ہو کر معاملے کی نوعیت کو سمجھنا چاہتے ہو....!“

”اچھا چلو یہی سہی....!“

”لیکن تم اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے اب میں خود ہی تمہارے لئے مواقع فراہم کر رہی ہوں۔“

”مجھے سوچنے دو....!“ عمران نے کہا اور ناک بھوں پر زور دینے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد

بولا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہی ہو جب وہ دونوں بھی یہ نہیں بتا سکے کہ ڈھپ نے انہیں کیوں بند

کر رکھا تھا تو پھر ڈھپ ہی اصل معاملہ سے آگاہ کر سکے گا۔!“

”اتنی دیر سے یہی تو ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔!“

ساتھ دورے پر تھا۔ اس لئے مونیکا قطعی آزاد تھی۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتا چاہتا تھا جس قدر بھی ممکن ہو تا لیکن یہ مردود ڈھمپ نہ جانے کہاں سے آگودا تھا۔ خیر دیکھا جائے گا۔“  
وہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر اٹھ گیا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ ابھی اس کے بارے میں بتا ہی رہا تھا کہ ایک آدمی دندنا ہوا کمرے میں گھس آیا۔

”یہ..... یہ..... یہی.....!“ ملازم اس کی طرف دیکھ کر ہکلا یا۔

”تم کون ہو..... یہ کیا حرکت ہے.....!“ ڈگمور دھاڑا۔

”ناپ کر اس.....!“ اجنبی کی آواز سانپ کی مہمکھکار سے مشابہ تھی۔

”اوہ..... اچھا..... اچھا.....!“ ڈگمور سنبھل کر جلدی سے بولا اور نوکر سے کہا۔ ”تم جاؤ..... سب ٹھیک ہے۔!“

نوکر نے متحیرانہ پلکیں جھپکائی تھیں اور چپ چاپ چلا گیا۔

”لیکن یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔!“ ڈگمور شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

”ایمر جنسی..... تکلفات کی گنجائش نہیں..... چیف نے تمہیں طلب کیا ہے۔!“

”طلب کیا ہے.....؟“ ڈگمور کے لہجے میں ناگواری تھی۔

”تم میرے ساتھ چلو گے.....!“

”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو..... اور میرے رتبے سے واقف ہو یا نہیں.....!“

”ناپ کر اس.....!“ اجنبی آنکھیں نکال کر غرایا۔

”مضحکہ خیز..... میں نہیں جانتا تھا کہ اسکے آدمی فلمی بد معاشوں کی سی حرکتیں بھی کرتے ہیں۔!“

”بات نہ بڑھاؤ..... تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔!“

”میں کہتا ہوں نکل جاؤ یہاں سے..... ورنہ.....!“

اجنبی نے اتنی پھرتی سے ریوالتور نکالا تھا کہ ڈگمور چکر اکر رہ گیا۔ وہ ویسے بھی لڑائی بھڑائی

والا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اجنبی ریوالتور بغلی

ہولسٹر میں ڈال کر اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ اسے کپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی ایک گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر اس

نے ڈگمور کے لئے بچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس کے بعد خود بھی اسی کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

ورنہ سچ مچ تمہارے باپ کی گردن کٹ جائے گی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہیں یہ بات کس ذریعہ سے معلوم ہوئی کہ ڈھمپ ان میں سے نہیں ہے.....؟“

”میرے باپ نے بتایا ہے انہوں نے خاص طور پر ڈیڈی کو مطلع کیا ہے کہ ڈھمپ ان سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے وہ ہوشیار رہیں۔!“

”اب پوری بات سمجھ میں آئی ہے۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا اور کوئیلیا کی آنکھوں میں اطمینان کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔



ڈگمور کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ مونیکا مل بیٹھنے پر بضد تھی اور وہ اسے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سچی بات بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے سلسلے میں بلیک میلنگ کی سن گن بھی پالیتی تو پھر شاید اس کی طرف رخ بھی نہ کرتی۔ لیکن ڈگمور اس پر بھی آمادہ نہیں تھا کہ وہ اس کے ہاتھ ہی سے نکل جائے۔ بس چند دنوں کی احتیاط چاہتا تھا۔ مونیکا نے اسے جس انداز سے متاثر کیا تھا اس کے لئے بالکل ہی نیا تجربہ تھا۔ ایک بے حد خوش گوار تجربہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اپنے نقطہ نظر سے ایسی چیزیں کھودینے والی نہیں ہوتیں۔

ڈھمپ کے خلاف اس کا خون کھولتا رہا۔ لیکن اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر ڈاؤن کے کان میں اس کی بھٹک بھی پڑ گئی تو خود اس کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ پتا نہیں یہ ڈھمپ آئندہ اس سے کس قسم کے مطالبات کرے۔

بلیک میلنگ کا انداز رقم اینٹھنے والا نہیں تھا۔ وہ تو اس سے ڈاؤن سے متعلق معلومات چاہتا تھا۔ اس کا مطلب تھا خود اس کی غرقابی۔ اضطراری طور پر ڈھمپ کو اس کی قیام گاہ کا پتہ تو بتانی بیٹھا تھا۔ حالانکہ اسے اس سے بھی لاعلمی ہی ظاہر کرنی چاہئے تھی۔ لیکن وہ شخص آسانی سے ٹلنے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ویسے اس نے کسی فری لانسریکٹ ایجنٹ کا حوالہ دے کر اسے مزید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا اور دشواری یہ تھی کہ وہ ڈاؤن سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ڈھمپ شاید یہی چاہتا تھا کہ ڈاؤن سے اس کا ذکر کیا جائے ورنہ وہ اسے بتاتا ہی کیوں کہ وہ کون ہے اور کس آدمی سے تعلق رکھتا ہے..... اوہ..... مگر مونیکا..... پھر نیکی مونیکا۔ اس کی طرف سے دھیان بنالینا کتنا مشکل تھا۔ یہ بات بچھلی شام ہی کو طے ہو گئی تھی۔ وہاں سے جزیرہ موبار تک جاتے اور رات کا بیشتر وقت وہیں گزارا جاتا۔ فرسٹ سیکریٹری ان دنوں سفیر کے

ڈرائیور کی سیٹ پر ایک آدمی پہلے ہی سے موجود تھا۔ انجن اشارت ہوا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔  
”ڈگور کے ہونٹ سختی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں تنفر آمیز کھچاؤ بھی پایا جاتا تھا۔  
آنکھیں ونڈا سکرین پر جمی ہوئی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے قریب بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف  
دیکھنا بھی کسر شان سمجھتا ہو۔“

کچھ دیر بعد گاڑی ایک عمارت کی پورچ میں رکی تھی۔ اجنبی نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا تھا۔  
ڈگور اس کی طرف توجہ دیئے بغیر گاڑی سے اتر اور برآمدے کے زینے طے کر کے عمارت میں  
داخل ہو گیا۔ اجنبی باہر ہی رہ گیا تھا۔

”اس طرف جناب.....!“ اندر ایک بٹلر نے اس کی رہنمائی کی اور اسے اس کمرے کے  
دروازے تک لے آیا جہاں اُسے پہنچنا تھا۔

ڈگور غصیلے انداز میں دروازے کو دھکا دے کر کمرے میں داخل ہوا۔  
ڈاؤن سامنے کھڑا تھا۔ ڈگور نے اسے کھانجانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔  
”اس حرکت کا مطلب.....؟“

”کبھی حرکت.....؟“ ڈاؤن نے نرم لہجے میں پوچھا۔  
”تمہارا آدمی مجھے ریوالتور دکھا کر یہاں لایا ہے۔!“  
”شاید تم نے آنے سے انکار کیا ہو گا.....!“  
”اچھا تو پھر.....؟“

”تم جانتے ہی ہو کہ میرے فیلڈ ورکرز صرف حکم کی تعمیل کرنا جانتے ہیں۔!“  
”اچھی طرح جانتا ہوں تمہارے فیلڈ ورکرز کو.....!“ ڈگور کے لہجے میں تحارت تھی۔  
”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔!“ ڈاؤن اسے غور سے دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔  
”سنو..... میں تمہارا پابند نہیں ہوں.....!“

”یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ تم تو صرف ایک پریس اتاشی ہو..... سفیر بھی میرا پابند ہے۔  
یقین نہ آئے تو اسی سے دریافت کر لو.....!“ ڈاؤن نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
ڈگور ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

”تم اچھی طرح جانتے ہو.....!“ ڈاؤن اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں جس  
سرزمین پر بھی قدم رکھتا ہوں وہاں کا سفیر اپنے عملے سمیت صرف باطنی حکومت کو جواب دہ“

ہوتا ہے۔ کیونکہ میں باطنی حکومت کا ایک اہم ترین رکن ہوں۔!“  
”پھر بھی میری اپنی ایک پوزیشن ہے..... اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی تیسرے  
درجے کا فرد مجھے ریوالتور دکھائے۔!“

”میں اس تیسرے درجے کے فرد کو تمہارے سفیر کے سر پر بھی مسلط کر سکتا ہوں۔ حکم کی  
تعمیل کرنا سیکھو ڈگور..... بیٹھ جاؤ.....!“ اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا تھا۔  
ڈگور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

”کیوں بلایا ہے.....؟“ اس نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔  
”پہلے میری ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ پھر اصل معاملے کی طرف آؤں گا۔  
اسے قطعی طور پر بھول جاؤ کہ ہم پہلے کبھی بے تکلف دوست تھے۔ باطنی حکومت سے تعلق  
رکھنے والا کوئی فرد کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ اوپر کے احکامات کی تعمیل میں اپنے بوڑھے باپ کو  
بھی قتل کر سکتا ہوں۔!“

ڈگور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے تھکے نقوش قطعی طور پر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ وہ  
ڈاؤن کی پوزیشن سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن ساتھ ہی اسے بھی ذہن میں رکھنا تھا کہ کبھی  
دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ بھی رہ چکے تھے اور ڈاؤن ہمیشہ اس کا مقروض رہتا تھا۔  
”اب آؤ اصل معاملے کی طرف.....!“ ڈاؤن نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سرخ  
لفافہ کہاں ہے.....؟“

”میں نے اسے ضائع کر دیا.....!“ ڈگور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اس میں کیا تھا.....؟“

”ایسا مواد جس پر بلیک میلنگ کا شبہ ہوا تھا۔!“

”اور پھر تھوڑی دیر بعد تم مطمئن ہو گئے.....!“

”یقیناً..... جب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ کس کی حرکت تھی۔!“

”کس طرح معلوم ہوا.....؟“

”حرکت کرنے والی نے آگاہ کر دیا تھا.....!“

”تو گویا اس عورت نے کسی دوسری عورت کے سلسلے میں تمہیں وہ مواد بھیجا تھا.....؟“

”ہاں..... یہی بات تھی.....!“

”میں ان دونوں عورتوں کے بارے میں جاننا چاہوں گا....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

”یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو....!“

”میرا نجی معاملہ ہے....!“

”میں نجی معاملات میں بھی دخل اندازی کا اختیار رکھتا ہوں۔!“

”لیکن میں پابند نہیں۔ میرے حلف نامے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کی بنیاد پر تم مجھے مجبور کر سکو....!“

”پھر کہتا ہوں کہ ہوش میں رہ کر مجھ سے گفتگو کرو....!“

”میں تمہیں ان عورتوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا.... تم زیادہ سے زیادہ یہ

کر سکتے ہو کہ محکمہ خارجہ کو میری سبکدوشی پر مجبور کر دو....!“

”اچھی بات ہے.... جاؤ....!“ ڈاؤن ہاتھ ہلا کر بولا۔

لیکن ڈگور بیٹھا رہا۔

ڈاؤن بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اسے گھورتا ہوا بولا۔

”سبکدوشی کے بعد بھی تم باطنی حکومت کی گرفت سے باہر نہیں ہو گے۔ کیونکہ میرے ہی توسط

سے تمہارا تعلق اس سے ہوا تھا۔!“

ڈگور نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دی تھی اور چہرے سے لاتعلقی ظاہر کرنے کی

کوشش کرنے لگا تھا۔

دفعتاً ڈاؤن اس طرح چونکا تھا جیسے اس کو کچھ یاد آگیا.... ڈگور کو غور سے دیکھا جو اس کی

طرف متوجہ نہیں تھا۔

”لغافہ موصول ہونے کے بعد سے تم کہیں باہر گئے تھے....؟“

”نہیں.... کیوں....؟“

”حالانکہ تمہیں اس عورت سے ضرور ملنا چاہئے تھا جس نے یہ حرکت کی تھی۔!“

”میں نے ضروری نہیں سمجھا....!“

”لیکن مجھ پر چڑھ دوڑنا ضروری تھا....؟“

”قدرتی بات ہے.... جب یہ شبہ ہو کہ کوئی دوست بلیک میل کرنا چاہتا ہے تو رد عمل اسی

صورت میں ظاہر ہو گا۔!“

”وہ عورت بھی تمہاری دوست ہی ہوگی دشمن نہ ہوگی.... اور اس چھیڑ چھاڑ کا مقصد یہی

ہو گا کہ تم دوسری عورت سے کنارہ کشی اختیار کر لو....!“

”یہی سمجھ لو....!“

”اس کے باوجود بھی تم نے اس عورت سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی۔!“

”نہیں....!“

”قطعی غیر فطری بات ہے....!“

ڈگور کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ کسی قدر زبردست نظر آنے لگا تھا۔ کیونکہ سرخ لغافہ تصویر سمیت

ب بھی اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں موجود تھا۔ ڈاؤن کے آدمی نے اتنی مہلت ہی

نہیں دی تھی کہ وہ یہاں آنے سے قبل اسے ضائع کر سکتا۔

ڈاؤن کی عقابی آنکھیں اسے اپنے ذہن میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور وہ سائت

صامت بیٹھا ہوا تھا۔

”لاؤ نکالو....؟“ اچانک ڈاؤن ہاتھ بڑھا کر بولا۔

”کیا....؟“ ڈگور اچھل پڑا۔

”وہ لغافہ تمہارے پاس ہی موجود ہے....!“

”خبردار میرے قریب نہ آنا....!“ ڈگور اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈاؤن خاموش بیٹھا اسے گھورتا رہا۔ ڈگور جس انداز میں اٹھا تھا اس کے مقابلے میں ڈاؤن

اردیہ کچھ عجیب لگ رہا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور آنکھوں میں

حشیانہ چمک لہرائی۔

اور جیسے ہی ڈگور دروازے کی طرف بڑھا اس نے بڑی پھرتی سے اٹھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔

ڈگور بھنا کر پلٹا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ کپٹی پر پڑنے والا گھونسا ایسا

نہایت تھکنے والا تھا کہ دوسری کپٹی پر بھی ضرب لگی۔ ساتھ ہی ڈاؤن کا قبضہ

بھی کمرے کی محدود فضا میں گونجا تھا۔

ڈگور فرش سے اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا اندھیرے کے سمندر میں ڈوب گیا۔ ڈاؤن نے

اس کی جامہ تلاشی لے کر سرخ لغافہ برآمد کر لیا تھا۔

تصویر نکالی اور اس پر نظر پڑتے ہی چونک پڑا۔ پھر اس نے قہر آلود نظروں سے بے ہوش ڈگور کی طرف دیکھا تھا۔

لفافہ اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر وہ پھر سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا۔ وہ حقارت آمیز نظروں سے ڈگور کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے....؟“ اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”فون کال ہے چیف....!“ باہر سے آواز آئی۔

وہ اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن اس طرح باہر نکلا کہ اندر نہ دیکھا جاسکے اس کا ایک ماتحت راہداری میں کھڑا تھا۔

”یہاں فون کال....؟“ اُس نے جھرت سے پوچھا۔ ”کس کی ہے....؟“

”نام نہیں بتایا.... آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔!“

”کیا میرا نام لیا ہے۔؟“

”ہاں چیف....!“

اُس نے مڑ کر بند دروازے کی طرف دیکھا اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آئے

بڑھتا چلا گیا۔

سنگ روم میں پہنچ کر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔

”ہیلو کون ہے....؟“

”ڈاؤڈن....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہاں.... میں ہی ہوں.... تم کون ہو....؟“

”بئیر....!“

”کیا مطلب....!“

”کیا تمہارے آدمیوں نے نہیں بتایا کہ میں بئیر سے مشابہ ہوں....!“

”کیا بکواس کر رہے ہو....!“

”ڈھمپ تم سے مخاطب ہے.... اس لئے اپنا لہجہ نہ بگڑنے دو....!“

”اوہ.... تو تم ہو....!“

”اور تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔!“

”شٹ اپ....!“

”میں ایک سال سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں....!“

”کیوں....؟“

”میں اس کا نمائندہ ہوں جسے تم نے جنوبی افریقہ میں ڈبل کر اس کیا تھا۔!“

”تم.... یعنی ڈھمپ....!“

”ہاں.... میں ڈھمپ....!“

”تمہارا عمران سے کوئی تعلق نہیں ہے....؟“

”کون عمران....!“

”میں نے پوچھا تھا کہ تم نے عمران سے ساز باز کی ہے....؟“

”میں کسی عمران کو نہیں جانتا.... میلکم ڈوزا کے آدمی کسی دوسرے پر تکیہ نہیں کرتے۔!“

”لیکن میرے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے کیا فائدہ....؟“

”میلکم ڈوزا کے آدمی شکاری کتوں کی طرح پہلے کھیلتے ہیں پھر گردن دبوچ لیتے ہیں۔!“

”تمہاری موت آئی ہے....!“

”ہم دونوں میں سے کسی نہ کسی کی ضرورت آئی ہے۔!“

”یہ ایک بے مقصد حرکت تھی....!“

”کھیل کا مقصد تفریح ہوتا ہے.... ڈاؤڈن....!“

”میلکم ڈوزا کو غلط فہمی ہوئی تھی جو آج تک رفع نہیں ہو سکی....!“

”اگر وہ غلط فہمی تھی تو تمہیں اسے رفع کرنا چاہئے تھا۔!“

”ڈوزا نے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا....!“

”اچھی بات ہے تو اب میں تمہیں پکڑ کر میلکم ڈوزا کی خدمت میں پیش کر دوں گا غلط فہمی

رفع کر دینا....!“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم بالمشافہ گفتگو کر سکیں....!“

”فی الحال ممکن نہیں ہے....!“

”آخر کیوں....؟“



”مقامی پولیس سے نہیں الجھنا چاہتا۔ سارا الزام میرے سر گیا ہے۔!“

”احتمقانہ دخل اندازی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔!“

”احتمقانہ دخل اندازی.... کیا کہہ رہے ہو ڈاؤن.... اسی دخل اندازی کی بناء پر تو تمہارا

سراغ ملا ہے اور اب تم مجھ سے فراڈ نہیں کر سکو گے۔!“

”بکواس بند کرو.... میں تم سے فراڈ کروں گا....؟“

”بہت جلد ملاقات ہوگی....!“ دوسری طرف سے سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ڈاؤن ماؤتھ پیس کو گھورتا رہ گیا تھا۔ ریسپور رکھ کر اس نے جڑے ڈھیلے چھوڑ دیئے اور کچھ سوچنے لگا۔

کمرے سے باہر نکلا رابدراری میں اس کا وہی ماتحت موجود تھا جس نے فون کال کی اطلاع دی تھی۔

”پوری طرح ہوشیار رہو....!“ اس نے اس سے کہا۔

”کوئی خاص بات چیف....!“

”ڈھمپ جانتا ہے کہ ہم اس عمارت میں ہیں....!“

”ٹک.... کیا.... اسی کی کال تھی....؟“

”اسی کی کال تھی.... اور اس کا عمران سے کوئی تعلق نہیں....!“

”اور ہم خواہ مخواہ عمران پر زور دیتے رہے....!“

”خواہ مخواہ نہیں.... اس پر ہر حال میں نظر رکھنی پڑے گی۔!“

”اگر ڈھمپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ ڈھمپ....!“

”فکر نہ کرو.... اسے بھی دیکھ لیں گے.... میرے ساتھ آؤ....!“ وہ اسی کمرے کی طرف

بڑھتا ہوا بولا۔ جہاں ڈگور کو چھوڑ آیا تھا۔



ہوش آتے ہی وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی تھی اور اُچھل کر بستر کے

نیچے آیا تھا۔

یہ تو اس کی اپنی خواب گاہ تھی۔ جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔

سرخ لفافہ.... وہ سر تھام کر رہ گیا.... دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ جس کی دھمک سر

میں محسوس ہو رہی تھی۔

اور پھر جب وہ خواب گاہ سے باہر نکلا تھا تو اس کی بیوی نے والہانہ انداز میں دوڑ کر اس کی

مزاج پر سی کی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

”تم ٹھیک تو ہو ڈار لگ آخر ہوا کیا تھا....؟“

”کیا ہوا تھا....؟“ بدستور متحیرانہ انداز پر قرار رہا۔

”انہوں نے بتایا تھا کہ تم چلتے چلتے گرے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ اگر تمہاری جیب

میں تمہارا کارڈ نہ ہوتا تو وہ تمہیں یہاں نہ پہنچا سکتے۔!“

”ٹک.... کون تھے....؟“

”تین مقامی آدمی....!“

ڈگور نے طویل سانس لی.... تو یہاں بھی ڈاؤن نے خانہ خالی نہیں چھوڑا۔

”ڈاکٹر بے ہوشی کی وجہ نہیں بتا سکا۔ اس نے کہا تھا کہ خود بخود ہوش میں آؤ گے اور تمہیں تنہا

چھوڑ دیا جائے۔ ہوش میں لانے کی کوشش نہ کی جائے۔“ اس کی بیوی نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

”میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا تھا.... کچھ یاد نہیں کہ کہاں بے ہوش ہوا تھا....!“

”لیکن دونوں گاڑیاں گیراج میں موجود ہیں....!“

”مجھے ڈاؤن کا آدمی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اپنی گاڑی پر.... واپسی پر میں نے ٹیکسی سے

آنے کا ارادہ کیا تھا.... شاید وہاں سے پیدل ہی آیا تھا۔ سڑک پر.... پھر کچھ یاد نہیں....!“

”تم کبھی اتنی زیادہ پیتے بھی نہیں....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اور اگر اتنی پی ہوتی تو ڈاؤن مجھے پیدل نہ روانہ ہونے دیتا۔!“

”اب کہاں جا رہے ہو.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے....!“

”تم ٹھیک کہتی ہو....!“ وہ پھر خواب گاہ کی طرف چل پڑا.... بیوی ساتھ تھی۔

خواب گاہ میں پہنچ کر بولی۔ ”ڈاؤن نے تمہیں بلوایا تھا....؟“

”ہاں....!“ اس نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ خود کیوں نہیں آیا تھا....!“

”میں نہیں جانتا....!“ ڈگور جھنجھلا گیا۔ وہ تنہائی چاہتا تھا۔ اسے بہت کچھ سوچنا تھا اور پھر

طریق کار بھی متعین کرنا تھا۔ بُرے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا۔ تصویر کا ڈاؤن کے ہاتھ لگ جانا اس

کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

بیوی نے سختی سے ہونٹ بھیجنے لئے تھے اور دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

ڈگور بھی خاموش ہی رہا۔ اس نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بیوی نے آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پھر ارادہ ملتوی کر کے اٹھ گئی۔

ڈگور نے دودواڑہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سن کر آنکھیں کھول دی تھیں اور اٹھ بیٹھا تھا۔ دروازہ مقفل کر کے فون کی طرف آیا۔ ڈاؤن کے نمبر ڈائل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”میں ڈگور بول رہا ہوں، ڈاؤن کو اطلاع دو۔۔۔۔۔!“

وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد ڈاؤن کی آواز سن کر بولا تھا۔ ”تم نے اچھا نہیں کیا۔!“

”کیا اچھا نہیں کیا۔۔۔۔۔؟“

”لغافہ میری جیب سے نکال کر تم نے اچھا نہیں کیا ڈاؤن۔۔۔۔۔!“

”اگر تم دوسری عورت کی نشان دہی کر دو تو وہ تمہیں واپس مل سکتا ہے۔ میرے کسی کام کا نہیں۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے کہ میں تمہیں بلیک میل کروں گا۔!“

”میں دوسری عورت کی نشان دہی نہیں کروں گا۔!“

دوسری طرف سے ڈاؤن کا زہریلا سا قہقہہ سنائی دیا تھا اور پھر آواز آئی تھی ”اگر وہ کوئی عورت ہوتی تو تم ضرور نشان دہی کر دیتے۔!“

”کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔!“ ڈگور ہلکایا۔

”بننے کی کوشش نہ کرو۔۔۔۔۔!“ ڈاؤن کی دھاڑ سنائی دی۔

”تم پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔!“

”وہی جو تم سمجھ رہے ہو۔۔۔۔۔!“

ڈگور کا سینہ دھونکنی کی طرح پھولنے پکپکنے لگا تھا۔

”ہیلو۔۔۔ تم کیا سوچنے لگے۔۔۔۔۔!“

”کک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔۔۔!“ ڈگور بدقت بولا۔

”میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ لغافہ تمہیں کس نے بھیجا تھا اور کیوں بھیجا تھا۔۔۔۔۔!“

ڈگور کی آواز پھر حلق میں اٹک گئی۔

”وہ تمہیں بلیک میل کر کے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جس میں وہ

بیوی بستر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ اس نے کہا۔ ”ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اگر تم جاگ رہے ہو تو تمہیں بولتے رہنا چاہئے۔!“

”میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔!“

”یہ آدمی ڈاؤن میری سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔۔۔!“

”تمہیں ضرورت ہی کیا ہے سمجھنے کی۔۔۔۔۔!“

”کیوں نہیں ہے جبکہ تم اسے اپنا ایک بہت پرانا دوست کہتے ہو۔۔۔۔۔!“

”میرا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔۔۔۔۔!“

”اس کے آتے ہی تم نے مجھے پہاڑ پر بھیج دیا تھا۔ حالانکہ سیزن اختتام پر تھا۔!“

”کیا میں نے بُرا کیا تھا۔۔۔۔۔!“

”میں یہ نہیں کہتی۔۔۔۔۔ وہ تمہارے ہی ساتھ اس عمارت میں مقیم تھا اور میرے آتے ہی یہاں سے چلا گیا۔!“

”وہ ایسے کسی خاندان کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتا جس میں عورتیں بھی شامل ہوں۔ شروع ہی سے ایسا ہے۔!“

”اتنی غیر معمولی بات میں نے کبھی نہیں سنی۔ کیا وہ آسمان سے پکا تھا یا زمین سے برآمد ہوا تھا۔!“

”عادت ڈال لگ عادت۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے پوز ہی کرتا ہو۔۔۔۔۔!“

”بہر حال مجھے وہ آدمی پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔!“

”تب تو اچھا ہی ہوا کہ یہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔!“

بیوی نے اسے گھور کر دیکھا تھا لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔

ڈگور نے آنکھیں بند کر لیں اور آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔

”کیا کہیں تکلیف ہے۔۔۔۔۔؟“ بیوی نے پوچھا۔

”درد سر۔۔۔۔۔!“

”ڈاکٹر نے کہا تھا ہو سکتا ہے ہوش آنے کے بعد درد سر کی شکایت کریں۔!“

”جہنم میں جھو کو ڈاکٹر کو۔۔۔۔۔!“ ڈگور بستر پر زور سے ہاتھ مار کر بولا۔

”تم نے پہلے کبھی مجھ سے ایسے لہجے میں بات نہیں کی۔۔۔۔۔!“

”پہلے کبھی اس طرح چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گرا بھی نہیں تھا۔!“

”قطعاً نہیں.... اس کی بجائے کیش دینے کا ارادہ ہے....!“

”جب پھر بارات کو کھلانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں.... کیونکہ یہ بھی تو رسم ہی ہے۔  
دس دس روپے کے نوٹ باراتیوں کو تھادوں گا جہاں جی چاہے جا کر کھالیں۔!“  
”بکومت.... میں ایک ضروری کام کر رہا ہوں....!“  
”سعیدہ کو فون پر بلوا دیجئے....!“

”اچھا....!“ رحمان صاحب نے ریسپور میز پر ڈال دیا اور ملازم کو آواز دے کر کہا کہ سعیدہ کو مطلع کر دے۔ سعیدہ ان کی ہتھیوں میں سے ایک تھی۔  
آدمی اصول پسند تھے لیکن اس خواہش کو کسی طرح نہ دبا سکے کہ دوسرے انشرومنٹ پر ہونے والی گفتگو نہ سنتے اور پھر جب معاملہ عمران کا رہا ہو۔

ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا دوسرے انشرومنٹ پر سعیدہ کہہ رہی تھی۔ ”کہاں بھائی جان نہ گانا نہ بجانا.... ایسا سنا ہے جیسے شادی نہیں چوری ہو رہی ہو اور آپ ڈھولک کی بات کر رہے ہیں۔!“  
”ڈھولک تو ہے نا....؟“ عمران کی آواز آئی۔

”ہے.... چھپا کر رکھ دی گئی ہے.... کہیں انکل کی نظر نہ پڑ جائے۔!“  
”تم فکر نہ کرو میں آ رہا ہوں.... جشن برپا کرنے.... واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی.... میں خود ڈھولک بجاؤں گا.... کیا سمجھتی ہو....!“

”اچھے بھائی جان فوراً آئیے.... دم گھٹا جا رہا ہے....!“  
رحمان صاحب نے دانت پیسے تھے دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”تم لوگ ڈیڑی کو غلط سمجھتے ہو دراصل وہ چاہتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں کچھ نہ ہونا چاہئے.... ویسے بھی یہ ہے قاعدے کی بات بزرگوں کے سامنے ہلا گلا اچھا نہیں لگتا....!“

”تو پھر ہم کیا کریں.... آج کل تو وہ کلب بھی نہیں جا رہے....!“  
”میرے ڈھولک بجانے پر انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا اور جب تک وہ گھر میں رہیں گے خود ہی گانا بھی رہوں گا.... پھر جب وہ میرا گانا سن کر کلب چلے جائیں تو تم لوگ محفل سنبھال لینا۔!“

”تو پھر آچکے نا جلدی سے....!“  
”پہلے میری ایک بات سن لو....!“  
”سنائیے....!“

کسی حد تک کامیاب بھی رہا ہے۔!“

”جتا نہیں.... تم....!“

”شٹ اپ.... خود نہیں بتا سکے تو اب مجھی سے سن لو.... فی الحال اس نے تم سے میرا ہا پوچھا ہے اور تم نے اسے صحیح اطلاع دی ہے۔!“  
”الزام....!“ ڈگور پھنسی ہوئی آواز میں بولا۔

”بکواس مت کرو.... تم نے اسے میری قیام گاہ کا پتہ بتایا ہے....!“  
”کسے بتایا ہے....؟“  
”ڈھمپ کو....!“

ڈگور کے ہاتھ سے ریسپور چھوٹ گیا۔ جسم کا ریشہ ریشہ کانپنے لگا تھا۔



فون کی گھنٹی بج رہی تھی.... رحمان صاحب نے ریسپور اٹھایا.... دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی تھی۔

”آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا....!“

”کس بات پر....؟“ رحمان صاحب کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

”ہانس پر سیا کی بیٹی مانجھا دیکھنا چاہتی ہے....!“

”کیا فضول بات کر رہے ہو.... یہاں رسومات نہیں ہوں گی۔!“

”وہ تو ہو بھی جائیں گی اور آپ کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔!“

”مگر ہانس پر سیا کی بیٹی.... یعنی وہی لڑکی جو ڈاکٹر مرہ لقا کو لے گئی تھی۔!“

”جی ہاں وہی....!“

”وہ ملتی ہے تم سے....!“

”وہ دیکھئے نا میں نے اس کی جان بچائی تھی....!“

”اور تم اسے گھر لاؤ گے....؟“

”مصلحت.... میں بعد میں بتاؤں گا آپ کو....!“

”لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا ہے.... رسومات نہیں ہوں گی۔!“

”تو پھر شاید آپ جہیز بھی نہ دیں کیونکہ یہ بھی رسم ہی ہے۔!“

”میرے ساتھ ایک غیر ملکی لڑکی بھی ہوگی۔ ایشیائی رسم و رواج پر کتاب لکھ رہی ہے۔!“  
 ”اچھا.... اچھا.... وہ فوٹو لیا خضر واٹر....!“  
 ”جی نہیں.... اس کا نام کورنیلیا ہانس پر سیاہ ہے....!“  
 ”ضرور لائیے.... اسے اردو تو نہیں آتی....؟“  
 ”جی نہیں.... مطمئن رہئے آپ لوگ اردو میں بہ آسانی اس پر ریمارکس پاس کر سکیں گی۔!“  
 ”ارے یہ مطلب نہیں تھا....!“

”بس میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کی موجودگی میں مانجھے کی ساری رسومات ہونی چاہئیں۔  
 لڑکے والوں کی طرف سے بھی آپ ہی لوگ رسومات ادا کریں گی۔ کیونکہ لڑکے والے تو ہم  
 لوگوں سے بھی زیادہ انگریز ہیں۔!“  
 ”انہیں تو پتہ بھی نہیں کہ یہاں مانجھا وغیرہ ہو رہا ہے....!“  
 ”کیا فرق پڑتا ہے.... اچھا بس....!“

دوبارہ سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی اور رحمان صاحب نے بھی ریسور رکھ دیا تھا۔  
 پھر انہوں نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا تھا.... اور گھر سے نکل گئے تھے۔  
 جلد ہی یہ دونوں خوشخبریاں کوٹھی میں پھیل گئیں.... یعنی عمران جشن برپا کرنے آرہا تھا  
 اور رحمان صاحب تشریف لے گئے تھے۔ ڈھولک نکل آئی۔ لڑکیوں کے قہقہے فضا میں گونجنے  
 لگے۔ البتہ ثریا کا دم نکلا جا رہا تھا۔ وہ بھی رسومات کے خلاف تھی۔ لیکن لڑکیاں کہاں سنتی ہیں۔  
 سعیدہ کو یقین تھا کہ رحمان صاحب نے دوسرے انشرومنٹ پر ان کی گفتگو ضرور سنی  
 ہوگی۔ ورنہ اس طرح غیر متوقع طور پر باہر نہ جاتے۔

بہر حال تھوڑی دیر بعد عمران اپنی مہمان سمیت آ پہنچا تھا۔ کورنیلیا کا ایک ایک سے تعارف  
 کرانے کے بعد بولا۔ ”اسی لئے گھر سے بھاگا بھاگا پھر تا ہوں....!“  
 ”مجھے تم لوگوں کی یہ بات بہت پسند ہے کہ ایک بڑا سا خاندان بنا کر رہتے ہو۔!“ کورنیلیا نے  
 اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا۔

”بس نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔  
 ”اگر وہ چلے گئے ہیں تو پھر سہی لوگ محفل برپا کر دو....!“ عمران نے کہا۔  
 ”ڈھولک تو آپ ہی بجائیں گے بھائی جان....!“ سعیدہ بولی۔

”اور کم از کم ایک گانا بھی ہوگا....!“ دوسری نے کہا۔  
 ”یہ کیا کہے گی....!“ عمران کورنیلیا کی طرف دیکھ کر بولا۔  
 ”کہے گی کیا.... یہی سمجھے گی کہ یہ بھی رسم ہی کا ایک حصہ ہوگا۔!“  
 ”یعنی میرا گانا بجانا....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔  
 ”نہیں یہ مہ رخ کے مانجھے میں گائیں گے۔ اپنے سلیمان کی طرف سے۔!“ کسی جانب سے  
 آواز آئی۔

”اپنے ابا سے کہنا تمہارے موقع پر بھی مجھے یاد رکھیں گے۔!“ عمران نے ہانک لگائی قہقہہ  
 پڑا اور وہ بیچاری نہ جانے کہاں جا چھپی۔  
 سعیدہ عمران کو الگ لے جا کر بولی۔ ”آپ لائے تو ہیں اسے.... اگر مہ لقا آگئیں تو کیا  
 ہوگا۔ آج اتوار ہے۔ کلینک بند ہوگا۔!“

”تو تم نے پہچان لیا کہ یہ کون ہے....؟“  
 ”اس نام سے تو پورا شہر واقف ہو گیا ہوگا....!“  
 ”اماں بی کونہ معلوم ہونے پائے....!“  
 ”مہ لقا آگئیں تو معلوم ہی ہو جائے گا....!“

”ارے بس بھی کرو یہ لق لقا.... انہیں اور کوئی نام ہی نہیں سوچا تھا۔!“  
 ”آپ بچ کر رہئے گا۔ زیادہ تر آپ ہی کا ذکر رہتا ہے ان کی زبان پر....!“  
 ”کیڑے پڑیں گے زبان میں....!“  
 ”وہ تو کہئے، آخری بدلے کی شادی کی قائل نہیں....!“

”جنتی ہونے کی نشانی ہے....!“ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ڈھولک پر ایک لوک  
 گیت ہو رہا تھا۔

”آپ کی فون کال ہے صاحب....!“ ایک ملازم نے اطلاع دی۔  
 ”یہاں فون کال....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔  
 ”بڑے صاحب ہیں....!“

”اوہ.... اچھا....!“ وہ لائبریری کی طرف بڑھ گیا۔  
 فون پر بھی رحمان صاحب کی جھنجھلاہٹ محسوس کی جاسکتی تھی۔

”کیا وہ تمہارے ساتھ آئی ہے۔!“ انہوں نے عمران کی آواز سنتے ہی پوچھا۔

”جی ہاں ڈھولک کے گیت سن رہی ہے۔!“

”اس کے باپ نے آج ہی رپورٹ درج کرائی ہے کہ وہ تین دن سے غائب ہے۔!“

”ہانس پریشانے!۔!“

”اس کا باپ جن خان تو ہو نہیں سکتا!۔!“ رحمان صاحب غرائے۔

”لیکن وہ تو غائب نہیں ہے۔!“

”گلدھے پن کی باتیں نہ کرو.... اُسے فوراً وہاں سے لے جاؤ اور پیچھا چھڑاؤ اپنا!۔!“

”جی بہت اچھا!۔!“

”بلکہ اگر وہ وہاں سے تنہا جائے تو اچھا ہے!۔!“

”اس طرح تو میری گاڑی بھی غائب ہو جائے گی!۔!“

رحمان صاحب نے مزید کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ عمران ریسیور رکھ کر تھوڑی دیر

تک اپنی گدی سہلاتا رہا۔ پھر اس طرف چل پڑا جہاں محفل برپا تھی اور اشدائے سے کورنیلیا کو الگ بلایا۔

”کیا بات ہے....؟“ اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”بس اب چلو!۔!“

”اتنی جلدی.... یہ لڑکیاں بہت اچھی ہیں.... انگلش بول سکتی ہیں۔ کچھ دیر تو اور ان میں

رہنے دو!۔!“

”ضرور رہنے دیتا۔ لیکن کیا تم اس لیڈی ڈاکٹر کا سامنا کر سکو گی جسے ہارلم ہاؤس لے گئی تھیں؟“

”نہیں.... نہیں!۔!“

”تو پھر بس نکل چلو.... وہ آ رہی ہے.... اس کی فون کال آئی تھی!۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا!۔!“ اچھا چلو.... ذرا ٹھہرو.... میں لڑکیوں سے معذرت کر آؤں!۔!“

”بعد میں تمہاری طرف سے کر لوں گا.... اب چلی ہی چلو!۔!“

”اچھی بات ہے!۔!“

وہ اسے باہر کپاؤنڈ میں لایا اور بولا۔ ”تفریح کے لئے بہتری جگہیں اور بھی ہیں!۔!“

”لیکن ایسا ماحول تو نہ ملے گا۔ ساری لڑکیاں مخلص معلوم ہوتی ہیں!۔!“

وہ ٹوسیز میں بیٹھ گئے.... جس کی روانگی طوفانی رفتار سے ہوئی تھی۔

”دوڑ کا مقابلہ تو نہیں ہو رہا!۔!“ کورنیلیا بولی۔

”ہیز رفتار کا خطبہ مجھے.... ویسے تم اپنے گھر سے کس وقت نکلی تھیں!۔!“

”بس وہاں سے تمہارے ہی پاس آئی تھی!۔!“

”ٹھیک ہے تو اب کہاں چلیں....؟“

”جہاں دل چاہے.... میں تو اسی اروے سے نکلی تھی کہ شام تمہارے ہی ساتھ گزاروں گی!۔!“

”ساحلی تفریح گاہ کیسی رہے گی....؟“

”ٹھیک ہے!۔!“

”تمہارے باپ کو پھر کوئی ہدایت ملی ہے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ہو سکتا ہے ملی ہو.... لیکن میرے علم میں نہیں!۔!“

”تم نے کبھی خرگوش کا گوشت کھایا ہے....؟“

”مجھے تو تصور ہی سے گھن آتی ہے.... ڈیڈی نے کھلایا ہوگا.... ہاں اس دن شاید کہہ تو

رہے تھے.... لیکن تم اچانک خرگوش کیوں نکال بیٹھے!۔!“

”بس یونہی.... پھر کیا باتیں کی جائیں!۔!“

”تمہارا پیشہ کیا ہے....؟“

”ادھر کی ادھر کرتا ہوں.... اور ادھر کی ادھر!۔!“

”کیا بات ہوئی....؟“

”تم اب تک نہیں سمجھیں!۔!“

”نہیں سمجھی!۔!“

”یوں سمجھو.... تمہارے لئے ایک ایسا گواہ مہیا کیا تھا جس نے تمہیں پولیس کے چکروں

سے بچالیا تھا۔ لیکن تم سے میں نے اس کا معاوضہ نہیں طلب کیا.... کسی دوسرے موکل سے

ایسا کام کے دس ہزار ملتے!۔!“

”خدا کی پناہ.... تو یہ تمہارا پیشہ ہے....؟“

”تمہیں حیرت ہے....!“

”میں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے!۔!“

”حالانکہ ایک بار تم بھی مجھے اس طرح استعمال کر چکی ہو!۔!“

”مجبوری تھی....!“

”اس بھری پڑی دنیا میں تم تنہا مجبور نہیں ہو.... اور بھی ہیں!“

”اس کے باوجود بھی تم جیسے معصوم صورت آدمی کے لئے یہ پیشہ مناسب نہیں!“

”صورت میں نے خود نہیں بنائی!“

”لیکن اس پیشے کو ترک کر دینا تو تمہارے اختیار میں ہے....!“

”مجھے اپنے آرٹ سے لگاؤ ہے....!“

”تم اس بد معاشی کو آرٹ کہتے ہو....!“

”سلیقہ نہ ہو تو بد معاشی ہی کہلائے گی۔ سلیقہ اسے آرٹ بناتا ہے....!“

”بد معاشی بہر حال بد معاشی ہے....!“

”کسی قاتل سے اس طرح تعاون کرنا کہ وہ پھانسی سے بچ جائے۔ تمہاری نظروں میں کیسی حرکت ہوگی....؟“

”کھلی ہوئی بد معاشی....!“

”اور تعاون کرنے والے کو کیا ہوگی....؟“

”انتہائی بد معاش....!“

”لیکن میں اسے ایڈوکیٹ کہوں گا.... جو کچھ میں کرتا ہوں اسے تم بد معاشی کہتی ہو۔ محض اس لئے کہ باضابطہ لیگل پریکٹیشنر نہیں ہوں۔ قانون کی ڈگری بھی ہوتی میرے پاس تو تم مجھے بد معاش کہنے کی جرأت نہ کر سکتیں!“

”مت بور کرو.... کہاں کی بحث چھیڑ دی....!“

”ابتدا تم نے کی تھی.... اب اعتراف کرو کہ میں ایک باعزت شہری ہوں....!“

”بکریا اعتراف اب چپ بھی رہو۔ اس طرح ثابت کرنے بیٹھو گے تو میرے ملک کا پریسڈنٹ اول درجے کا بد معاش نکلے گا!“

”خیر ہاں تو تم تین دن سے غائب ہو....!“

”کیا مطلب....؟“ وہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔

”تمہارے ڈیڈی نے آج ہی رپورٹ درج کرائی ہے.... اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بڑی گاڑی ہمارا اتاقب کر رہی ہے اور وہ یقینی طور پر پولیس ہی کی گاڑی ہے۔“ عمران نے عقب نما

آئینے پر نظر ڈال کر کہا۔

”کمال ہے.... میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے۔ میں گھر سے سیدھی تمہارے پاس

آئی تھی.... اور ڈیڈی اس وقت موجود تھے۔!“

”اگر پولیس نے تمہیں میری گاڑی سے برآمد کر لیا تو تمہارا کیا رویہ ہوگا....؟“

”مجھے سوچنے دو.... اگر ڈیڈی نے اس قسم کی کوئی رپورٹ درج کرائی ہے تو میں اس کی

تردید نہ کر سکوں گی۔!“

”اور میری گردن پھنسا دو گی۔!“

”عجیب بات ہے.... میں تصور نہیں کر سکتی.... لیکن ٹھہرو.... میں یہ کیوں بھول جاتی

ہوں کہ ڈیڈی کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی نے انہیں مجبور کیا ہو۔!“

”سوال یہ ہے کہ میری پوزیشن اس وقت کیا ہوگی....؟“

”میں کہہ دوں گی کہ اپنی خوشی سے تمہارے ساتھ ہوں....!“

”تین دن سے....!“

”اور کیا....!“

”نہیں تم یہ کہو گی کہ تم نے کچھ دیر پہلے مجھ سے لفٹ لی ہے....!“

”اچھی بات ہے.... میں یہی کہوں گی.... لیکن ڈیڈی نے اچھا نہیں کیا....!“ اس کی آواز غصیلی تھی۔

بچھلی گاڑی بتدریج قریب ہوتی گئی کیونکہ عمران بھی رفتار گھٹاتا رہا تھا۔

”نہیں پولیس کی گاڑی نہیں معلوم ہوتی۔!“ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تب پھر اگر وہی لوگ ہوئے تو....؟“

”ہم دونوں کو پکڑ کر اسی طرح بند کر دیں گے جیسے دونوں ڈاکٹروں کو کیا تھا....!“

”یعنی کہ....!“

”کچھ بھی نہیں خاموش بیٹھو.... مجھے سوچنے دو....!“

بچھلی گاڑی اب بہت قریب آگئی تھی۔

اور پھر کورنیلینا نے قہقہہ لگایا تھا کیونکہ وہ تو ان کے قریب ہی سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی

چلی گئی تھی۔

”تم بوڑھی عورتوں سے کم وہی نہیں ہو....!“ اُس نے کہا۔

”کیوں.... کیوں....؟“ عمران چونک پڑا۔

”وہ گاڑی تو آگے نکل گئی اور اب نظر بھی نہیں آرہی....!“

عمران کچھ نہ بولا.... لیکن اسکا منہ اس طرح بڑا ہوا تھا جیسے بچے کو زبردستی کونین کھلا دی گئی ہو!

”لڑکیاں مجھے راس ہی نہیں آتیں....!“ وہ کچھ دیر بعد بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”نوجویوں نے کہا ہے کہ لڑکیوں سے دور رہا کرو....!“

”کیوں....؟“

”دوسروں کے اثرات بہت جلد قبول کر لیتا ہوں.... ایک بار ایک کتاب پالا تھا اور چھ ماہ بعد

خود بھی بھونکنے لگا تھا۔!“

”غالباً تم کہنا چاہتے ہو کہ لڑکیوں میں رہ کر خود بھی لڑکی ہو جانے کا ڈر ہے تمہیں۔!“

”ہو سکتا ہے....!“

”تم صرف بیوقوف لگتے ہو.... اور کوئی خاص بات نہیں ہے....!“

”تمہارے باپ نے تمہیں کیوں بتایا کہ تم تین دن سے غائب ہو....؟“

”اگر بتا دیتے تو میں گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالتی.... کیا سمجھتے ہو.... میں دیدہ و دانستہ

تمہیں کسی دشواری میں ڈالنے کی کوشش کروں گی....؟“

”اس سوال کا جواب میرے بس سے باہر ہے....!“

”کیوں....؟“

”لوگ ٹھوڑی سہلاتے سہلاتے زرخرہ پکڑ لیتے ہیں....!“

”کیا میں تمہیں ایسی ہی لگتی ہوں....؟“

”خدا جانے مجھے عورتوں کا کوئی تجربہ....!“

”تب پھر تم مجھے یہیں اس دیران سڑک پر اتار دو....!“

اچانک عمران نے بریک لگائے تھے.... کورنیلیا کے کہنے سے نہیں بلکہ ٹکر سے بچانے کے

لئے.... ڈھلان سے اترتے ہی وہی گاڑی نظر آئی تھی جو کچھ دیر پہلے تعاقب کرتی رہی تھی....

اور اب اس طرح ترجھی کھڑی تھی کہ عمران اپنی گاڑی کی رفتار کم کئے بغیر اس سے آگے نکل ہی

نہیں سکتا تھا.... اور پھر اس کی بھی کہاں گنجائش تھی جتنی دیر میں گاڑی آگے نکالنے کی کوشش کرتا اس سے بھی کم وقت میں دونوں چھلنی ہو کر رہ جاتے کیونکہ سامنے ہی ایک آدمی اسٹین گن لئے کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کا رخ ٹوسیٹر کے ونڈاسکرین کی جانب تھا۔!

”اب بتاؤ....؟“ وہ طویل سانس لے کر بڑبڑایا۔

دو آدمی ٹوسیٹر کی طرف بڑھ رہے تھے.... اور تیسرا انہیں اسٹین گن سے کور کئے کھڑا تھا۔

”چپ چاپ نیچے اتر آؤ....!“ ان میں سے ایک بولا۔

”اتر جاؤ....!“ عمران نے کورنیلیا سے کہا۔

”مم.... میں....؟“ وہ ہٹکائی۔

”اور نہیں تو کیا میں.... بھلا مجھے لے جا کر کیا کریں گے....!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں.... تم بھی اترو....!“ باہر سے کہا گیا.... یہ تینوں ہی سفید فام تھے۔

”ذرا غور سے دیکھو.... کیا میں تمہیں لڑکی نظر آ رہا ہوں....؟“ عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”نیچے اترو....!“

”میں تو نہیں اتروں گا.... اگر یہ تمہاری بہن ہے تو شوق سے لے جاؤ.... اس نے مجھ سے

لفٹ مانگی تھی.... اغوا کر کے نہیں لے جا رہا تھا....!“

ایک نے ٹوسیٹر کا دروازہ کھولا اور دوسرے نے عمران کو کھینچ کر اتار لینا چاہا۔

”شرافت سے.... شرافت سے....! میں خود اتر رہا ہوں.... میرے کپڑے خراب نہ

ہونے پائیں۔!“ عمران اس کا ہاتھ جھٹک کر بولا۔

اسٹین گن والا اور قریب آ گیا تھا۔

عمران ٹوسیٹر سے اتر آیا۔ کورنیلیا بھی اتری تھی۔

”چلو بیٹھ جاؤ....!“ ایک نے دوسری گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

”اور اپنی گاڑی یہیں کھڑی رہنے دوں.... سڑک پر.... کوئی پار کر لے گیا تو کون ذمہ دار ہوگا؟“

”دیکھو دوست.... اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو لڑکی مفت میں ماری جائے گی۔!“ دوسرا بولا۔

عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ کئی بار کے حزمیت خوردہ لوگ اس وقت خاصے چاق و چوبند

نظر آ رہے ہیں اور پھر ایک کے ہاتھ میں اسٹین گن بھی ہے کوئی بیکہ ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ

کورنیلیا کو بھی چاٹ سکتی تھی۔

دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے وہ ان کی گاڑی میں داخل ہو گیا۔ کورنیلیا کو اسی کے قریب جگہ ملی تھی اور ایک آدمی عمران کے پہلو سے ریو اور لگائے بیٹھا تھا۔

”یاد میری گاڑی کا کیا ہوگا....!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ تمہارا کیا ہوگا....!“ کورنیلیا جھجھلا کر بولی۔

”مجھے تو اپنے بارے میں علم ہوگا کہ میں کہاں ہوں....!“

”تم خاموش ہی بیٹھو تو بہتر ہے....!“ ریو اور والے نے کہا۔

”تمہیں بھی میری آواز زہر لگتی ہے کیا....!“

”چپ رہو....!“ وہ زور سے بولا۔ عمران نے سہم جانے کی اینٹنگ کی تھی۔

گاڑی تیز رفتاری سے چلتی رہی۔ عمران کے اندازے کے مطابق ان کی منزل وہی عمارت تھی جہاں سے اس نے ڈاکٹر مہ لقا کو برآمد کیا تھا۔

جو کچھ بھی ہوا تھا اس کے خدشات کے مطابق ہوا تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کورنیلیا کے توسط سے اس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ تو پھر وہ انہیں اس کا موقعہ کیوں نہ دیتا۔ ڈھمپ والا چکر اسی لئے تو چلایا تھا کہ بحیثیت عمران خود کو غیر متعلق ظاہر کر سکے۔ اپنے ماتحتوں کو بھی اپنی نگرانی سے روک دیا تھا۔ حصول مقصد کے لئے یہ ایک اندھی چال بھی کبھی جاسکتی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ خود کو ان کے سپرد کردینے کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔

”کتنی غیر فطری بات ہوئی ہے....؟“ دفعتاً وہ بڑبڑایا تھا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“ ریو اور والا بولا۔

”ارے نہ میں نے پوچھا اور نہ تم نے بتایا کہ جانا کہاں ہے....!“

”تم اچھی طرح جانتے ہو....!“

”کیا جانتا ہوں....!“

”خاموش رہو....!“

”پہلے ہی خاموش کرادیجئے.... سوال کیوں کیا تھا....!“

”اب کہہ رہا ہوں کہ خاموش رہو....!“

”چپ رہو نا....!“ کورنیلیا بھی بولی۔

”تم کبھی ہو تو اب نہیں بولوں گا.... لڑکیاں زیادہ عقل مند ہوتی ہیں۔!“

تھوڑی دیر بعد گاڑی اسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی جس کے بارے میں عمران سوچتا رہا تھا۔

سب سے پہلے اسٹین گن والا اترتا تھا۔

”ارے اب بھاگ کر کہاں جاؤں گا....!“ عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ ”اس سے کہو کہ یہ صورت حرام بندوق مجھے نہ دکھائے....!“

”اندر چلو....!“

”ظاہر ہے کہ یہاں لان پر ٹینس کھلانے تو لائے نہیں ہو.... دعوت اندر ہی ہوگی....!“

”لڑکی تم.... آگے چلو....!“ ریو اور والا بولا۔

”یہاں بھی تم میری توہین کر رہے ہو.... میں لیڈیز فرسٹ کا قائل نہیں ہوں۔!“ عمران نے شکوہ کرنے کے سے انداز میں کہا۔

”تم نے تو دماغ چاٹ ڈالا میرا....!“

”اسی لئے تو لیڈیز فرسٹ کا قائل نہیں ہوں.... میں خود فرسٹ.... کئی درجن عورتوں سے اپنے بارے میں یہ رائے سن کر خود فرسٹ کا قائل ہوا ہوں۔!“

”میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ خاموش رہو ورنہ میرا لباس تمہاری زبان کاٹ دے گا۔!“ ریو اور والے نے کہا۔

”تو پھر کیا وہ صرف میری شکل دیکھنا چاہتا ہے۔!“

وہ ایک کمرے میں لا بٹھائے گئے.... لیکن اسٹین گن بدستور تنی رہی۔

”بس بیٹھے رہیں یونہی....!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں پوچھا۔

”تم چپ نہیں رہو گے۔!“

”دیکھو دوست.... میں تقریبات کے مواقع پر ایسے گھرانوں میں بلویا جاتا ہوں جہاں کی خواتین طبعا کم سخن ہوتی ہیں۔ لیکن اس طرح نہیں بلویا جاتا جیسے تم لوگ لائے ہو۔!“

”تم خاموش رہو نا....!“ کورنیلیا کھکھکیائی۔

”اچھی بات ہے اب نہیں بولوں گا....!“

تھوڑی دیر بعد ایک طویل قامت اور قوی الجشہ ہی کمرے میں داخل ہوا۔ گھنی ڈاڑھی اور مونچھوں نے نصف چہرہ چھپالیا تھا اور بڑے بڑے بال پیشانی پر چھائے ہوئے تھے۔ آنکھیں



سرخ اور خوفناک تھیں۔

”ناممکن.....!“ عمران بول پڑا۔

پہی جہاں تھا وہیں رک کر عمران کو گھورنے لگا۔

”ٹھیک کہہ رہا ہوں.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آج کل بڑی پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے چرس نہ سلائی کر سکوں گا!“

”تو تم چرس بھی سلائی کرتے ہو.....!“ پہی غرایا۔

”میں بزنس یہی ہے..... آدھے یورپ میں میرا مال جاتا ہے..... میرا سے مراد ہے میرے توسط سے!“

”یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے.....!“

”چرس فروشی کے لئے سائمن بورڈ تو نہیں لگائے جاتے۔!“

”میں تم سے چرس نہیں خریدوں گا۔!“

”پھر تمہارے کس کام آسکتا ہوں.....!“

”کیا ڈائریکٹر جنرل کو تمہارے پیسے کا علم نہیں ہے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... ورنہ میں اندر ہوتا.....!“

”اب علم ہو جائے گا.....!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ تم ایسا کرو گے.....!“ عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔

”یہی ہو گا..... اگر تم نے میرے سوالات کے تشفی بخش جواب نہ دیئے.....!“

”پپ..... پوچھو..... کیا پوچھنا ہے.....!“

”تم نے اس لڑکی کے لئے ایک جھوٹا گواہ کیوں مہیا کیا تھا.....؟“

”ارے تو کیا تم ڈھمپ ہو.....!“ عمران اچھل پڑا۔

”سوال میں کروں گا.....؟“ وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

”اچھا..... اچھا..... دراصل میں لڑکی سے قریب ہو کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا چکر ہے.....

پولیس بہت دیر لگا دیتی ہے۔!“

”تو پھر تم نے کیا معلوم کیا.....؟“

”کھودا پہاڑ نکلا چوہا..... ڈاکٹر نے شاید تم سے کوئی رقم قرض لی تھی۔!“

”مجھ سے.....؟“

”مگر تم ڈھمپ ہو تو تم ہی سے..... لیکن اس نے یہ بات صرف مجھے بتائی ہے۔ پولیس کو

نہیں..... پولیس سے تو یہ کہا ہے کہ خود اسے بھی حیرت ہے کہ ڈھمپ اس سے کیا چاہتا ہے۔!“

”اور کچھ.....!“

”اور کیا..... بس یہی کہنا ہے کہ زیادہ گھپلا نہ کرو..... شادی ہو جانے دو..... یہاں بڑی

مشکل سے اچھا رشتہ ملتا ہے.....!“

”اس کے بعد.....!“

”جس طرح چاہنا ڈاکٹر شاہد سے اپنی رقم وصول کرالینا.....!“

”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی.....!“

”نہیں آئے گی..... یہ صورت حرام ہندوق مجھے ندوس کر رہی ہے۔!“ عمران نے اسٹین گن

کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ”آخر اس کی کیا ضرورت تھی..... ایک خط لکھ کر مجھے بلوا سکتے تھے۔!“

”دیکھو دوست..... تم مجھ سے بھی اڑنے کی کوشش کر رہے ہو..... جبکہ مجھے علم ہے کہ

پولیس بعض معاملات میں تم سے مدد لیتی رہتی ہے۔!“

”ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں..... کسی بٹے کی اولاد نہیں ہوں۔!“ عمران اکڑ کر بولا۔

”اور تم احمق بھی نہیں ہو..... جیسے کہ نظر آتے ہو.....!“

”صورت خدا کی بنائی ہوئی ہے اس پر تنقید نہ کرو ورنہ تم پر قہر ٹوٹے گا۔!“

”میں خدا کو مانتا ہوں اس لئے الفاظ واپس.....!“

”واپس کر دیئے.....!“ عمران برا سامنہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”رات کا کھانا تم دونوں میرے ساتھ کھاؤ گے..... اور اس سے قبل ہم مزید گفتگو کریں

گے۔!“ پہی نے کہا..... اور عمران اسے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا جیسے اس نے کوئی

انتہائی عجیب بات کہہ دی ہو۔

”کیا تم لوگوں کو اسی طرح کھانا کھاتے ہو.....!“ اس نے بالآخر غصیلی آواز میں پوچھا۔

”میں نہیں سمجھا.....!“

”میری گاڑی غائب ہو گئی ہوگی۔ اکینشن کی کتنی تک ٹکالنے کا موقع نہیں ملا تھا۔!“

”فکر نہ کرو..... ایک آدمی وہیں رہ گیا تھا..... تمہاری گاڑی بحفاظت یہاں پہنچ گئی ہے

کپاؤنڈ میں کھڑی ہے۔!“

”تب تو ٹھیک ہے.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”شکم سیر ہو کر کھانا کھا سکوں گا.....!“

”آؤ میرے ساتھ..... لڑکی تم فی الحال یہیں ٹھہرو گی.....!“ پی کورنیلیا کی طرف دیکھ کر بولا۔

عمران کو وہ دوسرے کمرے سے لایا تھا اور اس کے ساتھ اب کوئی مسلح آدمی بھی نہیں تھا۔

”تمہاری ڈاڑھی نقلی معلوم ہوتی ہے..... ڈاکٹر شاہد نے صرف مونچھوں کا ذکر کیا تھا۔!“

عمران بولا۔

”سب سے پہلے میں تمہاری یہ غلط فہمی رفع کر دوں کہ میں ڈھمپ ہوں.....!“

”نہیں ہو.....!“ عمران اچھل پڑا۔

”ہرگز نہیں..... مجھے بھی اس کی تلاش ہے.....!“

”تو پھر تم کون ہو.....؟“

”یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا.....!“

”تو پھر ڈاکٹر شاہد سے تمہیں کیا سروکار.....!“

”بس اتنا ہی کہ اس کے توسط سے ڈھمپ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔!“

”وہ بے چارہ تو یونہی سہا ہوا ہے.....!“

”یقین کرو مجھے ڈاکٹر شاہد یا اس کی بہن سے کوئی سروکار نہیں.....!“

”تمہیں ڈھمپ کی تلاش کیوں ہے.....!“

”وہ ایک خطرناک آدمی ہے اور میرے ملک کے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے۔!“

”کس ملک سے تعلق ہے تمہارا.....!“

”یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا.....!“

”جب پھر پاسپورٹ بھی نہ ہو گا تمہارے پاس.....!“

”تم ٹھیک سمجھے ہو..... جس طرح وہ غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہوا ہے اسی طرح

میں بھی اس کا تعاقب کرتا ہوں یہاں تک پہنچا ہوں اور اب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔!“

”میری مدد کی ضرورت ہے.....؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں..... میں یہاں اجنبی ہوں..... تم یہیں کے باشندے ہو..... اسے جلد تلاش کر لو گے۔!“

”اور اگر اس نے جھٹا کر شادی نہ ہونے دی تو.....!“

”وہ ایسا نہیں کر سکے گا..... میں بھی تو ہوں تمہاری پشت پر.....!“

”بھائی..... وہ بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے اور پاگلوں کی سی حرکت کرتا ہے..... اس نے میرے باپ کی کھانے کی میز پر پروں سمیت آدھا تیر لگوا دیا تھا اور اس کے نیچے ایک لفافہ بھی تھا۔ لفافے سے تحریر برآمد ہوئی تھی جس کے مطابق مجھے گولی مار دینے کی دھمکی دی گئی تھی محض اس بناء پر کہ میں نے اس لڑکی کے لئے جھوٹا گواہ مہیا کیا تھا.....!“

”میرے لئے نئی اطلاع ہے.....!“

”لیکن یہ آدھا تیر کیا بلا ہے.....!“

”موت کی علامت..... جنوبی افریقہ کے لوگ اس علامت سے تھراتے ہیں.....!“

”اچھی بات ہے تو میں آج سے اپنا نشان آدھا تیر قرار دیتا ہوں.....!“ عمران اکڑ کر بولا۔

”یو تو فی کی باتیں مت کرو..... سنسنی ان لوگوں کے خلاف پھیلائی جاتی ہے جو سامنے

ہوں..... لیکن ٹھہرو..... تم نے تیر کا نام کیوں لیا.....!“

وہ خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

”تیر تیر سے زیادہ لذیذ اور دیرینک لڑنے والا پرندہ ہے..... اور پھر ہماری زبان میں ایک

محاورہ بھی ہے آدھا تیر آدھا تیر.....!“

”اس نے بھی تیر بنی کا حوالہ دیا تھا.....!“ پی اسے بدستور گھورتا ہوا بولا۔

”کس نے.....!“

”ڈھمپ نے.....!“

”تیر کے سلسلے میں تیر سامنے کی چیز ہے..... مختصر سہی لیکن تیر کا ہمشکل بھی ہوتا ہے۔!“

”تم کہتے ہو تو مانے لیتا ہوں..... در نہ پہلے تو مجھے کچھ اور شبہ ہوا تھا۔!“

عمران نے قطعی نہ پوچھا کہ کیا شبہ ہوا تھا..... وہ ڈھمپ سے متعلق گفتگو کو طول دینا ہی

نہیں چاہتا تھا..... بات سے بات نکلتی ہے اور فکر کے نئے دروازے کھلتے ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ وہ

آخر کار ڈھمپ کو عمران ہی کا اسٹنٹ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا۔

”تم کیا سوچنے لگے.....!“ دفعتاً ہی بولا۔

”یہی کہ آخر اس طرح پکڑ بلوانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔!“

”اوہ..... کتنی بار بتاؤں کہ میں تمہاری مدد چاہتا ہوں..... ڈھمپ کے خلاف.....!“

”مفت کام نہیں کرتا۔۔۔!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”مجھے علم ہے کہ تم یہاں کی پولیس کے لئے معقول معاوضے پر کام کرتے ہو۔۔۔!“

”صرف پولیس ہی کے لئے نہیں بلکہ کبھی کبھی مجرموں کے لئے بھی۔۔۔ جس کی طرف

سے بھی زیادہ معاوضے کا امکان ہو۔۔۔!“

”معاوضے کا تعین بھی خود تم ہی کرو گے۔۔۔!“

”نہ میں ڈھمپ کو جانتا ہوں اور نہ اس کا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ اس پر ہاتھ ڈالنے میں کتنا وقت درکار ہوگا اور کتنی قوت صرف کرنی پڑے گی۔ اسلئے تم خود ہی ایمانداری سے معاوضے کا تعین کرو۔“

”اگر مجھ پر چھوڑتے ہو تو میں ہزار ڈالر۔۔۔!“

”سوچنے کا موقع دو گے۔۔۔!“

”اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔۔۔!“

”بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔۔۔!“

”مثلاً۔۔۔ کوئی ایک بات۔۔۔!“

”یہ لڑکی۔۔۔ جو میرے ساتھ ہے مجھے یقین دلانے کی کوشش کرتی ہے۔۔۔ کہ ڈاکٹر نہ لقا

اس کے گھر سے پیدل واپس گئی تھی۔“

”تمہیں یقین نہیں ہے۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔!“

”آخر کس بناء پر۔۔۔!“

”وہ گاڑی بھی مرسیڈیز ہی تھی جس پر وہ اسے لے گئی تھی۔ لیکن وہ گاڑی ہر گز نہیں تھی جو انگلشمن کے تھانے پر پکڑی گئی تھی۔“

”آخر اس لیڈی ڈاکٹر نے تمہیں کیا بتایا ہے۔۔۔!“

”کچھ بھی نہیں۔۔۔ اس نے اس سلسلے میں اپنی زبان قطعی بند کر لی ہے۔ لڑکی کے خلاف

کوئی بیان بھی نہیں دیا۔“

”ڈھمپ نے زبان بندی کر دی ہوگی۔ اس کا طریق کار بلیک میلنگ ہے اور مجھے اس پر قطعی یقین نہیں ہے کہ ڈاکٹر شاہد ڈھمپ کا مقروض ہو گا میں تو یہ کہتا ہوں کہ فی الحال تم اپنی بہن کی شادی ملتوی ہی کر دو۔۔۔ شریف آدمیوں کو بلیک میل نہیں کیا جاسکتا ڈاکٹر شاہد کی کسی اوچھی

حرکت ہی کی بناء پر وہ اسے بلیک میل کر رہا ہوگا۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔۔۔ ویسے تم بتاؤ کیا یہ لڑکی کورنیلیا جیج اس کی ساتھی

نہیں ہو سکتی۔۔۔!“

”شاید میں نے ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کہی۔۔۔!“ ہی بولا۔ ”سب کچھ ممکن ہے

میرے دوست۔۔۔!“

”تو پھر اس لڑکی سے کیونکر پیچھا چھڑایا جائے۔“

”تمہاری جگہ میں ہوتا تو ایسا ہرگز نہ سوچتا۔۔۔!“

”کیوں۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔۔۔!“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ یہی لڑکی اس تک رسائی کا ذریعہ بن جائے۔!“

”ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ بڑی معقول بات کہی تم نے۔۔۔!“

”حسین بھی تو ہے۔۔۔!“ ہی اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

”ہوا کرے۔۔۔ میں اس سے زیادہ حسین ہوں۔۔۔ عورتیں مجھے متاثر نہیں کر سکتیں۔!“

”میں نے یہ بھی سنا ہے کہ نہ تم شراب پیتے ہو اور نہ عورتوں کے چکر میں رہتے ہو۔۔۔!“

”بہت بور کرتی ہیں۔۔۔ اپنے ہی بارے میں گفتگو کرتی رہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ دوسرے

بھی انہیں سے متعلق گفتگو کرتے رہیں۔۔۔ میں سوچتا ہوں لیمب چاپ کھائے جائیں اور وہ

پوچھتی ہے اسمارٹ لگ رہی ہوں نا۔۔۔ گھٹنوں اپنے زیورات اور ملبوسات کے بارے میں یکواں

کرتی رہیں گی۔۔۔ اپنے ختم ہو جائیں گے تو دوسروں کے۔۔۔!“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔“ وہ اکتائے ہوئے انداز میں ہاتھ ہلا کر بولا۔

”اچھا تو پھر لیڈ دو۔۔۔ میں اسے کہاں ڈھونڈتا پھر دوں گا۔۔۔ لیکن ٹھہرو۔۔۔ یہ لیڈ ڈاکٹر

شاہد کے علاوہ ہونی چاہئے۔۔۔ اسے میں نہیں چھیڑنا چاہتا۔!“

”اسے جھیڑنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔۔۔ اگر وہ بلیک میل ہو رہا ہے تو اپنی زبان ہر گز

نہیں کھولے گا۔!“

”پھر بات کہاں سے شروع کی جائے۔۔۔!“

”ہی نے ایک سفارت خانے کا نام لے کر کہا۔“ اس کے پریس اتاشی ڈگور کو جانتے ہو۔!“

”آہا۔۔۔ کیوں نہیں اسے تو ہم چوہدری ڈگور کہتے ہیں۔۔۔ بہت پیدا آدمی ہے ہمارے کلچر کا رسیا۔“

”اس پر نظر رکھو.....!“

”ارے تو کیا وہ سفارت خانہ بھی.....!“

”ہر گز نہیں..... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... وہ تو تمہارے ایک دوست ملک کا سفارت خانہ ہے..... وہ ڈگمور ذاتی طور پر..... تم نہیں سمجھ میرا خیال ہے کہ ڈھمپ اسے بھی بلیک میل کر رہا ہے..... ڈگمور عورتوں میں بہت مقبول ہے نا اور اپنی بیوی سے بھی بہت ڈرتا ہے!“

”میں سمجھ گیا.....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اچھی لیڈوی ہے تم نے.....!“

”اور تم خود کو تنہا نہ سمجھنا..... ہم بھی ڈگمور کی نگرانی کریں گے۔!“

”اچھی بات ہے.....!“

پھر وہ پی کے ساتھ اسی کمرے میں واپس آگیا تھا جہاں کورنیلیا تھی اور ایک آدمی اب بھی اسٹین گن لئے دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

اچانک ایک آدمی دوڑتا ہوا باہر سے آیا اور ہانپ ہانپ کر کہنے لگا۔ ”پپ..... پولیس.....“

پولیس نے چھاپہ مارا ہے..... گھیرے میں لے رہے ہیں عمارت کو.....!“

”بھاگو.....!“ پی اچھل کر بھاگا۔

اسٹین گن والا بھی انہی دونوں کے پیچھے دوڑا جا رہا تھا۔

عمران اور کورنیلیا خاموش کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے۔

پھر عمران بولا۔ ”تم بھاگ کر کہاں جاؤ گی۔!“

”کک..... کیا مطلب.....!“

”ڈھمپ..... بلا آخر اس نے پولیس کی رہنمائی کر دی..... تم تین دن سے غائب ہو نا۔!“

کسی نے باہر سے کال بیل کا بزن دیا تھا۔

”چلو.....!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسٹتا ہوا بولا۔

”تنت..... تو میرا باپ ڈھمپ ہی کے لئے کام کر رہا ہے۔!“

”تمہارے باپ سے میں تنگ آچکا ہوں..... اب اس کا ہارٹ فیل ہی ہو جائے دو.....!“

”خاموش رہو.....!“

باہر برآمدے میں ایک پولیس کا ٹشیل کھڑا نظر آیا۔

”کیا بات ہے.....؟“ عمران نے آکر پوچھا تھا۔

”پڑوسیوں نے آپ کے کتوں کی شکایت کی ہے۔!“

”ہم مہمان ہیں..... مالک مکان سے بات کرو.....!“ عمران کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ کورنیلیا

چپ چاپ اس کے پیچھے چلی جا رہی تھی۔

”دیکھا تم نے.....!“ وہ کسی لڑکی عورت کے سے انداز میں پلٹ کر بولا۔ ”اسی لئے دور

بھاگتا ہوں لڑکیوں سے..... کیا ضروری تھا کہ تمہارا باپ بھی ہوتا۔!“

”کیوں خواہ مخواہ بکواس کر رہے ہو..... وہ کون تھا اور تم نے اس سے کیا باتیں کیں..... اور

پھر اتنی آسانی سے چھوڑ کیوں دیا۔!“

”سوالات پر نمبر لگا کر لاؤ.....!“ عمران گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ دوسری طرف کا دروازہ

اس کے لئے کھول دیا تھا۔

”پولیس والا کیا کہہ رہا تھا.....!“

گاڑی اشارت ہو کر پھانک کی طرف بڑھ گئی۔

”وہ ہی کون تھا..... اور پھر اس طرح تمہیں چھوڑ کیوں دیا.....!“

”اور نہیں تو حل کر کھا جاتا..... چرس کی بات کی تھی..... الگ لے جا کر.....!“

”تو کیا تم سچ سچ چرس بھی سپلائی کرتے ہو.....!“

”اپنے باپ کے عہدے سے کیوں نہ فائدہ اٹھاؤ..... ایکسائز والے میرے مال پر ہاتھ

نہیں ڈال سکتے۔!“

”تم جھوٹ بول رہے ہو.....!“

”گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں سے جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ.....!“

”میں گھر سے نہیں بھاگی.....!“ وہ حلق کے بل چیخی۔

”پھر تمہارے باپ نے گمشدگی کی رپورٹ کیوں درج کرائی ہے۔!“

”میں نہیں جانتی..... کچھ نہیں جانتی..... خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو.....!“

دفعتاً اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا تھا۔

گاڑی پھر شہر کی جانب جا رہی تھی۔ عمران خاموشی سے اس کی ہچکیاں سسکیاں سنتا رہا۔

”اب تم مجھے یہیں کہیں اتار دو.....!“ وہ رو پکنے کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”سچ غائب ہو جاؤ گی.....!“

”تمہاری بلا سے.....!“

”میں محسوس کر رہا ہوں کہ شاید میرا باپ بھی کچھ کر گذرا ہے.....!“

”مک..... کیا مطلب.....!“

”وہ پولیس مین جو باہر نظر آیا تھا..... مریغیوں کے ڈاکٹر کا پتہ نہیں پوچھ رہا تھا۔!“

”لیکن تم نے تو کہا تھا.....!“

”ختم کر دو..... دیکھا جائے گا.....!“

”کیا دیکھا جائے گا.....!“

”خاموش بیٹھو.....!“

اور پھر وہ شہر بھی نہیں پہنچنے پائے تھے کہ کیپٹن فیاض نے انہیں آلیا..... وہ اور اس کے ماتحت دو گاڑیوں میں آئے تھے۔

کورنلیا فیاض کے محکمے کی گاڑی میں منتقل کر دی گئی اور فیاض عمران کے قریب آ بیٹھا۔

”کدھر جاؤ گے صاحب.....!“ عمران نے کسی پٹھان ٹیکسی ڈرائیور کے سے لہجے میں سوال کیا تھا۔

”جیل روڈ..... مغویہ تمہاری گاڑی سے برآمد ہوئی ہے.....!“ فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

”مغویہ..... کیا عربی میں جس کو کہتے ہیں.....!“ عمران اچھل پڑا۔

”والد صاحب سے پوچھنا..... سیدھے کوٹھی کی طرف.....!“

”تو وہ کانٹیل.....!“

”میرا ایک ماتحت انسپکٹر تھا..... خاصے فاصلے سے تمہاری گاڑی کا تعاقب کیا گیا تھا۔!“

”خدا کرے تم بھی کانٹیل ہو جاؤ.....!“ عمران کسی بیوہ کی طرح کلکایا۔



”فضول کو اس.....!“ رحمان صاحب گرجے..... وہ عمران کی پوری کہانی سن چکے تھے۔

”مجھ پر گزر چکی ہے آپ کو اس کہہ رہے ہیں.....!“ عمران نے کہا۔

”میں کہہ رہا ہوں کہ اس قے کو کیوں طول دے رہے ہو.....!“ وہ پیر بن کر بولے۔

”بہت بہتر.....! میں آپ کو ڈاؤن کا پتا بتائے دیتا ہوں۔ گرفتار کرا لیجئے۔! لیکن آپ اس

کے خلاف کیا ثابت کر سکیں گے۔!“

”مہ لقا کا بیان ہی کافی ہو گا.....!“

”لیکن وہ ڈھمپ کے سلسلے میں بیان دے چکی ہے۔!“

”تمہاری ہی حماقت ہے نا.....!“

”اچھا تو پھر اب بتائیے کہ میری حماقت کا ازالہ کیونکر ہو.....!“

”میں نہیں جانتا۔!“

”میں اس قے کو محض اس لئے طول دے رہا ہوں کہ ابھی تک بلیک میلنگ کا مقصد سامنے

نہیں آیا ہے..... مجھے صرف اس کا انتظار ہے کہ وہ ڈاکٹر شاہد سے کوئی مطالبہ کرے۔!“

”ان لوگوں کی کوئی حرکت میری سمجھ میں نہیں آرہی.....!“

”مثلاً.....!“

”آخر اس نے لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ کیوں درج کرائی.....!“

”ڈاؤن کے اشارے پر..... اور ڈاؤن اب مجھے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ لڑکی ڈھمپ ہی کی

ساتھی ہے۔!“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

عمران چپ چاپ اٹھا اور باہر چلا آیا..... کیپٹن فیاض اسے کوٹھی پہنچا کر پہلے ہی جا چکا تھا اور

کورنلیا اسی کی تحویل میں تھی۔ ہو سکتا تھا باضابطہ طور پر گھر ہی پہنچا دی گئی ہو..... بہر حال عمران

کو اس کی قطعی فکر نہیں تھی۔

ابھی راہداری بھی نہیں پار کر سکا تھا کہ رحمان صاحب کی آواز آئی..... ”ٹھہرو.....!“

عمران رک گیا۔

وہ قریب آ کر بولے۔ ”جب تک یہ معاملہ طے نہ ہو جائے میں شریا کی شادی نہیں کر سکتا۔!“

”جب تک آپ شادی نہیں کریں گے معاملہ ہرگز طے نہیں ہو گا۔!“

”کیا مطلب.....!“

”شادی کے بعد شاہد مزید پابندیوں میں جکڑ جائے گا..... استعفیٰ دے کر ملازمت سے تو

پچھا چھڑا سکتا ہے لیکن ڈاؤن کے خیال کے مطابق.....!“

”میں سمجھ گیا.....!“

”شادی کے بعد ہی اب وہ اپنا مطالبہ پیش کرے گا۔!“

رحمان صاحب چپ چاپ واپسی کے لئے مڑ گئے اور عمران سوچنے لگا تھا کیوں نہ پہلے سلیمان

ہی کی شادی کر دی جائے ورنہ ہو سکتا ہے کہ ثریا کی شادی کے بعد کسی کو اس کا ہوش ہی نہ رہے۔  
اس نے سر کو معنی خیز جنبش دی اور کمپاؤنڈ میں نکلا چلا آیا۔ اس وقت یہاں رک کر وقت  
نہیں ضائع کر سکتا تھا۔

اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف  
سے جواب ملنے پر بولا۔ ”لڑکی کہاں ہے....؟“

”تم سے مطلب....!“ فیاض کی آواز آئی۔

”گمشدگی کی رپورٹ کس تھانے میں درج کرائی گئی تھی....؟“

”میں تمہیں یہ بھی نہیں بتاؤں گا....!“

”تمہاری سب سے چھوٹی سالی کی شادی ہوئی یا نہیں....؟“

”یہ کیا بکواس ہے....؟“

”شادی یا سالی....!“

”کیوں میرا وقت برباد کر رہے ہو....!“

”اب خطوط کشیدہ الفاظ کے معنی بتاؤ....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

عمران نے ہانس پر سیا کے نمبر ڈائل کئے.... گھنٹی بجتی رہی تھی۔ لیکن کسی نے ریسیور نہیں  
اٹھایا تھا۔ ٹیلی فون بوتھ سے برآمد ہوتے وقت سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر شاہد کی  
طرف سے کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی تھی جن کی بناء پر لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا.... فی الحال تو بر  
ہی ہو سکتا تھا کہ دوسری پارٹی کو الجھائے رکھا جاتا.... اور اس کیلئے تھا ڈھمپ والا اسسٹنٹ....!  
اب اس کی گاڑی فلیٹ کی طرف جارہی تھی اور اس نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ ٹیلی فون  
بوتھ سے نکلنے ہی اس کا تعاقب شروع ہو گیا ہے.... یہ بھی ممکن تھا کہ نیلے رنگ کی گاڑی  
شروع ہی سے پیچھے لگی رہی ہو.... اور اس نے دھیان نہ دیا ہو....!

فلیٹ میں پہنچا تو کورنیلا منتظر نظر آئی.... سلیمان ایک طرف منہ بنائے کھڑا تھا۔ عمران ا

دیکھتے ہی بولا۔ ”موقع ہی نہیں ملتا.... جب دیکھو کوئی نہ کوئی سر پر سوار ہے۔!“

”کس بات کا موقع نہیں ملتا....!“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ ضروری باتیں ہیں....!“

”یہ یہاں قیام نہیں کرے گی....!“

”قیام نہیں کرے گی تو ساتھ لے جائے گی۔ شرط لگا سکتا ہوں....!“

”کیا یہ گفتگو مجھ سے متعلق ہو رہی ہے۔!“ کورنیلا بول پڑی۔

”اوہو.... تم کہاں....؟“ عمران چونک پڑا.... انداز ایسا ہی تھا جیسا اس کی موجودگی کا علم

ہی نہ رہا ہو۔

”میں یہ بتانے آئی ہوں کہ ڈیڈی نے ہرگز کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی تھی۔ انہیں اس کا

علم ہی نہیں۔!“

”ممکن ہے....!“ عمران کا لہجہ خشک تھا۔

”اب اگر تم نے میرے ساتھ چل کر انہیں مطمئن نہ کر دیا تو وہ خود کشی کر لیں گے۔!“

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو....!“

”انہیں یقین دلادو کہ تمہیں ان کی بات پر یقین ہے....!“

”کیا تم اپنا ڈیڈی نہیں بدل سکتیں۔!“

”کیا مطلب....!“

”یہ ڈیڈی کسی اور کے حوالے.... اس کا ڈیڈی خود لے لو....!“

”اب تم بھی مضحکہ اڑاؤ گے....!“ اس نے گلوگیر آواز میں کہا اور موٹے موٹے آنسو

گالوں پر ڈھلکنے لگے۔

”ہاں بے تو کیا کہہ رہا تھا....؟“ عمران سلیمان کو گھورتا ہوا بولا۔

”میں شیردانی اور پگڑی میں نہیں جاؤں گا....!“

”تیری ساس کافروں کے لباس میں نکاح کی مخالف ہے....!“

”اب ہم دونوں ہی خود کشی کر لیں گے....!“ کورنیلا اٹھتی ہوئی بولی۔

”بیٹھو....!“ عمران ہاتھ ہلا کر غرایا اور سلیمان سے بولا ”کافی۔!“

وہ پیر پینٹا چلا گیا....!

”تم دوسروں کی بے بسی سے لطف اندوز ہوتے ہو....!“ کورنیلا تلخ لہجے میں کہتی ہوئی بیٹھ گئی۔

”ہیشہ نہیں.... کبھی کبھی.... لیکن....!“

”ہاں ہاں کہو.... جو کچھ بھی کہنا ہے کہہ ڈالو رک کیوں گئے....!“

”یقین کرو..... تمہارا باپ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا.....!“

”کہنا کیا چاہتے ہو.....!“

”کچھ سمجھ میں آیا ہوتا تو کہہ بھی دیتا.....!“

اس ہی نے تمہیں ششے میں اتار لیا ہے..... اور وہی میرے باپ کی پریشانیوں کا باعث معلوم ہوتا ہے۔

”ہرگز نہیں..... وہ مجھ سے جس خریدنا چاہتا ہے۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتی۔!“

”تمہاری مرضی.....!“

”بہر حال میں مایوس ہو جاؤں..... تم میرے لئے کچھ نہیں کر سکو گے۔!“

”تمہارا باپ کچھ کرنے ہی نہیں دیتا۔!“

”انہوں نے رپورٹ نہیں درج کرائی تھی۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کب کیا ہو گیا۔!“

”جب تک وہ کسی کی نشاندہی نہ کرے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!“

”کیا ہارلم ہاؤز کی نشاندہی کافی نہیں ہے.....!“

”وہاں جو شخص رہتا ہے ہماری سوسائٹی میں خاصا مقبول ہے..... اور ایک سفارت خانے کا

عہدیدار بھی ہے اس لئے کسی واضح ثبوت کے بغیر اسے بھی نہیں چھیڑا جاسکتا۔!“

”اچھی بات ہے.....!“ کورنیلیا اٹھتی ہوئی بولی۔ ”اب میں خود ہی کچھ کروں گی۔!“

اس بار عمران نے اسے جانے سے نہیں روکا تھا۔

سلیمان کافی لایا تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”کیا دیکھ رہا ہے.....؟“ عمران نے ڈپٹ کر پوچھا۔

”چلی گئیں کیا.....؟“

”اور نہیں تو کیا دو بچے شکر کا نقصان کراتا..... ابھی تیری شادی کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہیں۔ قارون تو نہیں ہوں۔!“

”مگر صاحب شیردانی.....!“

”شٹ اپ..... جوزف چوڑی دار پا جائے اور شیردانی میں ہو گا۔!“

”وہ کیوں ہو گا.....!“

”اور نہیں تو کیا میں تیرا شہ بالا بنوں گا.....!“

”وہ بنے گا شہ بالا..... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”چل کافی بنا..... بکواس نہیں کیا کرتے۔!“

”پتا نہیں آپ کیا کرنے والے ہیں.....!“ سلیمان مردہ سی آواز میں بولا اور کافی بنانے لگا۔



صرف سلیمان ہی نہیں ان دنوں ہر متعلقہ آدمی سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں عمران کیا کرنے والا ہے۔ ”مزید دودن گزر گئے..... اس دوران میں اس نے بحیثیت عمران ڈگور کی نگرانی بھی کی تھی اور بحیثیت ڈھمپ فون پر دھونسا تا بھی رہا تھا۔

اس وقت بھی یہی کوشش جاری تھی اور ڈگور دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ ”وہ ہوشیار ہو گیا ہے..... اسے علم ہو گیا ہے کہ تم نے مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔!“

”ہو جانے دو علم.....!“ عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

”میری پوزیشن خراب ہو چکی ہے..... اب میں کیا کر سکوں گا۔ اب تو تمہیں اس کے حالات سے بھی نہیں آگاہ کر سکتا کیونکہ اب وہ مجھے سارے معاملات سے لاعلم رکھنے لگا ہے۔!“

”سارے حالات کا علم تمہیں پہلے بھی نہیں تھا کیا تم جانتے ہو کہ وہ ڈاکٹر شاہد سے کیا چاہتا ہے۔“

”نہیں میں نہیں جانتا.....!“

”تب پھر میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کس حد تک میرے کام آ سکتے ہو۔ کیا کر سکتے ہو اور کیا نہیں کر سکتے اور اب تو تمہیں یہ بھی نہ معلوم ہو گا کہ وہ ہے کہاں۔!“

”یہ حقیقت ہے.....!“ ڈگور جلدی سے بولا۔

”یہ عمران کون ہے اور اس کا قصہ کیا ہے.....!“

”محکمہ سرائی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔ وہ بھی ڈاؤن میں دلچسپی لے رہا ہے۔ یا یہ مجھ لو کہ تم میں..... کیونکہ ان دونوں کا اغواء تمہارے ہی نام سے منسلک کیا گیا ہے۔!“

”میں سمجھ گیا..... غالباً یہ اسی آفیسر کا بیٹا ہے جسکی بیٹی سے ڈاکٹر شاہد کی شادی ہوئی ہے۔!“

”وہی..... وہی.....!“

”اس کی کیا حیثیت ہے.....!“

”پولیس کا ایک اچھا منبر ہے.....!“

”میں نے تو کہیں ایسا ہوتے نہیں دیکھا....!“

”میرے گھرانے کی کوئی شادی دیکھی ہے تو نے....!“

”کیسے دیکھ سکتا ہوں.... میری پیدائش سے بھی پہلے کبھی ہوئی ہوگی کوئی شادی!“ سلیمان

جل کر بولا۔

”بس تو پھر وہی کرنا ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں....!“

”ارے تو کیا وہ آپ کے خاندان کی ہے....!“

”اس گھر میں اگر کوئی کتے کا پلا بھی پیدا ہوا ہے تو وہ میرے ہی خاندان کا ہے!“

سلیمان آلو اور چھری پھینک کر آسمان کی طرف ہاتھ جوڑتا ہوا گڑگڑایا۔ ”مولا مجھے ان کے گھر سے پیدا ہونے سے بچائیو....!“

”آمین....“ عمران دھاڑا۔ ”شادی کر دینے کے بعد دو جوتے لگاؤں گا اور دونوں کو گھر سے نکال دوں گا!“

”ہونے بھی تو دیجئے شادی پھر چاہے قیہ کر کے رکھ دیجئے گا!“

”ایسے ہی ہوگی شادی.... چھوڑ ہانڈی کر رہیہر سل....!“

”اس دیو کے بچے کو شہ بالا بنایا ہے... ریڑھ کی ہڈی ہی ٹوٹ گئی تو کیا کرونگا.... شادی کر کے!“

”نہیں ٹوٹے گی....!“

”ارے باپ رے.... میں کیا کروں....!“ سلیمان دانت کچکا کر بولا۔

”رہیہر سل....!“

پھر اس نے جوزف کو آواز دی تھی.... وہ آیا اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

”تو نے رہیہر سل نہیں کیا آج....“ عمران اسے گھورتے ہوئے بولا اور اسکے دانت نکل پڑے۔

”عجیب رسم ہے باس....!“

”اسے عجیب کہتا ہے.... اور تو جو مشو مہاشومی کرتا رہتا ہے۔!“

”تم لوگ تو مہذب ہو باس....!“

”صاف سترے کپڑے پہنے اور روزانہ غسل کرنے کی حد تک....!“

”کہیں اس کے چوٹ نہ آجائے....!“ جوزف نے سلیمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مر بھی جائے تو پرواہ نہیں.... شادی تو ہو جائے گی....!“

”اب سمجھ میں آئی بات.... شاید ڈاؤن یہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر شوکت نے عمران یا اس کے باپ کو بتادیا ہوگا کہ وہ اسے کیوں بلیک میل کر رہا ہے اور اس سے کیا چاہتا ہے۔!“

”میرا خیال ہے کہ یہی بات ہے.... لیکن تم بتاؤ کہ ڈاؤن سے کیا چاہتے ہو....!“

”میں.... میں صرف اسے مار ڈالنا چاہتا ہوں....!“

”جب سے وہ تصویر اس کے ہاتھ لگی ہے.... میں بھی یہی چاہتا ہوں مسٹر.... ڈھپ....!“

”میں اسے بلا آخر مار ڈالوں گا.... تم مطمئن رہو.... بہر حال تمہیں یہ سن کر دکھ ہوگا کہ اب موزیکا اس کے پھندے میں پھنس گئی ہے۔!“

”مم.... میں نہیں سمجھا....!“

”اسی تصویر کے ذریعے ڈاؤن نے اسے الجھا لیا ہے۔!“

”مجھے علم نہیں تھا....!“

”میں جانتا ہوں.... اور اس جگہ سے بھی واقف ہوں جہاں ان کی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔!“

”مجھے بتاؤ.... مجھے بتاؤ.... میں خود ہی اسے مار ڈالوں گا!“

”نہیں دوست.... وہ میرا شکار ہے.... میں نے اس کے لئے بڑی محنت کی ہے۔ لہذا اپنا محنت کا ثمرہ تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔!“

”اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں....!“

”بس اس کے بارے میں جو کچھ بھی معلوم ہو سکے مجھے بتاتے رہو....!“

”میرا خیال ہے جتنا تم جانتے ہو اس کے بارے میں شاید میں بھی نہیں جانتا۔“ ڈگمور نے کہا۔

”خیر.... بہر حال میں دیکھوں گا کہ تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!“

عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے سلیمان کو آواز دی تھی.... وہ آلو چھیلتا ہوا دوڑا آیا۔

”ابے رہیہر سل ہو رہی ہے یا نہیں....!“

”کک.... کیسی رہیہر سل....!“

”جیسے بتایا تھا شیر والی پہن کر....!“

”مجھے شرم آتی ہے....!“ سلیمان جھینپ کر بولا۔

”تب تو یہ شادی ہر گز نہیں ہو سکے گی....!“



”ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔“

اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھایا۔ جوزف اور سلیمان ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔

”ہیلو.... کون صاحب ہیں....؟“

”شاید....!“

”اچھا.... اچھا.... کیا خبر ہے....؟“

”میں احتیاطاً ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے گفتگو کر رہا ہوں....!“

”مناسب ہے....!“

”اس کے باوجود بھی فون پر گفتگو نہیں کر سکتا.... آپ سے کہاں ملوں۔!“

”کوئی خاص بات....!“

”بہت خاص بات.... وہی بات جس کے آپ منتظر تھے....!“

”آہا.... اس ٹیلی فون بوتھ کی نشان دہی کرو....!“

”عوامی سپر مارکیٹ.... کے قریب والا....!“

”مارکیٹوں کے بارے میں صرف سلیمان جانتا ہے.... سڑک کا نام بتاؤ....!“

”آٹھویں شاہراہ....!“

”ٹھیک.... تو اس بوتھ ہی کے قریب کہنے کیہاں ہے.... وہیں میرا انتظار کرو....!“

”بہت بہتر....!“

”تمہیں یقین ہے کہ تمہاری نگرانی نہیں ہو رہی....!“

”اس قسم کی کوئی یقین دہانی نہیں کر سکتا۔ مجھے سلیقہ نہیں ہے یہ سب معلوم کر لینے کا۔!“

”پرواہ نہ کرو.... میں ابھی آیا....!“

”ریسیور رکھ کر وہ ان دونوں کی طرف مڑا....!“

”واپسی پر ریسیور سل دیکھوں گا....!“

”بب باس.... وہ پاجامہ ذرا ڈھیلا نہیں ہو سکتا....؟“ جوزف نے پُر تکلف لہجے میں پوچھا۔

”کیوں....؟ کیا دشواری ہے....!“

”پنڈلیوں پر بڑی مشکل سے چڑھتا ہے....!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے ایک دوسرے کو پاجامہ پہنانے کی بھی مشق ہو جائے گی۔!“

پھر سلیمان سے اردو میں پوچھا۔ ”تجھے تو دشواری نہیں ہوتی پاجامہ پہننے میں....؟“

سلیمان سختی سے دانت بچھنے کھڑا رہا۔

”خیر.... خیر.... جوزف تجھے سب کچھ سمجھا دے گا.... مجھے جلدی ہے.... اور ہاں یہ

اتنی رات گئے آلو کیوں چھیلے جا رہے تھے۔ کیا ابھی تک ہانڈی تیار نہیں ہوئی۔!“

”بھوکا مارنا سالا.... جب سے شادی کا باٹ ہوا....!“ جوزف اردو ہی میں شروع

ہو گیا۔ ”راٹ بہوٹ ڈیر کرنا....!“

”اے میں یہ کیا سن رہا ہوں....!“ عمران گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ ”نوج گئے ہیں اور تو ابھی

تک آلو ہی چھیل رہا ہے۔!“

”آپ نے چار بجے لانچ کیا تھا.... اس لئے رات کا کھانا بارہ بجے سے پہلے نہیں کھائیں

گے....!“ سلیمان نے اسامہ بنا کر بولا۔

”ارے تو اس نے کیا قصور کیا ہے....!“ عمران جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”وزن کم کر رہا ہوں سالے کا.... ورنہ یہ شہ بالا مجھے قبر میں دھکا دینے والا ثابت ہو گا۔

ابھی تو میں سنا اہل کرا سے جلاب بھی دوں گا۔!“

”کیوں شامت آئی ہے.... خبر دار ایسی کوئی حرکت نہ ہونے پائے....!“

”جلاب کیا ہوتا.... باس....!“ جوزف نے بوکھلا کر پوچھا۔

”اگر آپ نے اسے بتایا تو اسی چھری سے اپنی گردن ریت لوں گا۔!“

”جہنم میں جاؤ....!“ کہتا ہوا عمران دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سڑک کے پول کا بلب فیوز

ہو گیا تھا اور ٹو سیٹر اندھیرے میں کھڑی تھی۔ جیسے ہی وہ اسٹیرنگ پر بیٹھا کوئی سخت سی چیز کمرے

چھینے لگی.... ساتھ ہی کسی نے آہستہ سے کہا۔ ”مجنن اشارت کرو اور جدھر کہوں چلتے رہو....!“

جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا.... اور لہجہ غیر ملکی تھا۔ عمران نے بے چون و چرا تعمیل کی تھی

اور سڑک پر آتے ہی بولا تھا۔ ”کہنی تو ہٹاؤ....!“

”کہنی نہیں ریوالتور ہے....!“ جواب ملا۔

”اچھا....!“ عمران نے اس طرح کہا جیسے مطمئن ہو گیا ہو۔ یا جیسے ریوالتور سے زیادہ کہنی کا

دباؤ قابل اعتراض رہا ہو۔

”شرشاروڈ کی طرف....!“

دیکھنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔ ویسے اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آدمی خاصا تیز ہے۔ مشکل ہی سے دھوکا کھائے گا اور پھر اسے کچھ زیادہ تشویش بھی نہیں تھی۔ ایک بار پہلے بھی وہ لوگ ایسا ہی ایک ڈرامہ اسٹیج کر چکے تھے۔

گاڑی کی رہنمائی ایک دور افتادہ عمارت کی طرف کی گئی تھی۔

”اجنبی نے عمران کو گاڑی سے اتار اور صدر دروازے کی طرف لے چلا۔

”کھانے میں کیا ہے.....!“ عمران نے پوچھا۔

”پستول کی گولیاں.....!“

”شور بے دار یا بھنی ہوئی.....!“

”بکواس مت کرو..... آگے بڑھو.....!“ اس نے ریوالور کی نال سے عمران کو دھکیلا تھا۔

اتنا ہی کافی تھا کچھ کر گزرنے کے لئے..... وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا..... اور گرتے گرتے ہتھیلیاں زمین پر ٹیک کر دولتی چلائی تھی۔

قطعی غیر متوقع حرکت تھی وہ چاروں خانے چت گرا پھر جتنی دیر میں اٹھتا عمران کسی سانپ کی طرح پلٹ کر اس پر چھا گیا۔

پھر اس کی چیخ سن کر شاید اندر سے بھی کچھ لوگ دوڑ پڑے تھے۔ عمران نے گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا اور غالباً اس نے بھی جلدی میں اس پر دھیان نہیں دیا تھا..... بہر حال قبل اس کے کہ اندر والے باہر پہنچتے عمران گاڑی کو ریورس گیر میں ڈال چکا تھا۔

کئی فائر ہوئے..... لیکن عمران کے اندازے کے مطابق سب کے سب ہوائی فائر تھے وہ نہایت اطمینان سے نکلا چلا آیا۔ مکان کے آس پاس کوئی دوسری گاڑی بھی نہیں نظر آئی تھی۔ خاصی تیزی سے شہر کی طرف واپس آیا تھا اور آٹھویں شاہراہ پر پہنچا۔ کینے کیہان تک بھی رسائی ہو گئی لیکن ڈاکٹر شاہد وہاں موجود نہیں تھا۔

شاہد کی کال ریسیو کرنے کے بعد سے اس وقت تک قریباً پون گھنٹہ ضرور گزرا ہو گا۔

پھر اسی ٹیلی فون بوتھ سے جس کی نشاندہی شاہد نے کی تھی اس نے شاہد کے گھر فون کیا تھا۔

کال منہ لگانے ریسیو کی تھی اور بتایا کہ شاہد گھر پر موجود نہیں ہے۔ وہ کچھ دیر تک ٹیلی فون بوتھ کے قریب ہی کھڑا رہا پھر گاڑی میں بیٹھا اور فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

”شرشا نہیں شیر شاہ روڈ.....!“ عمران نے تصحیح کی۔

”چلو..... بکواس نہیں.....!“

”چل تو رہا ہوں..... لیکن بکواس کیوں نہ کروں.....!“

”خاموشی سے.....!“ ریوالور کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا گیا۔

”تم آخر ہو کون.....!“ عمران نے ونڈاسکرین پر نظر جماتے ہوئے پوچھا۔

”ڈھمپ.....!“ جواب ملا۔

”تم آخر ڈھمپ کیوں ہو.....!“ بڑی معصومیت سے سوال کیا گیا۔

”میرا نام ہے.....!“

”تمہاری طرف ڈھمپ کے کیا معنی ہوتے ہیں.....!“

”بس نام ہے.....!“ جواب ملا۔

”ہماری دیو مالا کے ایک کردار کا نام بھی ڈھمپ تھا..... جو مرد ہونے کے باوجود خود ہی بچے بھی جتنا تھا.....!“

”میں نے کہا تھا خاموشی سے چلتے رہو.....!“

”تمہاری معلومات میں اضافہ کر رہا تھا..... ویسے اگر تم ڈھمپ ہی ہو تو مجھے کیا.....؟“

”بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔!“

”کیا.....؟“

”یہی کہ میں ڈاکٹر شاہد سے کیا چاہتا ہوں.....!“

”میں جانتا ہوں.....!“ عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

”کیا جانتے ہو.....!“

”یہی کہ اس باریجہ آپریشن کے بغیر نہیں ہو گا.....!“

”خاموش رہو.....!“

”اب تو نہ صرف خاموش رہنا پڑے گا بلکہ تمہارے لئے زندگی کی دعا بھی کرنی پڑے گی

ناکہ عرصہ تک ڈھمپ رہ سکو.....!“

”شٹ اپ.....!“

”خیر پھر سہی.....!“

گاڑی تھوڑی دیر بعد شیر شاہ روڈ پر جا پہنچی۔ عمران نے کنکٹیو سے بھی اس شخص کی طرف



وہ بڑی بے چینی کی رات تھی۔ فلیٹ میں پہنچ کر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

”ہیلو.....!“ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔

”کون ہے.....!“ دوسری طرف سے انگلش میں پوچھا گیا۔

”عمران..... تم کون ہو.....!“

”ہی.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ارے واہ..... کیا بات ہوئی ہے..... بڑے موقع سے فون کیا ہے تم نے.....!“

”کیا تم عمران بول رہے ہو.....!“

”بالکل..... بالکل..... سنو..... میں نے ڈھمپ کا پتہ لگا لیا ہے۔!“

”کہاں ہے.....؟“

”شیر شاہ روڈ پر ایک عمارت ہے..... وہاں.....!“

”کون سی عمارت.....!“

”جلدی میں نمبر نہیں دیکھ سکا..... اگر تم اپنا کوئی آدمی ساتھ کر دو..... تو اسے دکھا سکتا ہوں۔ پولیس کو اس لئے اطلاع نہیں دی کہ پہلے تم اس سے نیٹ لو پھر دیکھا جائے گا۔!“

”تم نے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے اور میرے پاس بھی تمہارے لئے ایک اطلاع ہے۔!“

”جلدی بتاؤ..... مجھے نیند آرہی ہے..... اب سونا چاہتا ہوں.....!“

”نیند غائب ہو جائے گی خبر سن کر.....!“

”تو پھر جلدی کرو.....!“

”ڈاکٹر شاہد کو بچانے کی کوشش میں میرا ایک آدمی زخمی ہو گیا ہے۔!“

”کیا ہو ڈاکٹر شاہد کو.....!“

”ڈھمپ کے آدمی اسے پکڑ لے گئے ہیں..... میرا جو آدمی ڈاکٹر شاہد کی نگرانی کرتا رہا تھا

زخمی ہو گیا ہے۔!“

”واقعی بُری خبر سنائی تم نے..... لیکن میں بہر حال ڈھمپ کے ایک ٹھکانے سے واقف

ہو گیا ہوں..... پہلے وہیں دیکھتے ہیں..... کیا تم میرا ساتھ دو گے.....؟“

”میں بالکل تیار ہوں.....!“

”کہاں ملو گے.....؟“

”اگر معاملہ شیر شاہ روڈ کا ہے تو ہمیں کہاں ملنا چاہئے..... تم ہی جگہ تجویز کرو۔ شیر شاہ روڈ کا نام سنا ہے میں نے.....!“

”ٹپ ٹاپ ٹائٹ کلب کے قریب ملوں گا.....!“ عمران نے کہا۔

”ہاں میں وہاں پہنچ سکتا ہوں..... تو پھر جلدی کرو.....!“

”عمران نے ریسیور رکھ کر جوزف کو آواز دی تھی۔

”یس باس.....!“ وہ سامنے آکھڑا ہوا۔

”ہڈیاں توڑنے کے موڈ میں ہو.....؟“ عمران نے سوال کیا اور جوزف کے دانت نکل

پڑے۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی۔

”تیار ہو جاؤں.....!“ وہ چمک کر بولا۔

”جتنی جلد ممکن ہو.....!“

جوزف پھر اپنے کمرے میں جاگھسا..... بہت جلدی میں اس نے اپنا باڈی گارڈ والا مخصوص

لباس پہنا تھا..... اور دو منٹ کے اندر اندر پھر عمران کے پاس پہنچ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے.....!“ عمران نے سر کو جنبش دی تھی۔

وہ باہر نکلے تھے۔ ٹو سیٹر گیراج میں چھوڑ کر عمران نے دوسری گاڑی نکالی تھی۔ ایسی کہ

جوزف اس میں بہ آسانی چھپ سکتا تھا۔ گیراج تک پہنچتے پہنچتے عمران نے اسے اچھی طرح سمجھا

دیا تھا کہ بعض حالات میں اسے کیا کرنا ہے۔!

”لیکن باس.....!“ جوزف کافی سوچ بچار کے بعد بولا۔ ”اگر وہی لوگ ہیں تو اس حرکت کا

کیا مقصد ہو سکتا ہے۔!“

”مجھے یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر شاہد کے مصائب کا باعث ڈھمپ ہی ہے..... چلو اب

دیر نہ کرو۔!“

جوزف نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا..... اور عمران اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا تھا۔

گاڑی ٹپ ٹاپ ٹائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گئی اس وقت سڑکوں پر ٹریفک کا جھوم نہیں تھا.....

اس لئے تیز رفتاری برقرار رہی اور وہ جلد ہی کلب تک جا پہنچے۔ عمران نے گاڑی روکی اور نیچے اتر آیا۔

بائیں جانب سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھا تھا..... لیکن یہ بھی تو نہیں تھا۔

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ.....!“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”اچھا..... اچھا.....!“ عمران جلدی سے بولا اور جہاں سے اٹھا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ وہ آدمی سامنے سے گھوم کر دوسری طرف کے دروازے پر آیا تھا۔

عمران ہی نے اس کے لئے دروازہ کھولا اور وہ اس کے برابر بیٹھ گیا۔

”مجھے وہاں لے چلو..... جہاں کے بارے میں فون پر گفتگو ہوئی تھی۔!“ اجنبی نے کہا۔

”ہی نہیں آیا.....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”ہمارا چیف احمق نہیں ہے.....!“

”اتنے ڈھیر سارے بالوں میں کوئی شخص احمق بھی نہیں رہ سکتا۔!“

عمران نے انجمن اشارت کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی..... جوزف کا تو عدم وجود برابر ہی ہو کر رہ گیا تھا..... گاڑی میں موجود تھا لیکن اجنبی کو شاید شبہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ کوئی تیسرا بھی قریب ہی موجود ہے!

”تو تمہارا چیف احمق نہیں ہے.....!“ عمران نے اجنبی سے سوال کیا۔

”ہاں میں نے یہی کہا تھا.....!“

”کہا ہی کیوں تھا..... کیا میں نے پوچھا تھا کہ وہ احمق ہے یا نہیں.....!“

”تمہیں شاید توقع تھی کہ وہ خود آئے گا.....!“

”میں یہی سمجھا تھا.....!“

”اسی لئے میں نے کہا تھا کہ وہ احمق نہیں ہے..... اسے یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ تم پولیس کو تو پیچھے نہیں لگالائے!“

”تب تو ٹھیک ہے اس کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔!“

”ذرا تیز رفتاری سے چلو.....!“

”میں جانتا ہوں کہ کبھی کبھی پولیس بھی میرے تعاقب میں رہتی ہے..... لیکن اس وقت ایسا نہیں ہوا۔ میں پہلے ہی اطمینان کر چکا ہوں۔!“

گاڑی کی رفتار تیز ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا ”میرے ساتھ تو پولیس نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے اس عمارت میں موجود ہو جہاں ہمیں جانا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا.....!“

”وہاں ڈھمپ کے آدمیوں نے مجھے گھیر کر فائرنگ بھی کی تھی..... ظاہر ہے کہ شہری آبادی میں فائرنگ کا مطلب ہوتا ہے پولیس کو متوجہ کر لینا.....!“

”حیرت ہے کہ تم بچ نکلے.....!“

”بچ نکلنے کے علاوہ اور کچھ مجھے آتا ہی نہیں..... ویسے ایک بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔!“

”کس بات پر.....؟“

”تمہارے چیف نے تمہیں یہ نہیں سکھایا کہ اجنبیوں سے زیادہ باتیں نہیں کیا کرتے۔!“

”تم اب اجنبی تو نہیں رہے ہمارے لئے..... ہم تمہیں اپنا ساتھی سمجھنے لگے ہیں۔!“

”شکریہ..... کبھی محبت بھی کی ہے تم نے.....؟“

”تمہارا یہ سوال چکر دینے والا ہے۔!“

”ہم لوگ بے تکلف ہونے کے بعد سب سے پہلے یہی سوال کرتے ہیں..... اگر تمہیں ناگوار گذرا ہو تو مت دو جواب.....!“

”سبھی محبت کرتے ہیں.....!“ وہ ہنس کر بولا۔

”میں تو نہیں کرتا.....!“ عمران نے اکر کر کہا۔

”ابھی تم نے کہا تھا کہ بچ نکلنے کے علاوہ تمہیں اور کچھ بھی نہیں آتا.....!“ اجنبی پھر ہنس پڑا۔

”تم ٹھیک سمجھے..... یہی بات ہے.....!“

”تو پھر اگر وہاں پولیس ہی ہوئی تو.....!“ دفعتاً اجنبی نے موضوع بدل دیا۔

”میرے لئے آسانی ہو جائے گی..... اس شخص کو رہا کرالوں گا جسے تمہارے چیف کے بیان کے مطابق ڈھمپ پکڑ کر لے گیا ہے۔!“

”تفصیل کا علم مجھے نہیں ہے۔!“

”خیر..... خیر..... اگر پولیس نظر آئے تو تم گاڑی ہی میں بیٹھے رہنا میں اتر کر دیکھ لوں گا۔“

”لیکن پیچھے والے تو غافل ہوں گے۔!“

”کون پیچھے والے.....؟“

”چیف اور دوسرے ساتھی.....!“

”اوہ... تب تو دشواری ہوگی..... لیکن ٹھہرو..... کیوں نہ ہم یہیں رک کر ان کا انتظار کر لیں۔!“

”ایسی کوئی ہدایت مجھے نہیں ملی تھی.....!“

”تو کیا تم خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!“

”تب پھر میں تم سے اپنا فیصلہ منوا کر تمہیں خطرے میں نہیں ڈالوں گا....!“

”اوہ تو کیا تم مجھ سے اپنا کوئی فیصلہ منوا سکتے ہو....!“

”چاہوں تو تمہیں ایک ہاتھ سے اٹھا کر باہر بھی پھینک سکتا ہوں.... یونہی خواہ مخواہ شہرت نہیں ہو جاتی کسی کی....!“

وہ کچھ نہ بولا.... لیکن سر گھما کر عمران کو گھورنے لگا تھا۔

گاڑی سنان سڑک پر فرارے بھرتی رہی.... آخر عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”مجھے تو پیچھے کوئی گاڑی نہیں دکھائی دیتی۔!“

”ہیڈ لیمپ بجھا دیئے گئے ہوں گے.... لیکن تمہیں آخر اس سلسلے میں تشویش کیوں ہے تم صرف ایک عمارت کی نشاندہی کرنے جا رہے ہو۔“

”کوئی تمہارے باپ کا نوکر ہوں کہ صرف نشاندہی ہی کرنے جا رہا ہوں.... میرا ایک آدمی ہے ڈھمپ کے قبضے میں....!“

”اُم بھی تو شرافت سے گفتگو کر رہے تھے....!“

”اکتا جاتا ہوں ایک طرح کی گفتگو کرتے کرتے.... ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد تمہیں گالیاں دینی شروع کر دوں....!“

”مناسب ہو گا کہ اب خاموش ہی رہو....!“

عمران کچھ نہ بولا اس نے بتدریج رفتار کم کرنی شروع کر دی تھی کیونکہ وہ عمارت نزدیک تھی جہاں اسے ڈھمپ کے نام پر لے جایا گیا تھا۔

”کیوں کیا بات ہے....؟“ ساتھی نے پوچھا۔

”عمارت نزدیک ہے....!“

”بس مجھے دکھاتے ہوئے آگے نکل چلنا ٹھہرنے کی ضرورت نہیں....!“

”سنو دوست زیادہ آگے نہیں جاسکوں گا....!“

”کیوں....؟“

”مجھے دیکھنا ہے کہ وہ اب بھی اسی عمارت میں ہیں یا نہیں....!“

”میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔!“

”کیا مطلب....؟“

”مجھ سے صرف یہ کہا گیا تھا کہ عمارت دیکھ آؤں....!“

”تو جہنم میں جاؤ.... میں تمہیں واپس نہیں لے جاسکوں گا....!“

”اچھی بات ہے.... آگے بڑھ کر مجھے اتار دینا....!“

”وہ دیکھو.... وہ رہی عمارت....!“ عمران نے بائیں جانب والی ایک عمارت کی طرف اشارہ کیا جس کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ لوگ بھاگے نہیں.... موجود ہیں....!“ ساتھی نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

عمران نے صرف سر کو جنبش دی تھی کچھ بولا نہیں تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے گاڑی روک دی.... اور سر گھما کر ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہیں اتار دو گے....!“

”ہاں مجھے اس عمارت میں گھسنا ہے....!“

”تہا....!“ ساتھی کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بھیڑ بھاڑ کا قائل نہیں ہوں....!“

”ڈھمپ خطرناک آدمی ہے....!“

”تم فکر مت کرو.... کچھ دیر پہلے وہ خود ہی مجھے یہاں لایا تھا لیکن پکڑ نہ سکا۔!“

”تو پھر اب دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں کیوں جا رہے ہو....!“

”تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ ہی اور دوسرے ساتھی بھی پیچھے آرہے ہیں۔!“

”سنو دوست....! مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا وہ میں نے کیا.... یقین کرو میں نہیں جانتا کہ وہ

بچ بچ پیچھے آرہے ہیں یا نہیں....!“

”میں دس منٹ اور انتظار کروں گا.... اگر وہ نہیں آئے تو پھر تمہیں میرا ساتھ دینا پڑے گا....!“

”کک.... کیا مطلب....!“

”تم بھی میرے ساتھ عمارت میں چلو گے....!“

”یہ ناممکن ہے....!“

”اگر نہیں چلو گے تو میں تمہیں مار دوں گا!“  
 ”تم.... تم مجھے مارو گے....!“ وہ حقارت سے بولا۔  
 ”یقین کرو ایسا ہی ہو گا....!“

”خاموش رہو....!“ وہ ناخوش گوار لہجے میں بولا۔ ”دس منٹ انتظار کئے لیتے ہیں!“  
 ”صرف تم ہی نہیں تمہارا چیف بھی مجھے ڈرپوک معلوم ہوتا ہے۔!“  
 ”فضول باتیں نہ کرو.... اس سے زیادہ دلیر آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔!“  
 ”ابھی گزارے دیتا ہوں....!“ کہہ کر عمران نے انجن اشارت کیا اور یوٹرن لے کر پھر عمارت کی طرف پلٹ پڑا۔  
 ”ارے.... ارے....!“ ساتھی بوکھلا گیا لیکن اتنی دیر میں گاڑی پھانک سے گزر کر کپاؤنڈ میں داخل ہو چکی تھی اور اب عمارت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ساتھی دروازہ کھول کر چلتی گاڑی سے نہ صرف کود گیا تھا بلکہ پھانک کی طرف دوڑ بھی لگا دی تھی۔

عمران نے نہایت اطمینان سے گاڑی روکی انجن بند کیا اور نیچے اتر کر دھاڑنے لگا۔  
 ”ڈھمپ کے بچے باہر آؤ.... میں واپس آگیا ہوں.... نکلو باہر.... اب دیکھو گاتھیں۔!“  
 دروازہ کھلا تھا.... اور کسی نے چیخ کر پوچھا تھا۔ ”کون بد تمیز ہے....؟“  
 ”بد تمیز نہیں ہے....!“ عمران نے جھلا کر کہا۔ ”ڈھمپ کو بلاؤ....!“  
 ”یہاں کوئی ڈھمپ نہیں رہتا....!“ جواب ملا۔  
 ”نہیں بہت بڑا ڈھمپ رہتا ہے.... میں ذرا اس کی شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔!“  
 ”اندر سے ایک آدمی اور باہر آیا تھا جس کی گھنٹی موٹھیں ڈھمپ کی مونچھوں کے مماثل تھیں اور اس نے اپنے بال پیشانی پر بکھیر رکھے تھے۔

”سامنے روشنی میں آؤ.... تم کون ہو....!“ اس نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

”میں صرف ڈھمپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔!“ عمران بولا۔

ٹھیک اسی وقت پولیس کی گاڑی کے سائرن کی آواز سنائے کا سینہ چیرنے لگی تھی۔

وہ دونوں بے تحاشہ اچھل کر اندر بھاگے.... عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.... عمارت کی ساری کھڑکیاں تاریک ہوتی جا رہی تھیں اور عمارت کے اندر کی بجگڈڑ صاف سنائی دے رہی تھی۔  
 عمران دوڑ کر اپنی گاڑی کے قریب پہنچا۔ سائرن کی آواز اسی گاڑی سے بلند ہو رہی تھی اس

نے پچھلی نشست کی کھڑکی میں جھانک کر کہا۔ ”سائرن کا سوچ آن رہے دو.... اسٹین گن اور نارچ لے کر باہر آ جا....!“ جوزف نے فوراً ہی تعمیل کی تھی۔

”مگر باس.... تم نے تو کہا تھا کہ ہڈیاں بھی توڑنی ہوں گی....!“ اس نے حیرت سے کہا۔

”اگر بھاگ نہ گئے ہوں تو یہ بھی کر لینا.... آؤ میرے ساتھ....!“

وہ عمارت میں داخل ہوئے جوزف نارچ روشن کئے ہوئے آگے چل رہا تھا.... اور اسٹین گن عمران کے ہاتھوں میں تھی۔!

لیکن عبارت میں ڈاکٹر شاہد کے علاوہ اور کوئی نہ ملا جو ایک جگہ رسیوں سے جکڑا پڑا نظر آیا تھا۔  
 ”بس اسی طرح اٹھا کر کاندھے پر رکھو اور نکل چلو....!“ عمران نے ڈاکٹر شاہد کی طرف اشارہ کر کے جوزف سے کہا۔

”ہاتھ پیر تو کھولنے میرے....!“ شاہد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

لیکن عمران خاموش کھڑا رہا۔ جوزف نے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی شاہد کو جوں کا توں اٹھایا اور کاندھے پر رکھ لیا۔

اب نارچ اور اسٹین گن عمران کے ہاتھوں میں تھیں.... وہ کپاؤنڈ میں آئے عمران نے شور مچاتی ہوئی گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور شاہد کو اندر ڈال دیا گیا۔

”اب سائرن بند کر کے تو ہی اسٹیرنگ سنبھال لے....!“ عمران نے جوزف سے کہا۔

”کدھر چلنا ہے باس....!“

”واپس گھر....!“

”آپ میری تو سن ہی نہیں رہے....!“ ڈاکٹر شاہد سیٹ پر پڑا ہوا بڑبڑایا۔

عمران اس کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔ ”سناؤ....؟“ اور جوزف سے کہا۔ ”چلو....!“

گاڑی ریورس گئیر میں ڈال کر جوزف نے اسے پھانک سے باہر نکالا تھا اور شہر کی طرف موڑ دیا تھا۔

”آپ میرے ہاتھ پیر کیوں نہیں کھول رہے....!“

”اب اسی حالت میں تمہارا نکاح اسی وقت ہو گا۔!“

”حکم.... کیا مطلب....؟“

”مطلب بھی یہی ہے کہ جو کہہ رہا ہوں.... میں نے تم سے کہا تھا کہ کیفے کیہاں میں میرا

انتظار کرنا....!“

”وہاں تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی.... ٹیلی فون بوتھ سے نکل کر گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر ضرب لگائی.... پھر یاد نہیں کہ کیا ہوا آخر یہ لوگ بھاگ کیوں گئے!“

”تم سے کیا چاہتے تھے....؟“

”خدا جانے.... مجھ سے کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی!“

”اب تم پھر ڈھمپ کے خلاف ایک بیان داغ دینا اور پولیس کو برا بھلا کہنا کہ وہ ابھی تک ڈھمپ کا سراغ نہیں پاسکی۔ جبکہ وہ اسی شہر میں اب بھی دندناتا پھر رہا ہے۔“

”لیکن میں اس طرح کب تک پڑا رہوں گا.... آپ میرے ہاتھ پیر کیوں نہیں کھول رہے!“

”نکاح کے بعد....“ عمران نے کہا اور کسی قدر توقف سے بولا۔ ”تم مجھے کیا بتانا چاہتے تھے!“

”پہلے ہاتھ پیر کھولے پھر بتاؤں گا....!“

”اے تم تو جان کو آگے.... انہوں نے کتنی دیر تک اسی طرح ڈالے رکھا تھا.... ان کے

بھی کان کھائے تھے یا نہیں....!“

”آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں....!“

”کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتیں.... اسی لئے تو گھر چھوڑ دیا ہے۔“ عمران نے کہا اور ڈاکٹر کے ہاتھ پیر کھولنے لگا۔ ساتھ ہی کہتا جا رہا تھا۔ ”تمہاری وجہ سے مشاعروں میں بھی نہیں

جاسکتا۔ سیزن شروع ہو گیا ہے....!“

”آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی ہے....؟“ شاہد نے حیرت سے پوچھا۔

”بہت زیادہ.... اب یہی دیکھ لیجئے کہ آپ نے جو مصرعہ طرح عنایت فرمایا ہے....“

”لکھنے بیٹھا ہوں لیکن غزل نہیں ہو رہی۔!“

”میں کیا بتاؤں سخت شرمندہ ہوں....!“ شاہد اٹھ کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

”شرمندہ تو مجھے ہونا چاہئے کہ آپ کا والا ہونے والا ہوں....!“

”آپ پھر موضوع سے ہٹ گئے....!“

”کیا کروں.... تم کچھ پھونٹتے ہی نہیں منہ سے....!“

”اس نے پھر مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی میرا خیال ہے کہ وہ آہستہ آہستہ مقصد کی طرف

آ رہا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”مطلب یہ کہ مجھ سے جو کام لینا چاہتا ہے.... اس کا تعلق میرے پیشے ہی سے ہو گا۔!“

”یہی بتانے کے لئے تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔!“

”جی ہاں....!“

”میاں.... اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کام تمہارے پیشے ہی سے متعلق تھا.... تم سے

گھاس کھودنے کو نہیں کہے گا۔!“

”ایک دوسری بات بھی تھی....!“

”وہ بھی جلدی سے بتاؤ الو....!“

”میرے خلاف سارا مواد مع ٹیکلیوز یہیں اس کے پاس موجود ہے.... جسے اس کام کے بعد

وہ میرے حوالے کر دے گا۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”اگر وہ سب کچھ اس سے پہلے ہی اس کے قبضے سے نکال لیا جائے تو.... پھر مجھ پر اس کا دباؤ

بھی نہ رہے گا۔!“

”سامنے کی بات ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر کیجئے کوشش....!“

”مقصد معلوم کر لینے سے پہلے میں کچھ بھی نہ کروں گا۔!“ عمران خشک لہجے میں بولا۔ ”اس

وقت تم مجھے صرف یہی اہم ترین بات بتانا چاہتے تھے کہ تمہارے خلاف سارا مواد یہیں اس کے

پاس موجود ہے ورنہ یہ تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ وہ کام تمہارے پیشے ہی سے متعلق ہو گا۔ اگر

یہ بات نہ ہوتی تو تم استغنیٰ کیوں دیتے۔!“

ڈاکٹر شاہد کچھ نہ بولا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”جب تک وہ اصل مقصد کی طرف نہ

آئے اسے اطمینان دلاتے رہو کہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کرو گے اور تم نے

اصل معاملے کی ہم لوگوں کو ہوا تک نہیں لگنے دی۔!“

”بڑی گھٹن میں مبتلا ہوں عمران صاحب....!“

”تم سے زیادہ گھٹن میں میں خود مبتلا ہوں....!“

”تو پھر بلیک میلنگ کے مواد پر قبضہ کرنے کی کوشش کیجئے....!“

”کیا بکواس کر رہے ہو....!“

”ہانس پر سیا کی بیٹی.... بارش کا دور دور تک پتا نہیں لیکن وہ صبح سے برساتی اپنے اور چھتری لگائے شہر میں گھومتی پھر رہی ہے۔!“

”اور تم اس کے پیچھے جھک مارتے پھر رہے ہو....!“

عمران کچھ نہ بولا.... وہ انہیں غور سے دیکھنے لگا تھا اور خود رحمان صاحب اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ بہت زیادہ فکر مند دکھائی دے رہے تھے۔

”کوئی خاص بات ڈیڈی....!“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”بہت ہی خاص.... شاید کو علم ہو گیا ہے کہ وہ نامعلوم آدمی اس سے کیا چاہتا ہے۔!“

”اسے نامعلوم نہ کہئے.... کیونکہ میں اسے جانتا ہوں....!“

”کون ہے....!“

”یہ میں بعد میں بتاؤں گا.... پہلے آپ بتائیے کہ شاید کو کس بات کا علم ہو گیا ہے....؟“

”اس نے جو بات تمہیں پچھلی رات نہیں بتائی اس کا علم مجھے آج ہو گیا ہے۔!“

”ہو سکتا ہے میرا بھی یہی اندازہ ہے کہ وہ مجھے کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن پھر ارادہ بدل دیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ بعد کی پکڑ دھکڑ ہی رہی ہو۔ سہم گیا ہو گا۔ بس اسی پر مصر تھا کہ کسی طرح بلیک میلنگ کا مواد متعلقہ آدمی سے حاصل کر لیا جائے۔!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ شاید وہ کام کر گزرے گا....!“ رحمان صاحب پر تشویش لہجے میں بولے۔

”تو آپ کام کی نوعیت سے آگاہ ہو گئے ہیں....!“

”مشرق وسطیٰ کے ایک ملک کے سربراہ کا معاملہ ہے۔!“

”اوہ....!“

”دل کا مریض ہے.... ماہرین نے آپریشن کا مشورہ دیا ہے.... اور وہ آپریشن یہیں ہونا طے پایا ہے اور شاید یہاں دل کی سرجری میں سر فہرست ہے۔!“

”خدا کی پناہ....!“ عمران اپنا سر سہلانے لگا۔

رحمان صاحب نے ملک اور سربراہ مملکت کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ ”آج ہی مجھے باضابطہ طور پر اطلاع ملی ہے تاکہ سکیورٹی کے انتظامات کئے جاسکیں۔!“

”تمہاری عزت بچانے کی خاطر....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”یہی سمجھ لیجئے....!“

”اور اس کے بعد وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کسی اور ذریعے سے کر گزرے....!“

”آپ اس طرح کیوں نہیں سوچتے لگ.... کہ....!“

”کہ یہ میری بہن کے مستقبل کا بھی سوال ہے....!“

”یہی.... میں یہی کہنا چاہتا تھا....!“ شاید جلدی سے بولا۔

”لیکن اگر یہ لاکھوں بہنوں کے مستقبل کا سوال بن جائے تو... سمجھنے کی کوشش کرو۔ ابتداء میں

یہ صرف میری بہن کے مستقبل کا سوال تھا لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارا سابقہ کن لوگوں

سے ہے اور تمہاری پوزیشن انہیں کس قسم کے فائدے پہنچا سکتی ہے تو یہ پوری قوم کے مستقبل

کا سوال بن گیا ہے... ڈاکٹر شاید... میں اپنے خاندان کو پوری قوم پر فوقیت نہیں دے سکتا۔!“

شاید کچھ نہ بولا۔ اس کے بعد بقیہ راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا تھا۔



رحمان صاحب کے محکمے کے لوگ حرکت میں آگئے تھے۔ انہیں صرف عمران کی تلاش تھی اور عمران کا کہیں پتہ نہ تھا.... خود رحمان صاحب دن بھر اس کے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کرتے رہے تھے۔ لیکن ہر بار یہی جواب ملتا کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔

پھر اچانک رات گئے خود عمران کی کال انہوں نے گھر پر ریسو کی تھی۔

”ڈاکٹر شاید کے تازہ بیان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے!“ اس نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

”فوراً گھر پہنچو.... فون پر گفتگو نہیں کر سکتا....!“ رحمان صاحب جھنجھلا کر بولے۔ ”صبح

سے تمہاری تلاش جاری ہے۔!“

”کیا گھر پہنچنا ضروری ہے....!“

”بے حد ضروری....!“

ریسیور کر ڈیل پر رکھ کر وہ بے صبری سے اس کا انتظار کرنے لگے.... آدھے گھنٹے کے اندر

اندر عمران گھر پہنچ گیا۔

”کیا کرتے پھر رہے ہو تم....؟“ رحمان صاحب اسے دیکھتے ہی دھاڑے۔

”وہ.... وہ پاگل ہو گئی ہے....!“



”بہر حال شاہد نے ہمت ہار دی ہے.... یقیناً اسے علم ہو گیا ہے.... پچھلی رات اگر کینے کیہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ دوبارہ نہ پکڑ لیا گیا ہوتا تو شاید سب کچھ بتا دیتا!“

”میں تمہیں اس لئے تلاش کر رہا تھا کہ اب تم اس آدمی کی صحیح نشاندہی کر دو.... جو شاہد کو بلیک میل کر رہا ہے!“

”میجر ایمری ڈاؤن.... سازشوں کے ذریعے غیر جانبدار ممالک کو جانبدار بنانے کا ماہر!“

”وہ کہاں ہے....؟“ رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں بولے۔

”آج دن بھر اسی کی تلاش میں رہا ہوں.... جلد ہی اس کے نئے ٹھکانے کا سراغ مل جائے گا.... آپ بے فکر رہئے.... مگر وہ سربراہ یہاں کب پہنچ رہا ہے....؟“

”ایک ہفتے کے بعد....!“

”بہت وقت ہے.... اس سے پہلے ہی ڈاؤن کو ٹھکانے لگا کر دفن کر دیا جائے گا!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو....!“

”یہی ہو گا.... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں.... میں تصدیق کر چکا ہوں کہ وہ اپنے آٹھ آدمیوں سمیت غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہوا ہے۔ اس کی آمد کہیں بھی درج نہیں کی گئی۔ اس لئے اس کی واپسی کی ذمہ داری بھی ہماری حکومت پر نہ ہوگی!“

”میں کوئی بے ضابطہ کارروائی ہرگز نہ ہونے دوں گا....!“ رحمان صاحب پھر بگڑ گئے۔

”باضابطہ کارروائی کی صورت میں اس پر صرف یہی الزام ہو گا کہ وہ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہوا ہے۔ آپ کسی طرح بھی ثابت نہ کر سکیں گے کہ وہی شاہد کو بلیک میل کر کے اس سے کوئی غیر قانونی کام کرانا چاہتا تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ڈاؤن کے ملک کی حکومت کسی طرح بھی اس کا اعتراف نہیں کرے گی کہ ڈاؤن وہ کام اسی کے اشارے پر کرنا چاہتا تھا!“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کہتا رہا۔ ”مریض سربراہ مملکت اس ملک کا کھلا ہوا مخالف ہے لیکن اس کے بعد سربراہی جس کے حصے میں آنے والی ہے اس کی پرورش ہی اس ملک میں ہوئی تھی وہ خود کو اس ملک کا آدھا شہری کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ سربراہ کی موت کے بعد جب وہ برسر اقتدار آئے گا تو اس کی خارجہ پالیسی ڈاؤن ہی کے ملک کی موافقت میں ہوگی!“

”سوال تو یہ ہے کہ....!“

”اپنے منکے کو اس معاملے سے قطعی الگ رکھئے....!“ عمران ہات کاٹ کر بولا۔

”تم کیا کرو گے....؟“

”بتاؤں گا.... ہر بات آپ کے علم میں آئے گی۔ آپ صرف حفاظتی انتظامات کرتے رہئے۔ ڈاؤن کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے!“

”وہ آخر ہے کہاں....؟“

”جہاں بھی ہو گا مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ ڈھمپ نے اسے چکارا کھا ہے۔!“

”ڈھمپ....!“ رحمان صاحب نمہ اسامہ بنا کر بولے۔ ”وہ پولیس کے ریکارڈ پر بھی آچکا ہے فکر پرش کا خیال رکھنا....!“

”خصوصیت سے اس کا خیال رکھتا ہوں....!“

”لڑکی کا کیا قصہ ہے....!“

”اسی حلے میں ماری ماری پھر رہی ہے جو ابھی بیان کر چکا ہوں....!“

”مقصد....؟“

”بس اُسی کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آ رہا....!“

”ایک بار پھر کہہ دوں کہ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے....!“

”بے فکر رہئے....!“

عمران کسی اور سے ملے بغیر باہر نکل آیا تھا۔ پھر جب اس کی ٹو سیٹر پھاٹک سے نکل رہی تھی تو راستہ روک لیا گیا۔

کورنیلیا چھتری لگائے سانسے کھڑی تھی اور برساتی بھی پہن رکھی تھی۔

”کیوں جان کو آگئی ہو....!“ عمران کہتا رہا۔ ”کہاں جانا ہے....؟“

وہ بائیں جانب والے دروازے کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اس کے لئے دروازہ کھولا اور وہ گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بڑبڑائی۔ ”سازھے بارہ بجے ہیں!“

”تم نے آج مجھے کئی بار دیکھا ہے لیکن توجہ نہیں دی....!“ وہ منمنائی۔

”توجہ دیتا تو خود بھی تماشا بن جاتا....!“

گاڑی آگے بڑھ گئی اور کورنیلیا ہنس کر بولی۔ ”یہ تو میں نے اس لئے کیا تھا کہ تمہیں فکر پڑ جائے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے۔!“

”کیا بات ہوئی....!“

”اچھی بات ہے تو میں ڈائریکٹر جنرل کو یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ میرے سلسلے میں میرے باپ کی تشویش بجا تھی۔ اس نے ان کے بیٹے پر اغواء کا الزام نہیں لگایا تھا بلکہ صرف میری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی۔ ایک نیم دیوانی لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ.....!“

”تم سچ کر یک معلوم ہوتی ہو.....!“

”یہی سمجھ لو.....!“ کوریلینا نے کہا پھر چونک کر بولی۔ ”یہ تم کدھر لے جا رہے ہو.....“

میرے گھر کا راستہ تو نہیں ہے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔

”میری بات کا جواب دو.....!“

”تمہارا مکان ایک بھری پڑی بستی کے درمیان ہے.....!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”تنہائی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں.....!“

”پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو.....!“

”پاگل ہو گیا ہوں.....!“

”میں چیخنا شروع کر دوں گی..... مجھے کہاں لے جا رہے ہو.....؟“

”پاگل خانے.....! تم صبح ہی سے شہر میں اعلان کرتی پھر رہی تھیں کہ پاگل ہو گئی ہو۔!“

گاڑی شہری آبادی سے باہر نکل آئی تھی۔

”اچھی بات ہے..... چلو جہاں چلتے ہو۔ میں ذرا برابر بھی خائف نہیں ہوں۔!“

”ارے تو کیا میں بھیڑیا ہوں کہ مجھ سے ڈرو گی۔!“

”کتنی سنسان اور تاریک سڑک ہے.....!“

”چھتری کھول لو.....!“

”میرا مضحکہ مت اڑاؤ.....!“

ٹھیک اسی وقت ان کی گاڑی پر عقب سے تیز قسم کی روشنی پڑی تھی اور کوریلینا نے مڑ کر دیکھا تھا۔

”ٹھک..... کسی گاڑی کی..... سس..... سرچ لائٹ.....!“ وہ ہلکائی۔

”لہذا اب مجھے رک جانا چاہئے.....!“ عمران نے اپنی گاڑی کو بائیں جانب سڑک کے

”خود ہی تم سے نہیں بولنا چاہتی تھی۔ خواہش تھی کہ تم خود مجھ سے بولو۔ ناراض ہو گئے تھے تا میرے باپ کی حرکت پر.....!“

”ارے نہیں.....!“

”تو پھر کیوں مجھے چپ چاپ ان لوگوں کے حوالے کر دیا تھا۔!“

”ایسا نہ کرتا تو خود بھی بند کر دیا جاتا..... لیکن تم اتنی رات گئے تک کیوں بھٹکتی پھر رہی ہو؟“

”میرا باپ تم سے ملنا چاہتا ہے۔!“

”اس وقت.....!“

”ہاں اسی وقت.....!“

”کوئی خاص بات.....!“

”میں نہیں جانتی..... تم یہ بتاؤ چلو گے یا نہیں.....!“

”سوچنا پڑے گا.....!“

”کیا سوچنا پڑے گا۔!“

”یہی کہ تمہارے ساتھ چلوں یا نہ چلوں.....؟“

”چپکاپٹ کی وجہ.....!“

”پتا نہیں وہ خود ملنا چاہتا ہے یا کوئی اور اس کے توسط سے ملنا چاہتا ہے۔!“

”نہیں وہ خود ملنا چاہتا ہے۔ یہ سوال پہلے ہی کر چکی ہوں۔ احمق تو نہیں ہوں۔!“

”اچھی بات ہے چلوں گا..... لیکن اس سے قبل کسی ٹیلی فون بوتھ پر گھر اطلاع دوں گا کہ

میں کہاں جا رہا ہوں۔!“

”ضرور..... ضرور..... تم ہر طرح اپنا اطمینان کر لو.....!“

عمران نے ایک ڈرگ اسٹور سے بلیک زیرو کو فون کیا تھا اور جلد ہی گاڑی کی طرف پلٹ آیا تھا۔

”چھتری اور برساتی والی بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ اس نے انجن اشارت

کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری پوزیشن صاف کرنا چاہتی تھی۔ یہاں کی پولیس کو جتنا چاہتی تھی کہ کسی قدر دماغ

سے اتری ہوئی بھی ہوں اور خود ہی تمہارے پیچھے پڑی رہتی ہوں۔!“

”اس کی ضرورت نہیں تھی میں ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں.....!“

اتارتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا کر رہے ہو....!“

”اگر تاروں کا نشانہ لینے کیلئے سرچ لائٹ کھولی گئی ہے تو میں بڑے خسارے میں رہوں گا۔!“

”پھر ڈرانے والی باتیں کرنے لگے۔“

دوسری گاڑی قریب آگئی تھی اور اسکی رفتار بھی کم ہوتی نظر آئی۔ پھر وہ اسکے برابر آرکی تھی۔

عمران دونوں ہاتھ زانوں پر رکھے بیٹھا رہا.... کورنیلیا خوف زدہ نظروں سے تعاقب کرنے

والی گاڑی کو دیکھے جا رہی تھی۔!

دفعتاً گاڑی سے آواز آئی۔ ”تم دونوں چپ چاپ گاڑی سے اتر آؤ.... اسٹین گن کی زد پر ہو۔!“

”ارے ان لوگوں نے تو کھلونا بنا لیا ہے مجھے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”کک.... کیا.... دی ہی....!“ کورنیلیا ہلکائی۔

”ڈھمپ بھی ہو سکتا ہے۔!“ عمران بولا۔ اور دوسری گاڑی نے پھر کسی نے اتر آنے کا حکم

دیا۔ عمران ہاتھ اٹھائے ہوئے گاڑی سے اترتا ہوا کورنیلیا سے اونچی آواز میں بولا۔

”تم سیدھی میرے باپ کے پاس جانا اور مطلع کر دینا....!“

”ہرگز نہیں!“ گاڑی سے آواز آئی۔ ”لڑکی تم بھی اترو....!“

”پھر میری گاڑی کا کیا ہوگا!“ عمران نے غصیلے لہجے میں سوال کیا تھا۔

دوسری گاڑی سے ایک آدمی اسٹین گن لئے اترتا ہوا کورنیلیا سے بولا۔ ”تم ہماری گاڑی میں

بیٹھ جاؤ۔“

پھر دوسرا آدمی اسی گاڑی سے اتر کر عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”تم اپنی گاڑی میں بیٹھو۔!“

اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کاربو اور تھا۔

”یہ ہوئی بات لیکن پٹرول کے دام وصول کر لوں گا۔ بارہ روپے گیلن ہو گیا ہے۔!“ عمران

نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

دوسرا آدمی عمران کو کور کئے ہوئے اسی کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

”اب گاڑی کو موڑ کر واپس چلو....!“

عمران نے انجن بند نہیں کیا تھا۔ چپ چاپ گاڑی آگے بڑھا کر شہر کی طرف موڑ دی۔ اس

نے سختی سے ہونٹ بھیجنے رکھے تھے۔

کورنیلیا پہلے ہی دوسری گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ اب دونوں گاڑیاں آگے پیچھے شہر کی طرف واپس جا رہی تھیں۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد عمران سے گاڑی کو ایک کچے راستے میں موڑنے کے لئے کہا گیا۔

”میرے پاس کوئی فالتو پیہر نہیں ہے....!“ عمران گڑبڑا کر بولا۔

لیکن برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے کچھ کہنے کی بجائے اس کے بائیں پہلو پر ریو اور کی نال کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔

”آخر یہ ڈھمپ میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔؟“ عمران پھر بولا۔

”چپ چاپ بیٹھے رہو ورنہ نرگرب دب جائے گا۔!“ جواب ملا تھا۔

عمران نے حسبِ عادت احمقانہ انداز میں دیدے نچائے تھے لیکن اندھیرے میں کون دیکھتا ہے۔

سنائے میں گاڑیوں کا شور دور دور تک پھیل رہا تھا۔ بالآخر ایک جگہ عمران سے گاڑی روکنے

کے لئے کہا گیا تھا۔

انجن بند کر دیئے گئے۔ لیکن اب دوسرے قسم کے شور سے فضا میں برہمی پھیلی ہوئی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قریب ہی کوئی کارخانہ ہو.... وہ مشینوں ہی کے چلنے کی آواز تھی اور پھر

ذرا دیر میں عمران کو معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں لایا گیا ہے۔ وہ غیر ملکی اشتراک سے قائم کئے ہوئے

ایک کارخانے کے قریب لائے گئے تھے جہاں کیمیائی کھاد بنائی جاتی تھی۔ فضا میں اندھیرے نے

اس تاثر کو دوسروں تک نہ پہنچنے دیا۔ ان سے ایک جانب چلنے کو کہا گیا نارچ کی روشنی میں راستہ

طے کرتے ہوئے وہ ایک عمارت تک پہنچے تھے جو اسی کارخانے کے احاطے میں واقع تھی۔

ان دونوں کو عمارت کے ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا اور ریو اور والا دروازے پر کھڑا رہا۔

خاصا جاق و چوبند دکھائی دیتا تھا۔ عقابانی نظریں ان دونوں پر تھیں۔ تیور ایسے ہی تھے کہ کسی نے

بھی جنبش کی اپنی جگہ سے اور ہوا فائر۔

کورنیلیا گم سم تھی۔ ہونٹوں پر چڑیاں جم گئی تھیں۔

”اب کیا خیال ہے۔!“ عمران آہستہ سے بولا اور کورنیلیا چونک پڑی پھر اس طرح عمران کی

طرف دیکھا تھا جیسے وہ اس کے لئے قطعی اجنبی ہو۔!

”میرا خیال ہے کہ اب تم بالکل پاگل لگنے لگی ہو۔!“

”فضول باتیں نہ کرو.... یہ سب تمہاری حماقت کا نتیجہ ہے۔!“ وہ بالآخر بولی۔

”کیا تم دونوں ایک دوسرے کو بہت عزیز رکھتے ہو....!“ دروازے کی طرف سے آواز آئی اور عمران اچھل پڑا۔ سامنے وہی بچی کھڑا دکھائی دیا جس نے ایک بار پہلے بھی انہیں گھیرا تھا۔

”ارے واہ تو یہ تم ہو....!“ عمران نے قہقہہ لگایا۔

”ہی اسے خاموشی سے گھورتا رہا۔

”میں سمجھا تھا شاید ڈھمپ کے مجھے چڑھ گیا ہوں!“ عمران نے کہا۔

”چرس لائے ہو....؟“ بچی نے سوال کیا۔

”چرس نہیں اس وقت اسے برس کہیں گے کیونکہ اس نے برساتی پہن رکھی ہے۔“ عمران

نے کورنیلیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”شٹ اپ....!“ وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

”ارے تم تو سیریس ہو گئے....!“

”ڈاکٹر شاہد کہاں ہے....!“

”میری جیب میں رکھا ہوا ہے نکال لو....!“

”میں تمہیں قتل کر دوں گا.... درنہ بتاؤ....!“

”قتل کے بعد پوچھ لینا بتا دوں گا۔“ عمران نے کہا اور کورنیلیا کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”یہ

شخص خود ہی ڈھمپ ہے۔ مجھے چلا ہے یو قوف بنانے۔“

”مم.... مگر ڈھمپ کا حلیہ....!“ کورنیلیا نے خوف زدہ آواز میں کہنے کی کوشش کی تھی۔

لیکن جملہ پورا نہ کر سکی۔

”یہ سر اور چہرے کا جنگل مصنوعی ہے۔ میک اپ....!“ عمران ہی کی طرف شوخ نظروں

سے دیکھتا ہوا بولا۔

”اب تم اپنی بکواس بند کر دو.... اور مجھے بتاؤ کہ تم نے شاہد کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ مجھے اچھی

طرح علم ہے کہ تم اسے تین دن پہلے ڈھمپ کی قید سے آزاد کرالے گئے تھے۔“

”اور تمہارا آدمی دم دبا کر بھاگ گیا تھا۔“ عمران نے حقارت سے کہا۔

”اسی رات تو مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ڈھمپ تمہارا ہی اسٹنٹ ہو سکتا ہے۔“

”میرا اسٹنٹ....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”وہ کس طرح مائی ڈیر ہی....؟“

”جس طرح تم اسے لٹکا رہے تھے اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا.... کوئی سمجھ دو“

آدمی اس قسم کی حرکت نہیں کر سکتا جیسی تم نے کی تھی۔“

”سمجھ دار آدمی تا.... میں سمجھ دار کب ہوں.... اب یہی دیکھ لو کہ تمہارا ایک آدمی مجھ پر

ریوالور تانے کھڑا ہے۔ اگر سنک جاؤں تو اس کی پرواہ کئے بغیر تمہارے جڑے پر ایک عدد

گھونہ رسید کر سکتا ہوں۔“

”چیچ.... چیپ رہو.... کیا.... کک.... کر رہے ہو....!“ کورنیلیا روئے دے رہی تھی۔

”واقعی تمہارا ہی کہنا مان لینا چاہئے تھا۔“ عمران اس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”چلا چلتا تمہارے گھر!“

”تم جہاں کہیں بھی ہوتے تمہیں یہیں آنا پڑتا۔“ ہی غرایا۔ ”میرے آدمی صبح سے لڑکی کا

تغاقب کرتے رہے تھے۔“

”اور پہنو برسائی اور لگاؤ چھتری خشک موسم میں....!“ عمران کورنیلیا کی طرف دیکھ کر ہاتھ

نچاتا ہوا بولا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ مقامی لٹنگ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوئے ورنہ اس وقت تم

دھوتر مچھلی کا سوپ پی رہی ہو تیں۔“

”میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... اور ڈاکٹر شاہد کا پتا بتاؤ....!“

”چار سوئس ڈالر لنگ اسٹریٹ....!“

”اس کے پیر میں فائر کرو....!“ ہی مڑ کر دھاڑا۔

لیکن عمران نے فائر ہونے سے پہلے ہی ہی پر چھلانگ لگادی تھی۔ کورنیلیا چیخنے لگی۔ فائر ہوا تھا

لیکن بے مصرف.... کورنیلیا دوڑ کر ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی تھی اور بُری طرح کانپ رہی تھی۔

”ہی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ ریوالور واسلے نے کمرے میں داخل ہو کر عمران پر ایک فائر اور

بھونک دیا۔ کورنیلیا چیختی تھی۔ عمران نے فلا بازی کھائی اور فرش پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

”او مردود.... یہ کیا کیا....!“ ہی دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ ”میں نے پیر پر فائر کرنے کو کہا تھا۔“

ریوالور والا بوکھلا کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ کورنیلیا دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے دھپ

سے فرش پر بیٹھ گئی تھی۔

”ہی جھک کر عمران کو سیدھا کرنے لگا۔ عمران نے آنکھیں کھولیں۔ مسکرایا اور اسے آنکھ

بارتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

دونوں ہی بوکھلا کر پیچھے ہٹے تھے اور اسی حالت میں اچانک عمران نے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا۔

ساتھ ہی اس کی لات ہی کے سینے پر پڑی تھی۔

کورنیلیا پھر چیخنے لگی۔ لیکن اس بار عمران کو بڑھاوا دے رہی تھی۔

”شاباش..... مار ڈالو..... فائر کرو..... مار ڈالو.....!“

لیکن عمران انہیں صرف کور کئے کھڑا رہا۔

”پھر بیوقوفی کر رہے ہو.....!“ کورنیلیا مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”مار ڈالو..... یہ وہی لوگ

معلوم ہوتے ہیں جو میرے باپ کو بلیک میل کرتے رہے ہیں۔ کبھی ڈھمپ کے روپ میں اور کبھی ہی بن کر.....!“

”نہ یہ ڈھمپ ہے اور نہ ہی.....!“ عمران سرد لہجے میں بولا۔

دونوں اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے تھے۔

”تنت..... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔!“ ہی نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔!

”کسی غلط فہمی مائی ڈیر مسٹر ڈاؤن.....!“

ہی اچھل پڑا اور اس طرح عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا جیسے اچانک اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

”نہیں..... ویسے ہی چپ چاپ کھڑے رہو..... ورنہ لڑکی ہی کے مشورے پر عمل

کر بیٹھوں گا۔!“ عمران نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

”ہم یہاں تنہا نہیں ہیں.....!“

”تم دونوں کے علاوہ اب اس عمارت میں اور کوئی نہیں ہے۔ جتنے بھی تھے یہاں سے ہٹا دیئے گئے.....!“

”کک کیا مطلب.....؟“

”اس بار بھی میں لڑکی کو اغواء کر کے نہیں لے جا رہا تھا۔ صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب تم

کیا کرنے والے ہو..... تمہارے آدمیوں کے پیچھے میرے آدمی تھے۔!“

”یعنی پولیس.....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں اپنے آدمیوں کی بات کر رہا تھا۔ میرا گروہ بہت بڑا ہے۔

یہاں سے یورپ تک چرس کا کاروبار دو چار آدمیوں نے نہیں سنبھال رکھا کیا تم نے ابھی کسی

اداس بلی کی میاؤں میاؤں نہیں سنی تھی۔!“

”سنی تھی.....!“ ڈاؤن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”وہ میری ہی بلی تھی۔ مجھے اطلاع دے رہی تھی کہ باہر کے سارے آدمی پکڑ لئے گئے۔!“

”اچھا تو پھر.....؟“

”تم مجھ سے پوچھ رہے ہو.....!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”آخر کیا پوچھ رہے ہو۔ مائی ڈیر ڈاؤن

ناپ کراس۔ لیکن ناپ کراس تو تم نے اس وقت اپنے مصنوعی بالوں کے نیچے چھپا رکھا ہے۔!“

ہی کچھ نہ بولا۔ حیرت سے عمران کو گھورتا رہا۔ پھر اس نے جبر جبری سی لے کر کہا۔

”دیکھو آپس کے جھگڑے سے فائدہ اٹھا کر ڈھمپ اپنا کام کر جائے گا۔!“

”وہ تو کر بھی چکا اپنا کام مسٹر ناپ کراس.....!“

”کیا مطلب.....!“

”یہ دیکھو.....!“ عمران نے کہتے ہوئے جیب سے ریڈی میڈ میک اپ نکالا اور ناک پر فٹ کر لیا۔

”یہی تھا چیف.....!“ دوسرا آدمی بے ساختہ بولا۔

”تنت..... تم..... ڈھمپ.....!“ کورنیلیا ہلکائی۔

”ہاں..... تم بھی مجھے پہچانتی ہو..... دیکھ چکی ہو۔!“

”میرے خدا.....!“ کورنیلیا نے کہہ کر زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

”اب اس وقت آدھے تیر کے سامنے پورا بیئر موجود ہے۔ کیا خیال ہے مسٹر ناپ کراس۔ خیر

اب آواصل معاملے کی طرف۔ اسی پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔ ورنہ تم باضابطہ طور پر تو میرے

ملک میں داخل نہیں ہوئے ہو کہ کسی کو تمہاری تلاش ہوگی چپ چاپتے دفن کر دیئے جاؤ گے۔!“

”کیا کہنا چاہتے ہو.....!“ دفعتاً وہ دھاڑا تھا۔

”شور مت مچاؤ..... اس وقت کوئی اس عمارت میں قدم رکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ شاید کے خلاف جو مواد تم استعمال کرنے والے تھے اُسے میرے حوالے

کردو۔ شاید اس طرح میں تمہیں زندہ نکل جانے دوں۔!“

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو.....؟“

”وہ ساری تصاویر ٹیلیوژن سمیت.....!“

”میرے لئے یہ گفتگو قطعی لایعنی ہے۔ میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔!“

”میں تمہاری اور تمہارے ادارے کی پوری ہسٹری سے واقف ہوں مسٹر ڈاؤن مجھے علم ہے

کہ افریقہ تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔!“

ڈاؤن خاموش کھڑا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

”میں جب چاہتا تم پر ہاتھ ڈال دیتا۔“ عمران نے کہا۔ ”لیکن وقت گزاری اس لئے ضروری ہو گئی تھی کہ تمہارے اصل مشن سے ناواقف تھا۔ اب معلوم ہو گیا ہے کہ تم شاید سے کیا چاہتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اب تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے گا کہ دل کا وہ آپریشن کب اور کہاں ہو گیا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ شاید ہی اس کے لئے منتخب کیا جائے۔ شاید سے بھی زیادہ تجربہ کار سر جن یہاں موجود ہیں۔“

ہپی منہ چلا کر رہ گیا۔

”اگر تم نے وہ تصاویر میرے حوالے کر دیں تو وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے لئے ایک ایسی لالچ کا انتظام کروں گا جس کے ذریعے تم خلیج کی کسی بندرگاہ تک پہنچ سکو.... تمہارے آدمیوں کو بھی نکل جانے دوں گا۔“

ہپی کچھ نہ بولا۔

”جلدی کرو.... میرے پاس وقت کم ہے۔“

”ٹھیک ہے میں غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہوا ہوں.... مجھے پولیس کے حوالے کر دو۔ اس کے علاوہ میرے خلاف اور کچھ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔“

”سوال یہ ہے کہ جب میں تمہیں ختم کر کے موچھوں پر تاؤ دے سکتا ہوں تو پھر کیا ضرورت ہے اتنے کھڑاگ کی۔ یہ دیکھو میں تمہیں اس طرح مار ڈالوں گا۔“

عمران نے اس کے ساتھی کے ٹھیک دل کے مقام پر فائر کیا تھا۔ وہ آواز نکالے بغیر لڑکھڑایا اور فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

”نہیں....!“ کورنیلیا اور ڈاؤن بیک وقت چیختے تھے۔ اس کے ساتھی نے تھوڑی دیر ہاتھ پیر چلائے تھے اور ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

”یہ تم نے کیا کیا....!“ کورنیلیا ہڈیانی انداز میں بولی۔

”اب میں اس کے ساتھ بھی یہی کرنے جا رہا ہوں....!“

”ٹھہرو....!“ ڈاؤن دونوں ہاتھ ہلا کر بولا۔

”جلدی کرو....!“

”میں سب کچھ تمہارے حوالے کروں گا.... لال.... لیکن لالچ....!“

”وعدہ کرتا ہوں کہ مہیا کر دوں گا۔!“

”جہاں کہوں مجھے لے چلو....!“

”غلط بات ہے.... جہاں.... وہ تصاویر موجود ہوں اس جگہ کی نشاندہی کر دو.... حاصل کرتے ہی تمہاری گلو خلاصی کا پروانہ لکھ دوں گا۔!“

”مجھے بات ہے....!“ ڈاؤن پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔



تیسرے دن رحمان صاحب نے عمران کو طلب کیا تھا اور اسے اس طرح گھورے جا رہے تھے جیسے جان ہی سے مار دیں گے۔

عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ آخر وہ غرائے۔ ”یہ تم نے کیا کیا....؟“

”جی....!“ وہ چونک کر بولا۔ ”میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا....!“

”سمندر سے آٹھ سفید فاموں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک کی پیشانی پر ویسا ہی نشان موجود ہے جس کا تذکرہ تم نے ڈاؤن کے سلسلے میں کیا تھا۔!“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے.... میں نے بھی سنا تھا کہ کچھ نامعلوم آدمی سی کسٹمر کی ایک لالچ لے بھاگے تھے لیکن کچھ ہی دور جانے کے بعد وہ لالچ دھماکے کے ساتھ غرق ہو گئی۔“

”وہ خود لے بھاگے تھے....؟“

”اب میں کیا عرض کروں.... میں وہاں موجود تو نہیں تھا۔!“

”تم نے ڈاؤن سے وہ تصاویر کس طرح حاصل کی تھیں....!“

”کچھ دھمکیاں دی تھیں....!“

”مجھ سے بھی اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔!“ رحمان صاحب میز پر ہاتھ مار کر دھاڑے۔

”کیا وہ آدھا تیز اڑنے کے قابل تھا کہ آدھا بیڑ بھی اڑنے کی کوشش کرے گا۔ آپ یقین کیجئے کہ میں اس حادثے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!“

”محض تمہاری دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اس نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا....؟“

”جی ہاں....!“

”بکو اس مت کرو.... تم نے اس کے عیوض اسے یہاں سے غیر قانونی ہی طور پر نکلوا دیئے کا وعدہ کیا ہو گا۔!“

اور اسی کے کہنے سے میری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔“

”ختم بھی کرو..... میں نے کہا تھا سب کچھ بھول جاؤ.....!“

”تو تم نے اس کے لئے لالچ مہیا کر دی تھی۔“

”وعدے کا پکا ہوں..... لیکن شام کے اخبارات دیکھ کر مجھے کسی قسم کا الزام نہ دینا.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”فی الحال کچھ بھی نہیں..... بس ہر حال میں اپنی زبان بند رکھنا.....!“

”میں احسان فراموش نہیں ہوں ڈارلنگ.....!“

”ڈارلنگ بھی.....!“ عمران کراہا تھا۔

اُسی شام کو وہ سلیمان کی بارات گھر پہنچا کر اس طرح غائب ہوا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ سلیمان اور جوزف دونوں ہی شہروانی اور چوڑی دار پا جامے میں تھے۔ سلیمان نے سہرا اور مقنع بھی ڈال رکھا تھا اور جوزف اسے دیکھ دیکھ کر اس طرح شرمارہا تھا جیسے اس کی شادی سلیمان کے ساتھ ہونے جا رہی ہو۔

نکاح ہو گیا اور کچھ دیر بعد غلغلہ بلند ہوا کہ دولہا اندر جائے گا۔ سلیمان تخت سے اتر آیا۔

”یہ کیسے جانا..... باس بولا تھا.....!“ جوزف نے سرگوشی کی۔

”اے چپ..... یہاں سے نہیں..... شرم آتی ہے..... راہداری میں پہنچ کر.....!“

”اچھا..... اچھا..... چلو.....!“ جوزف اسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

لڑکیاں راہداری ہی میں اکٹھا تھیں۔ خوب خوب پھبتیاں ہوئیں دونوں کی ہیئت کڈائی پر۔ لیکن اس وقت تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے سلیمان کو گھوڑا بننے دیکھا اور جوزف اس پر سوار ہو گیا۔

سلیمان ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔

پھر تو ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ رحمان صاحب بھی دوڑے آئے۔

”یہ کیا بیہودگی ہے.....!“ وہ حلق پھاڑ کر دھاڑے اور سلیمان بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف

دھڑام سے نیچے گرا تھا۔

”لگاؤں جوتے.....!“ رحمان صاحب سلیمان کا گریبان پکڑتے ہوئے بولے۔

”حضور..... میرے صاحب نے کہا تھا..... یہی ریت ہے خاندان کی.....“ چنگیز خان

”کیا تو تھا..... لیکن وہ بے صبر اٹکا..... چوری کی لالچ کا تو یہی حشر ہوتا تھا۔ یہ سی کسٹروالے ہم وغیرہ بھی تو رکھتے ہیں اپنی لالچوں میں..... کہیں کوئی پڑے پڑے تنگ آکر پھٹ گیا ہو گا۔ اچھا ہی ہوا ورنہ اگر وہ پکڑے بھی جاتے تو کتنے دنوں کی سزا ہوتی..... رہا ہو کر پھر تیرا اڑاتے پھرتے۔“

”خاموش رہو..... تم نے اس کے لئے ایک ایسی لالچ مہیا کی تھی جس میں نام ہم رکھا ہوا تھا۔“

”اگر کسی طرح ثابت ہو سکے تو میں پچانسی پانے کے لئے تیار ہوں۔“

”میں کہہ رہا ہوں بکواس مت کرو.....!“ رحمان صاحب میز پر گھونٹہ مار کر دھاڑے۔

”جی بہت اچھا.....!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور سر جھکائے بیٹھا رہا۔ چہرے

پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک اُسے گھورتے رہے تھے پھر اٹھ کر باہر چلے گئے تھے۔

آج سلیمان کی بارات بھی آنے والی تھی۔ گھر میں خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ عمران نے وہاں سے نکل کر ہانس پر سیا کے گھر کی راہ لی تھی۔ کورنیلیا کو بھی قابو میں رکھنا تھا۔ کیونکہ ڈاؤن سے ساری گفتگو اسی کی موجودگی میں ہوئی تھی۔

”جو کچھ بھی ہوا تھا اُسے قطعی بھول جاؤ.....!“ عمران نے کورنیلیا سے کہا۔ ”ورنہ تمہارا باپ

پھر خطرے میں پڑ جائے گا۔“

”وہ کس طرح.....؟“

”تمہارے باپ کے خلاف ڈاؤن کی تحویل سے جو مواد برآمد ہوا تھا وہ سب کا سب میں

نے تمہارے حوالے نہیں کر دیا تھا۔“

”کک..... کیا مطلب.....!“

”صرف ضمانت کے طور پر اس کا ایک حصہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ تاکہ تم میرے

خلاف کبھی اپنی زبان نہ کھول سکو.....!“

”ارے تم مجھے ایسا سمجھتے ہو..... شرم کرو..... میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں.....!“

”چاہتی بھی ہو.....!“ عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔

”یقین کرو..... شاید مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ آج تک کسی کو نہیں چاہا۔“

”بہت بے ڈھب چاہا تم نے.....!“

”ارے ہاں..... اب ڈیڈی نے اگلا ہے۔ اُسی نے انہیں حکم دیا تھا کہ عمران کو اپنے گھر بلواؤ

صاحب کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔“

”کیوں بکواس کر رہا ہے....؟“

”یس سر....! یہی بولا تھا.... ہم کیا جانے....!“ جوزف کھکھلیا۔

”میں تو اب خود کشی ہی کر لوں گا....!“ سلیمان نے اتنے زور سے اپنے سر پر دو ہتھڑ چلایا تھا کہ پگڑی اچھل کر دور جا پڑی تھی۔

”بولا تھا باس.... ڈولہا گھوڑا بننا.... شہ بالا سواری کرنا.... ٹب ڈولہا انڈر جانا....!“

جوزف مسلسل کھکھلیائے جا رہا تھا۔ لڑکیاں کھی کھی کرتی ہوئی اندر بھاگ گئی تھیں۔

پوری کوٹھی میں قہقہے گونج رہے تھے۔ رحمان صاحب دانت پیٹتے ہوئے باہر چلے گئے۔ عمران کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

خدا خدا کر کے رخصتی کا وقت آیا اور جوزف نے خواتین کو روتے جودیکھا تو خود بھی دھاڑیں مارنے لگا۔

”اے چپ.... بے چپ.... یہ کیا کرتا ہے....!“ سلیمان نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے

آہستہ سے کہا۔ ”کیا سچ مچ جوتے ہی کھلوائے گا.... پتا نہیں کب کا بدلہ لیا گیا ہے مجھ سے۔ خدا مجھے غارت کرے۔!“

”ہائے ہم کیا کرے سلیمان بھائی.... یہ عورت لوگ کیوں رونا....!“

بہتوں کا رونا نہی میں تبدیل ہوا اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔

سلیمان نے جوزف کا منہ دبا دیا۔ رحمان صاحب پہلے ہی کوٹھی کی حدود سے باہر نکل گئے تھے۔ ورنہ پھر کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جاتا۔

جوزف مسلسل روئے جا رہا تھا.... اور سلیمان کسی بھڑکے ہوئے گھوڑے کی طرح نکل بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔

”ہائے سلیمان بھائی! ڈھرا انصاف نہیں ہوتا.... عورت روتا ہے.... مرڈ نہیں رونا

سالا.... ہم ٹور وئے گا۔!“

”میری ماں مجھے روئے۔!“ سلیمان اپنے سینے پر گھونہ مار کر بولا۔ ”اب میں کیا کروں۔!“

رونے والیاں کسی اور طرف چلی گئی تھیں اور پھر وہاں قہقہے ہی قہقہے تھے۔

﴿تمام شد﴾